ایصالِ ثواب پر ایک مکمل اور دلنشین تحریر

بفیضان

ابوالفیض مفتی محمد طفیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

برکاتِ ایصالِ ثواب

تصنیف

علامہ ابوحمزہ محمد رفیق قادری رندھاوا

ناشر

بزمِ منہاج الاسلام

شالامار ٹاؤن لاہور

0300-4417855

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب ....-----.-----.... برکاتِ ایصالِ ثواب

مصنف ....-----.-----.... مولانا محمد رفیق قادری رندھاوا

....-----.-----.... خطیب جامع مسجد محبوبِ سبحانی مصطفیٰ ﷺ شالامار ٹاؤن لاہور

طباعت ....-----.-----.... جون 2010ء

صفحات ....-----.-----.... 256

تعداد ....-----.-----.... 1000 (ایک ہزار)

کمپوزنگ ....-----.-----.... عزیز کمپوزنگ سنٹر 0344-4996495

ناشر ....-----.-----.... بزم منہاج الاسلام و جامعہ فیض الاسلام

....-----.-----.... شالامار ٹاؤن لاہور

قیمت ....-----.-----.... روپے

ملنے کے پتے

روحانی پبلشرز دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

☆ جامعہ فیض الاسلام بالمقابل پاکستان منٹ گیٹ شالامار ٹاؤن لاہور

☆ جامعہ غوثیہ طفیلیہ ٹرسٹ گلفشاں سوسائٹی ملیر ہالٹ کراچی

☆ محمد بلال رندھاوا چوک سرور شہید ضلع مظفر گڑھ

☆ محمد ریاض سرویا چک نمبر 225 ر۔ب ملکھانوالہ فیصل آباد

☆ قاری محمد عابد جامعہ صوت الاسلام میلہ منڈی سرگودھا

☆ مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ میاں مارکیٹ اردو بازار لاہور

فہرست

☆......☆......☆......

انتساب

اپنی پیاری مشفقہ

والدہ محترمہ

کے نام

جو مجھے ہمیشہ یاد رکھتی ہیں اور وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ مجھے یاد رکھتی ہیں اور انہی کی دعاؤں کی بدولت میں آج اس مقام تک پہنچا کہ دین اسلام کی خدمت اور اشاعت کے قابل ہوا۔

اللہ تعالیٰ میری والدہ محترمہ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔ آمین

محمد رفیق قادری رندھاوا

0300-4417855

13 مئی 2010ء بروز جمعرات

الاھداء

میں اپنی اس کاوش کو سرور عالم، نور مجسم، شفیع معظم، خلیفۃ اللہ الاعظم، معلم کائنات سرور مرسلاں، سید کون ومکان، شفیع مجرماں، وسیلہ بیکساں، محبوب رب دو جہاں، سیاح لامکاں حضور نبی کریم، رؤف الرحیم احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور آپ کے توسل سے تمام انبیاء کرام، ازواج مطہرات، آل بیت اطہار، تمام صحابہ کرام، شہدائے اسلام، محدثین وفقہاء کرام، تمام سلاسل کے اکابرین، حضور علیہ السلام کی تمام امت، بالخصوص میرے تمام اساتذہ کرام اور کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں اہم کردار ادا کرنے والے تمام معاونین کے وصال فرما جانے والے اعزاء واقرباء اور اپنے والد محترم چوہدری دین محمد رندھاوا کے ایصال ثواب کیلئے ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

اللہ رب العزت ان سب پر اپنی بے حد رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

محمد رفیق قادری رندھاوا

0300-4417855

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اللہ رب العزت کا پسندیدہ دین اسلام ہے اور قرآن کریم میں ''ان الدین عند اللہ الاسلام'' ارشاد فرما کر اس کا اظہار بھی فرمادیا۔ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول مقبول ﷺ کے فرامین پہ عمل پیرا ہو۔ اور اسلامی تعلیمات کو کما حقہٗ سمجھنے کی کوشش کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہاء و محدثین اور مفسرین کرام نے جو اسلام کی تعبیرات و تشریحات قرآن و سنت کی روشنی میں ہمیں عطا فرمائی ہیں ان کی قدر و منزلت کے ساتھ ساتھ کامل پیروی کی بھرپور کوشش کریں۔ دین اسلام کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے۔ جس کی قرآن واحادیث اور اکابرین امت سے رہنمائی نہ ملتی ہو۔

اسلام میں اعمال خیر کی بڑی اہمیت بیان فرمائی گئی ہے۔ بعض اعمال ایسے ہیں جن کے بجالانے سے انسان کو ذاتی طور پہ نفع حاصل ہوتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جن کے سبب جہاں آدمی کی ذات کو نفع حاصل ہو رہا ہوتا ہے وہاں دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کا فائدہ ملتا ہے۔ یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے جانے والے فوت شدہ مسلمانوں کو بھی اس کا فائدہ ملتا ہے۔ ان اعمال خیر میں سے ایک ''ایصال ثواب'' بھی ہے۔

ایصال ثواب امت مسلمہ کا متفق علیہ مسئلہ ہے مگر اس کے باوجود بعض لوگ انکار کرتے ہیں۔ اگر کہیں انکار کی صورت نہ ہوتی تو اسے بڑی شد و مد کے ساتھ تحریر

کرنے کی نوبت بھی نہ آتی۔ ۱۹۹۵ء میں محترم جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب نے فیصل آباد سے کراچی فون کر کے مجھے بتایا کہ فیصل آباد کے چک نمبر ۳۰ میں ہماری بزرگ خاتون فوت ہوگئیں ہیں اور ہم نے ایصال ثواب کیلئے اہتمام کیا مگر بعض لوگ ہمیں یہ کہہ کر منع کر رہے ہیں کہ اسلام میں ایصال ثواب کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن واحادیث کے چند دلائل فوری طور پہ لکھ کر بھیجیں۔ چنانچہ میں نے بعض دلائل تحریر کر کے بھیج دیئے اور حوالہ جات بھی دے دیئے۔ ان دلائل کو بہت سراہا گیا اور فوری طور پر ایک رسالہ تحریر کرنے کیلئے بھی فرمان جاری کیا گیا۔

۱۹۹۶ء میں ایک مختصر سا رسالہ اڑتالیس صفحات پہ مشتمل تحریر کر دیا گیا۔ جس میں عربی سے پرہیز کیا گیا ترجمہ پہ ہی اکتفا کیا گیا۔ کراچی سے مولانا صاحبزادہ علی احمد القادری صاحب نے مکتبہ حنفیہ رضویہ سے کثیر تعداد میں شائع فرمایا۔ اس رسالہ کی ترتیب و تحقیق کیلئے میں نے مکمل طور پر حضرت مفتی اعظم محمد طفیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ سے ان کے دارالحدیث اور دفتر میں بیٹھ کر استفادہ کیا لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی فیضان ہے کہ اس موضوع پہ تفصیلاً ہر پہلو سے تحریر کرنے کیلئے کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

لاہور میں قیام کے دوران بہت سے احباب نے عربی متن شامل کرنے پہ اصرار کیا اور مزید تفصیل سے لکھنے کیلئے حکم فرمایا۔ ان میں خصوصی طور پہ میرے انتہائی مخلص ساتھی جناب صید احمد صاحب اور جناب معراج دین سیفی صاحب شامل ہیں۔

میں نے اللہ رب العزت کی توفیق سے ''برکات ایصال ثواب'' کے نام سے موسوم دو سو چھپن صفحات پہ مشتمل کثیر دلائل کے ساتھ کتاب تحریر کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اس میں بعض اہم موضوعات کو شامل کیا ہے۔ کتاب کو قرآن و احادیث، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہاء، محدثین و مفسرین، اولیاء کرام، اکابرین علماء

اہلسنت' علماء دیوبند اور اہلحدیث حضرات کے اکابرین اور مفتیان کرام کی آراء و
تحقیقات کی روشنی میں ترتیب دینے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ عمومی طور پہ جن مسائل
کو متنازعہ بنایا جاتا ہے اور ان کی آڑ میں انکار کیا جاتا ہے اور خصوصاً قرآن کریم کی وہ
آیات جن کی روشنی میں ایصال ثواب ممنوع قرار دیا جاتا ہے میں نے انہیں منکرین
ایصال ثواب کے اکابرین کی روشنی میں وضاحت سے بیان کیا ہے اور ہر مسئلہ پہ امت
مسلمہ کے متفق ہونے پہ دلائل دیئے ہیں۔ جن سے انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

علماء کرام نے اس کتاب کو بہت سراہا خصوصاً حضرت علامہ غلام نصیر الدین
چشتی صاحب مدظلہ العالی مدرس جامعہ نعیمیہ نے خصوصی شفقت فرماتے ہوئے تفصیلی
طور پہ کتاب پہ بھرپور اظہار خیال فرمایا جس پر میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا
ہوں۔ میرے استاد محترم حضرت مفتی محمد عبدالعلیم القادری کراچی نے تقریظ تحریر
فرمائی۔ علامہ مفتی صاحبزادہ محمد فیض احمد قادری صاحب نے تفصیلاً مطالعہ فرمایا اور
اپنے حسین مشوروں سے نوازا۔

اس کتاب کی اشاعت میں میرے بعض احباب نے بھی بھرپور تعاون فرمایا
جن میں محترم جناب عبدالواحد صاحب' جناب مرزا محمد حنیف صابری صاحب' جناب
ڈاکٹر محمد ریاض صاحب' جناب محمد اسلم صاحب' جناب نعمت علی صابری صاحب' جناب
پروفیسر سہیل شہباز صاحب' جناب سلیم صاحب' جناب ملک محمد یوسف صاحب' جناب
حاجی عبداللہ مغل صاحب' جناب الطاف صاحب' جناب حاجی محمد امین صاحب' کمہار
ملزوالے۔ خصوصی سرپرستی اور معاونت فرمانے والوں میں محترم جناب صید احمد صاحب
اور معراج دین سیفی صاحب شامل ہیں۔ کتاب کی تحریر و ترتیب کے دوران صید احمد
صاحب کا کردار بڑا مثالی رہا عمر پیری میں بھی انہوں نے مجھے متحرک رکھا اور لکھنے کیلئے
ہر قسم کی سہولت پہنچانے کیلئے بڑا اہم کردار ادا کیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنے ان تمام احباب و معاونین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی کاوشوں سے
یہ کتاب منظر عام پر آسکی۔ اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ جن حضرات نے
بھی اس کار خیر میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کے طفیل انہیں دارین میں
عزتیں عطا فرمائے۔ مجھے اور میرے تمام دوستوں کو مزید اسلام کی اشاعت میں بھرپور
خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی عظیم بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے میرے
لئے اور میرے تمام معاونین کیلئے اور اسے پڑھنے والوں کیلئے ذریعہ نجات بنائے اور
حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات گرامی اور تعلیمات مبارکہ پر عمل کرنے کی توفیق
عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین ﷺ

محمد رفیق قادری رندھاوا

13 مئی 2010ء بروز جمعرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اظہارِ خیال

استاذ العلماء علامہ غلام نصیر الدین چشتی مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور

الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ و الصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین وبعدا
واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی فی مبدئی و معادی

(ایصالِ ثواب اور لطیف اندازِ بیان)

ایک مجلس میں حضرت علامہ پیر سید نصیر الدین نصیر سجادہ نشین گولڑہ شریف نے ''ایصالِ ثواب'' کے موضوع پر اپنی تقریر میں عجیب نکتہ بیان کیا فرمایا کہ

''علماء امت کی عظیم اکثریت مالی اور بدنی عبادات کا ثواب میت کو پہنچنے کی قائل ہے معدودے چند علماء اس کے انکاری ہیں (خیال رہے کہ اس کو معدودے پڑھنا ہے مودودیے نہیں) پھر فرمایا اگر کوئی شخص کسی میت کو کچھ پہنچانا چاہے تو غریبوں کو دے کر اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اللہ تعالیٰ میت کو اس شکل میں پہنچادے گا جو اس کو مناسب ہے مثلاً ہم دیارِ غیر سے پاکستان رقم بھیجتے ہیں تو ایسے بینک کو دیتے ہیں جس کا کاروبار دیارِ مغرب میں ہو اور پاکستان میں بھی بینک ہم سے ڈالروں اور پاؤنڈوں کی شکل میں لیتا ہے اور پاکستان میں روپوں کی شکل میں ادا کر دیتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کا اقتدار ہر جگہ ہے (جیسا کہ ''وسع کرسیہ السموات والارض کا ارشاد شاہد ہے) اگر اس دنیا سے مادی شکل میں لے اور اس دنیا (عالم برزخ و آخرت) میں نورانی شکل میں دے دے تو اس میں عقل کیلئے کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

(العزیز ۱۲ ایو کے شمارہ نمبر ۴ ۲۰۰۹ء)

مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶ میں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃً تلحقہ من اب او ام او اخ او صدیق فاذا لحقتہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیہا وان اللہ تعالیٰ لیدخل الی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم.

میت کی حالت قبر میں اس ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے شخص کی طرح ہوتی ہے وہ انتظار کرتا رہتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے اس کو کوئی دعا ملے اور ایسا ہے کہ جب اس کو کسی کی طرف سے دعائے خیر پہنچتی ہے تو یہ اس کیلئے دنیا بھر سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

اور بیشک زندوں کی طرف سے مرنے والوں کیلئے ہدیہ یہ ہے کہ زندہ لوگ فوت شدگان کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

یاد رہے کہ ایصالِ ثواب کے منکر معتزلہ ہیں۔

عقائد کی مسلمہ اور مستند کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔

وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتھم عنھم نفع لھم خلافاً للمعتزلۃ۔

اور زندوں کا مرنے والوں کیلئے دعائے مغفرت کرنا ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کرنا ان کے حق میں نفع بخش ہے اور معتزلہ کا فرقہ اس کے خلاف ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ نیاز اور فاتحہ

میں، کیا فرق ہے اور اس کا مستحب طریقہ کیا ہے اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے
اس کو ثواب کس طرح پہنچائے اور اس کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو کس طرح ثواب
پہنچایا جائے؟

آپ نے جواب میں فرمایا:

''مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ
کے ساتھ پہنچایا جائے' عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں اس میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی
ہے' اولیائے کرام کو جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے ''نذرونیاز'' کہتے ہیں''۔

فاتحہ (ختم شریف) کا طریقہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے۔

سورۂ فاتحہ' آیت الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص' اوّل و
آخر تین بار یا زیادہ بار درود شریف پڑھیں' اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر عرض کریں
کہ الٰہی! میرے اس پڑھنے اور ان چیزوں (کھانا' کپڑا جو بھی ہوں ان سب کو شامل
کرلے) کے دینے پر جو ثواب مجھے عطا ہوا اسے میرے عمل کے لائق نہ دے' اپنے کرم
کے لائق عطا فرما اور اسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
کی بارگاہ میں نذر پہنچا' اور ان کے آباء کرام و مشائخ عظام اور اولاد امجاد و مریدین'
میرے ماں اور باپ اور فلاں اور فلاں اور سیدنا آدم علیہ السلام سے روز قیامت تک جتنے
مسلمان ہو گزرے یا موجود ہیں یا قیامت تک ہوں گے سب کو ثواب پہنچا۔

(احکام شریعت ج ا ص ۶۷)

''برکات ایصال ثواب'' اور اس کے مصنف کا تعارف

معزز قارئین! یاد رکھیں ہر کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے مطالعہ کی اہمیت میں

آداب مطالعہ کے تحت لکھا ہے۔

آج کل پڑھنے والے عموماً یہ غلطی کرتے ہیں کہ جو کتاب دینی موضوع پر دیکھی
اس کو لے کر مطالعہ شروع کر دیتے ہیں چاہے اس میں کچھ بھی لکھا ہو اس کا لکھنے والا
خواہ کافر اور دہریہ ہی کیوں نہ ہو اور اس طرح اگر اس کا مصنف مسلمان ہے تو یہ نہیں
دیکھا جاتا کہ وہ محقق بھی ہے یا نہیں اور یہ کہ اگر وہ مسلمان ہے تو اہل بدعت اور اہل ہوا
میں سے تو نہیں؟ بخدا باطل مذہب اور باطل مسلک والوں کی کتابیں پڑھنا بہت مضر
اور نقصان دہ ہے۔ عوام تو رہے ایک طرف بعض علماء پر بھی اس کا برا اثر پڑ سکتا ہے۔
اگر مناظرہ وغیرہ کی غرض سے کبھی بدمذہبوں کی کتب دیکھنا پڑ جائیں تو بقدر ضرورت
ہی دیکھیں اس سے تجاوز نہیں ہونا چاہیے۔

لہٰذا الغرض خیرخواہی عرض یہ ہے کہ صرف اور صرف محققین کی تصانیف کا مطالعہ
کریں اور وہ بھی کسی ایسے عالم کے مشورہ کے بعد جو عقائد اور اعمال میں اہلسنت و
جماعت مسلک پر قائم اور کاربند ہو۔

بغیر تحقیق کے ہر کتاب کا مطالعہ کرنے کے بہت سے نقصانات ہیں مثلاً کسی غلط
بات کو صحیح سمجھ کر عقیدہ یا عمل کو برباد کر بیٹھنا ہے۔

۲) بعض اوقات ایک شخص کو معلوم ہوتا ہے کہ فلاں نظریہ غلط ہے مگر مصنف کا
انداز بیان پر فریب تلبیس آمیز اور دلکش ہوتا ہے جس سے پڑھنے والا اس سے متاثر ہو
جاتا ہے نتیجتاً قاری اپنے پہلے اعتقاد اور نظریہ کو ضعیف اور غیر اہم سمجھ کر اس نئے نظریہ کو
صحیح سمجھنے لگتا ہے جو درحقیقت غلط ہوتا ہے۔

اور بعض اوقات قاری اس غلط عقیدے کو پوری طرح قبول تو نہیں کرتا لیکن
طرح طرح کے شکوک و شبہات اور تذبذب اور تردد کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

اور پھر وہ اس کے بعد علماء کرام سے اپنے شکوک و شبہات کے ازالے کیلئے

سوالات کرتا ہے لیکن بعض اوقات مسئلہ کی نوعیت انتہائی دقیق اور عمیق ہونے کی وجہ سے وہ اس کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے اور وہ مسئلہ کو غامض اور دقیق ہونے کی وجہ سے سمجھنے کی استعداد اور قابلیت نہیں رکھتا اس لئے فضول اور لایعنی سوالات کر کے دوسروں کو پریشان کرتا ہے اور بعض اوقات جواب دینے والوں کو جواب سے عاجز سمجھ کر ان کے علم اور اخلاق کے بارے میں بدگمانی کرنے لگتا ہے اور ان پر تنگ ظرف ہونے کا الزام دھر دیتا ہے۔

اس لئے قارئین! آپ سے گزارش ہے کہ آپ ہمیشہ مطالعہ صرف محققین کی کتابوں کا فرمایئے گا۔

زید، عمرو، بکر کی تصنیف کا مطالعہ ہرگز نہ کرنا شروع کر دیا کریں کیونکہ آج کل آزادی کا زمانہ ہے بلکہ ذہنی آوارگی کا دور ہے ہر شخص جو جی چاہتا ہے لکھ ڈالتا ہے اس لئے کتاب پڑھنے سے پہلے اس کے مصنف کا مکمل تعارف پڑھ لیا کریں کہ کون ہے اس کا نام و نسب کیا ہے اس نے تحصیل علم کن اساتذہ سے کی ہے اس کا عقیدہ و مسلک کیا ہے اس کا اپنا ذاتی عمل و کردار کیسا ہے اس لئے ہم کتاب برکات ایصال ثواب پر تبصرہ اور اس کی اہمیت و افادیت پر اظہار خیال سے پہلے اس کے مصنف کا تعارف کرانا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ اس سے کتاب کی قدر و قیمت اور اہمیت اور افادیت ثابت ہو سکے تو لیجئے پڑھیے اس کتاب کے مصنف کا تعارف

مختصر حالات زندگی

محمد رفیق قادری بن چوہدری دین محمد رندھاوا ۲۱ جون ۱۹۷۱ء کو ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو کے ایک شہر چوک سرور شہید کے مضافاتی چک نمبر ۵۴۶ T.D.A میں جاٹ خاندان کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

پرائمری تعلیم اپنے قریبی چک نمبر ۵۴۹ کے پرائمری سکول میں حاصل کی۔ قاری عبدالرشید صاحب سکول ٹیچر تھے اور سکول کے اوقات کے بعد وہ طلباء کو قرآن کریم کی تعلیم بھی دیتے تھے ان سے قرآن کریم ناظرہ اور بعض سورتیں حفظ کیں۔ اسی دوران حفظ قرآن کریم کا شوق پیدا ہوا اور آپ کی پھوپھی فیصل آباد لے آئیں وہاں ڈی ٹائپ کالونی کی جامع مسجد محمدی میں حافظ شیر محمد صاحب سے قرآن کریم حفظ کیا۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد میں منزل سنائی اور وہیں سے ۱۹۸۲ء میں دستار حفظ حاصل کی۔

درس نظامی

درس نظامی کی تعلیم کیلئے ۱۹۸۴ء میں کراچی تشریف لے گئے اور دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ موقوف علیہ تک اسی ادارے میں تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ میں جن اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) شیخ الحدیث مفتی عبدالسبحان قادری (۲) مفتی عبدالعلیم قادری (۳) مفتی محمد یعقوب قادری (۴) مفتی محمد فاروق قادری (۵) علامہ خواجہ محمد احمد افغانی نقشبندی (۶) شیخ الحدیث والفقہ علامہ سید محمد جعفر شاہ بلند کوٹی (۷) مولانا عبدالعزیز

دورۂ حدیث

۱۹۹۲ء میں جامعہ نعیمیہ فیڈرل بی ایریا کراچی سے دورہ حدیث کیا۔ دورہ حدیث کے اساتذہ کرام۔

۱) جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ

۲) شیخ القرآن والحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

۳) پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی مرکزی چیئرمین رویت ہلال کمیٹی

۴) مفتی جمیل احمد نعیمی

۵) مفتی سید مبارک حسین شاہ

عامہ،خاصہ،عالیہ اور الشہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ کے امتحانات تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت پاس کئے۔۱۹۹۲ء کو جامعہ نعیمیہ میں جلسہ دستار فضیلت کے موقع پر کثیر علماء کرام کی موجودگی میں جبہ و دستار اور سند عطا کی گئی۔

دورۂ تفسیر القرآن اور عربی فاضل

۱۹۸۶ء میں فیض ملت شیخ القرآن والحدیث علامہ محمد فیض احمد اویسی صاحب سے جامعہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی سے دورہ تفسیر القرآن پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۸۹ء کو عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

عصری تعلیم

دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا سلسلہ بھی مسلسل جاری رہا۔۱۹۸۸ء میں کراچی بورڈ کے تحت میٹرک کا امتحان پاس کیا۔۱۹۹۵ء میں یونیورسٹی آف جامعہ کراچی سے ایم اے اسلامک اسٹڈیز کا امتحان پاس کیا۔

تدریس

تدریس کا سلسلہ دوران تعلیم ہی شروع کر دیا تھا۔تعلیم سے فراغت کے بعد باقاعدہ تدریس کے فرائض بتدریج جامعہ حنفیہ رضویہ کراچی اور جامعہ غوثیہ طفیلیہ کراچی میں انجام دیئے جس میں صرف،نحو،فقہ،حدیث اور ترجمۃ القرآن اور تفسیر کی تدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔۱۹۹۸ء میں چوک سرور شہید میں اسلامک اکیڈمی قائم کی اور ایک سال تک اس میں درسی کتب کی تدریس کی۔

تبلیغ دین اور خطابت

زمانہ طالب علمی سے ہی تبلیغی سلسلہ شروع کر دیا تھا اور شاہ فیصل کالونی کراچی میں مختلف مقامات پہ دروس قرآن اور محافل ذکر کے کئی سلسلے شروع کئے۔ اکثر پروگرام جناب صوفی ظہور اقبال نقشبندی کی بھرپور کاوشوں کے نتیجے میں ان کی زیر قیادت منعقد ہوتے۔ ان پروگراموں میں نوجوانوں کی اسلامی تربیت کیلئے ذکر و صلوٰۃ وسلام کی اہمیت،نماز کی پابندی،اصلاح عقائد واعمال اور اخلاقیات پر خصوصی دروس دیئے جاتے۔ کئی سال تک جامع مسجد نور محمدی اور عمر مسجد گولڈن ٹاؤن میں خطبہ جمعہ دیا۔

انجمن محبان اسلام و محدث اعظم پاکستان اکیڈمی کا قیام

بھرپور اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت کیلئے دوستوں کی مشاورت سے ''انجمن محبان اسلام'' کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے علامہ رندھاوا صاحب ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ''فہم قرآن کریم کورس'' کیلئے محدث اعظم پاکستان اکیڈمی' کی ۱۹۹۰ء میں بنیاد رکھی گئی۔اس اکیڈمی کے تحت کئی مقامات پر ترجمہ قرآن اور تفسیر کا سلسلہ شروع کیا گیا اور بنیادی دینی مسائل کو عام لوگوں تک پہنچانے کیلئے نوجوانوں کو دعوت دی گئی۔ اور اس اکیڈمی کے تحت کئی چھوٹے رسائل بھی شائع کیے گئے۔ اس اکیڈمی کی سرپرستی فرمانے والوں میں سے مفتی محمد فیض احمد قادری،علامہ قاری محمد عابد،علامہ محمد اسمٰعیل چشتی،مولانا عبداللہ کامل،جناب محمد توفیق خاں ایڈووکیٹ اور مولانا صاحبزادہ علی احمد قادری کے اسماء گرامی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ صاحبزادہ علی احمد قادری نے اپنے دوست و احباب کے تعاون سے مکتبہ حنفیہ رضویہ کے تحت بھی علامہ رندھاوا مدظلہ کے کئی رسائل شائع فرمائے۔

انجمن طلباء سبحانی

علامہ رندھاوا مدظلہ دار العلوم قادریہ سبحانیہ کے طلباء کی بزم ''انجمن طلباء سبحانی'' کے دو سال تک جنرل سیکرٹری اور تین سال تک صدر رہے۔

انجمن عاشقان رسول ﷺ

تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ حنفیہ رضویہ میں تدریس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ حضرت علامہ مفتی محمد طفیل نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابرین اہلسنت گرین ٹاؤن کراچی کی معاونت سے انجمن عاشقان رسول ﷺ کی بنیاد رکھی۔ علامہ مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد اس انجمن کی سرگرمیاں ختم کردی گئیں تھیں۔ اس انجمن کو نئے سرے سے متحرک کیا گیا اور اس کے صدر کیلئے علامہ رندھاوا صاحب کو منتخب کیا گیا۔ تاحال اس کے صدر کی حیثیت سے اس کی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

شمع حسینی جامعہ فاطمیہ رضویہ للبنات

کراچی سے واپسی پر سب سے پہلے چوک سرور شہید میں بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم وتربیت کیلئے ۱۹۹۸ء میں ''اسلامک اکیڈمی'' کے نام سے اکیڈمی قائم کی۔ جب تعداد زیادہ ہوگئی تو ایک عظیم ادارے ''شمع حسینی جامعہ فاطمیہ رضویہ للبنات'' کی بنیاد رکھ دی گئی اور تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان سے اس کا الحاق بھی کروایا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اب اس جامعہ میں دوسو کے قریب بچیاں قرآن کریم حفظ و ناظرہ، تجوید وقرأت اور درس نظامی پڑھ رہی ہیں جنہیں خواتین اساتذہ پڑھا رہی ہیں۔ اور باجی ناصرہ حسین صاحبہ اس کی نظامت کا فریضہ ادا کر رہی ہیں۔ یہ ادارہ علامہ صاحب کی زیرنگرانی وزیرقیادت خدمت اسلام سرانجام دے رہا ہے اور اس کی خصوصی طور پر جناب محمد حسین صاحب سرپرستی فرمارہے ہیں۔

لاہور آمد

دسمبر ۱۹۹۹ء میں لاہور میں جناب حاجی محمد لطیف صاحب اور حاجی محمد مشتاق صاحب کے اصرار پہ تشریف آوری ہوئی۔ اس دوران پیر طریقت صاحبزادہ غلام صدیق نقشبندی چیف آرگنائزر جماعت اہلسنت پاکستان کی خواہش اور حکم سے گجرات جامعہ مسجد گلزار مدینہ میں خطبہ جمعہ کے فرائض انجام دینے لگے۔ (جہاں کسی وقت میں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی مختار احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے) تقریباً ساڑھے چھ سال گجرات میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔ اب جامع مسجد محبوب مصطفیٰ ﷺ اور جامع مسجد الموہڑوی باغبانپورہ میں دو مقامات پہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے ہیں۔ لاہور میں کئی مقامات پر درسِ قرآن کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ خصوصاً جامع مسجد حاجی فیروز دین اور جامع مسجد عثمانیہ درس میاں قربان علی شالیمار ٹاؤن اور جامع مسجد محبوب مصطفیٰ ﷺ میں اور ہر اتوار کو بعد نماز مغرب رہائش گاہ پر درس قرآن اور ذکر ودرود کی محفل منعقد ہوتی ہے جس میں درسِ قرآن کی محفل سے علامہ صاحب خطاب فرماتے ہیں۔

جامعہ فیض الاسلام

لاہور میں دیگر مذہبی سرگرمیوں کے علاوہ اسلامی تعلیمات کے فروغ کیلئے جامعہ کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کوشش کی گئی تو آپ کی تحریک پہ جناب حاجی محمد امین صاحب اور حاجی زاہد جاوید صاحب کے تعاون سے جامعہ فیض الاسلام کے نام سے ایک عظیم الشان عمارت تعمیر ہوچکی ہے اور انشاء اللہ جلد ہی اس میں تعلیم کا آغاز کر دیا جائے گا۔ اس جامعہ کا سنگ بنیاد اسلامی مفکر وشہید اسلام ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور وناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان) اور جگر

گوشہ سلطان العارفین حضرت پیر طریقت علامہ سلطان فیاض الحسن قادری سروری مدظلہ العالی سرپرست اعلیٰ عالمی دعوت اسلامیہ اور سلطان باہو ٹرسٹ نے کثیر علماء کرام کی موجودگی میں اپنے دستِ اقدس سے رکھا۔

بیعت

۱۹۸۳ء میں جامعہ رضویہ میں دورانِ تعلیم بارہ سال کی عمر میں جگر گوشۂ محدث اعظم پاکستان پیر محمد فضل رسول حیدر رضوی مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

تصانیف

زمانہ طالب علمی سے ہی مختلف اخبارات و رسائل میں مضامین کا سلسلہ شروع ہوا اور دورِ طالب علمی میں ہی کئی رسائل تصنیف کئے گئے۔ بعض کتب و رسائل کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) حقوق والدین ۲) کیا یا رسول اللہ ﷺ کہنا جائز ہے؟
۳) برکاتِ رمضان المبارک ۴) ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت
۵) برکاتِ مسواک اور طب جدید ۶) شیخ اور بیعت کی اہمیت وضرورت
۷) تذکرہ مفتی اعظم (مفتی طفیل نقشبندی) ۸) حیاتِ سبحانی
۹) برکاتِ شب قدر واعتکاف ۱۰) فرقہ پرستی حقائق کی روشنی میں
۱۱) برکاتِ ایصالِ ثواب جو کہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

معزز قارئین! کتاب ''برکاتِ ایصالِ ثواب'' کے مصنف کے سوانح حیات کا آپ نے مطالعہ فرمایا آپ نے دیکھا کہ مصنف علامہ محمد رفیق قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ قدیم وجدید علوم سے ماشاءاللہ بہرہ ور ہیں آپ نے جہاں مروجہ علوم

عالیہ درس نظامی کا آٹھ سالہ نصاب مکمل کر کے الشہادۃ العالیہ مساوی ایم اے عربی و اسلامیات کا امتحان پاس کیا اور ڈبل ایم اے کی ڈگری حاصل کی ہے اس کے ساتھ السنہ شرقیہ میں آپ ایم او ایل (فاضل عربی) ماسٹر آف لینگویج کی ڈگری کے حامل ہیں اور علوم عصریہ میں آپ ایم اے اسلامک اسٹڈیز آف کراچی یونیورسٹی کی ڈگری کے بھی ہولڈر ہیں اور سب سے بڑی بات کہ آپ حافظ القرآن بھی ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کے کرم سے آپ کو یہ اعزاز اور شرف حاصل ہے کہ آپ نے اپنے دور کے بے مثال اور بے بدل اساتذہ کرام سے کسب فیض کی سعادت حاصل کی جو بڑی خوش نصیبی کی بات ہے جیسا کہ آپ کے تفصیلی حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ علامہ حافظ محمد رفیق رندھاوا مدظلہ العالی کو مفسر قرآن بے نظیر تفسیر تبیان القرآن کے مصنف اور شارح صحیحین (بخاری ومسلم) حضرت علامہ غلام رسول سعیدی دامت برکاتہم العالیہ (۲) جسٹس مفتی سید شجاعت قادری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت علامہ مولانا مفتی منیب الرحمٰن چیئرمین رؤیت ہلال کمیٹی' علامہ مفتی جمیل احمد نعیمی بانی انجمن طلبہ اسلام اور شیخ الحدیث مفتی عبدالسبحان قادری اور حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعلیم قادری جیسے جلیل القدر شیوخ اور ماہر اساتذہ کرام کا شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے اور عقیدہ اہلسنت اور مسلک بریلوی میں تصلب اور پختگی کیلئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ آپ ماشاءاللہ حضرت محدث اعظم پاکستان قبلہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ العزیز کے صاحبزادہ عالیشان حضرت پیر محمد فضل رسول رضوی دامت فیوضہم العالیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔

معزز قارئین! حضرت علامہ محمد رفیق رندھاوا مدظلہ العالی کی کتاب ''برکات ایصال ثواب'' کی محض فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس کتاب کے مرتب فرمانے میں بڑی محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے اور بڑی محنت

سے مواد جمع کیا ہے موصوف نے قرآن مجید کی آیات، احادیث و آثار تفاسیر کے حوالہ جات ائمہ اور فقہاء امت کے اقوال وارشادات کی روشنی میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

ایصال ثواب کی تحقیق اور ایصال ثواب کی تمام صورتوں کا مدلل ثبوت ایصال ثواب کے طریقوں کا بیان ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دعا کے آداب، تیجہ، ساتواں، چالیسواں، ختم قرآن مجید، قل خوانی، عرس اور گیارہویں شریف سب عنوانات پر تفصیل سے لکھا ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ اہلسنّت و جماعت کے چاروں مسالک فقہاء احناف فقہاء شافعیہ فقہاء مالکیہ حنابلہ دیگر فقہاء و اولیاء کرام کے ذکر کے ساتھ غیر مقلدین اور دیوبند اکابر علماء کی کتب سے بھی ایصال ثواب کے ثبوت میں حوالہ جات درج کر دیے ہیں۔ بہرحال مجموعی طور پر اپنے موضوع پر قابل ستائش اور لائق تحسین کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب کتاب کو جزاء خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبولیت عامہ سے مشرف فرمائے اور عوام وخواص کیلئے مفید بنائے اور اس کے لکھنے والے اور اس کی طباعت واشاعت میں کسی بھی طریقے سے تعاون فرمانے والے کے علم وعمل جان مال و عزت زندگی اور صحت میں برکتیں ڈالے۔

جناب رفیق ملت! آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ آپ کی اگلی تصنیف کسی نئے اور اچھوتے موضوع پر جلد منظر عام پر آئے گی۔ ان شاء اللہ حسبنا اللّٰہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

اللہ حافظ

آپ کا خیر اندیش

غلام نصیر الدین

جامعہ نعیمیہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

پیر طریقت رہبر شریعت مفتی محمد عبد العلیم القادری

دار العلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

حامدا و مصليا! ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولاتجعل فى قلوبنا غلاً للذين اٰمنوا ربنا انك رؤف رحيم۔ (الحشر۱۰)

ہمارے رب بخشش فرما ہماری اور ہمارے ان بھائیوں کی جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ چلے گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان کیلئے بغض و کینہ نہ بنا۔ ہمارے رب بیشک تو نہایت رحم فرمانے والا مہربان ہے۔

مسلمان جب نیک عمل کرتا ہے وہ صدقے کی صورت میں ہو یا نماز کی صورت میں ہو یا کوئی بھی صورت عمل صالح کی ہو۔

تو وہ اللہ تعالیٰ جو مالک ہے۔ خالق بھی ہے، رازق بھی ہے۔ جس طرح اس نے اپنے بندوں کو دیگر اختیار کے ساتھ تخلیق فرمایا۔ اسی طرح وہ بندۂ مومن کو عمل صالح کے ثواب کا مالک بنا دیتا ہے۔

اب اگر وہ بندۂ مومن اس ثواب کو انبیاء و صلحاء اور عام مومنین کی ارواح کو ایصال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور یہ ایصال کرنا جائز ہے اس میں کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔

اور اللہ رب العزت کا احسان عظیم اس میں یہ بھی ہے کہ وہ اس بندۂ مومن کے عمل صالح کے ثواب کو اس مومن کے نامۂ اعمال سے ختم نہیں فرماتا بلکہ وہ مومن جتنے لوگوں کی روح کو اس عمل کا ایصال ثواب کرتا ہے۔

اللہ ہر ایک کے بدلے اس شخص کو ثواب عطا فرماتا ہے مثلاً ایک شخص نے ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر ایک لاکھ مسلمانوں کی ارواح کو ایصال کیا تو اللہ رب العزت اسے بھی ایک لاکھ مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔

اس مثال کو روزہ اور حج کے بدل سے سمجھنا نہایت آسان ہے۔

مولانا محمد رفیق رندھاوا جو کہ دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی کے فضلاء میں سے ہیں اور آپ کا نہایت خوبصورت انداز تصنیف ہے۔

مولانا محمد رفیق رندھاوا کی کتاب "برکاتِ ایصالِ ثواب" کے چیدہ چیدہ مضامین پڑھنے کا موقعہ ملا۔ آپ نے مدلل انداز میں مسائل ایصالِ ثواب اور برکاتِ ایصالِ ثواب پر تحریر فرمایا۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت مولانا کی عمر، علم، عمل میں برکات عطا فرمائے۔ اللہ رب العزت مولانا کی تالیفات و تصنیفات کو فیضِ عام بنائے۔

امین بجاہ النبی الکریم علیہ السلام۔

مفتی محمد عبدالعلیم القادری
دارالعلوم قادریہ سبحانیہ
شاہ فیصل کالونی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ○

ایصالِ ثواب کی حقیقت

اسلامی تعلیمات میں ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے۔ چاہے ایصالِ ثواب مالی عبادت کا ہو یا بدنی عبادت کا یا ان دونوں کے مجموعے یعنی مرکب عبادت کا۔ اسی طرح یہ ایصالِ ثواب کسی عمل خیر فرض یا واجب کا ہو یا سنت و مستحب اور مباح کا ہو دعا و استغفار کی جائے یا صدقہ وخیرات، غرض یہ کہ جس عمل کو بھی انسان ادا کرتا ہے اور اس کے ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا ہے اس کا ثواب کسی کو بھی بخشا جا سکتا ہے چاہے کوئی زندہ ہو یا وصال کر چکا ہو۔ مگر اس کیلئے شرط یہ ہے کہ جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہو وہ مسلمان ہو کافر نہ ہو۔ ایصالِ ثواب اپنے لئے بھی باعث رحمت ہے اور جنہیں کیا جا رہا ہے ان کیلئے بھی باعث نجات و مغفرت ہے۔ اس کیلئے شامی کے الفاظ بڑے جامع ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

وفی البحر من صام او صلّٰی او تصدق وجعل ثوابہ لغیرہ من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابھم الیھم عند اھل السنۃ

اور بحر الرائق میں ہے کسی نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا صدقہ دیا اور اس کا ثواب کسی مردہ یا زندہ کو بخشا تو جائز ہے۔ اور اہلسنّت کے نزدیک اس کا ثواب ان

والجماعة كذا في البدائع ثم قال وبهذا علم انه لافرق بين ان يكون المجعول له ميتا او حيا والظاهر انه لافرق بين ان ينوى به عند الفعل للغير او يفعله لنفسه ثم بعد ذالك يجعل ثوابه لغيره لاطلاق كلامهم وانه لافرق بين الفرض والنفل.
(شامی ج ا ص ۸۴۴)

لوگوں کو پہنچے گا۔ اسی طرح بدائع میں ہے۔ پھر کہا اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں کوئی فرق نہیں ہے کہ جس کو ثواب بخشیں وہ مردہ ہو یا زندہ اور اس میں بھی فرق نہیں کہ کام کرتے وقت اسے غیر کی نیت سے کیا جائے یا اپنے لئے کریں اور اس کے بعد اس کا ثواب دوسرے کو بخشیں۔ اس لئے کہ ان کا کلام مطلق ہے اور اس بارے میں فرض اور نفل میں بھی کوئی فرق نہیں۔

ایصال ثواب کا ثبوت قرآن کریم، احادیث طیبات، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، آئمہ مجتہدین و محدثین، فقہا وعلماء متقدمین ومتاخرین اور اولیاء کرام سے صراحتاً ملتا ہے۔ نیز اہلسنت و جماعت کے چاروں مسلک حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے اماموں، علماء اور فقہاء سے ایصال ثواب کے جواز و استحباب کی تصریح کے علاوہ علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث کی کتب سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ گویا کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے اس کے جواز پر دلائل پیش خدمت ہیں۔

قرآن مجید سے ایصال ثواب کا ثبوت

قرآن کریم میں کئی آیات ایصال ثواب کے جواز کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مومن کی دعائے استغفار سے دوسرے مومنوں کو فائدہ ہوتا ہے کیونکہ رحمت و مغفرت کی دعا کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی دعائیں مانگتے رہے۔ اور مومنوں کو بھی دعائیں مانگنے کا حکم

ارشاد فرمایا۔

اپنے بھائی کیلئے دعائے مغفرت

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو مومن ہیں وہ اپنے سابقہ فوت شدہ مومن بھائیوں کی بخشش و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ. (سورہ حشر ۱۰)

اور وہ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کیلئے دعائے مغفرت کرنے والوں کا ذکر فرمایا۔ گویا کہ مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی کیلئے بخشش کی دعا مانگتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۷۹ میں فرماتے ہیں۔

(اس آیت کریمہ میں) وہ لوگ مراد ہیں جو ان کے بعد قیامت تک آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ لوگ اپنے لئے دعا کرتے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو ان سے پہلے ایمان لاچکے ہیں۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان ج ۶ ص ۲۱۰ میں فرماتے ہیں۔

وفي الاية دليل على ان الترحم والاستغفار واجب على المؤمنين الأخرين للسابقين منهم لاسيما لأبائهم ومعلميهم

اور آیت کریمہ (ربنا اغفرلنا) میں اس امر پر دلیل ہے کہ گذشتہ مسلمانوں کیلئے رحمت کی دعا کرنا اور مغفرت چاہنا پچھلے مسلمانوں پر واجب ہے، خصوصاً اپنے

امور الدِّیْنِ۔ آباؤ اجداد اور دینی علوم کے اساتذہ کرام کیلئے۔

جمل حاشیہ تفسیر جلالین' صاوی' حاشیہ شہاب خفاجی علی البیضاوی، قوت القلوب، شرح احیاء العلوم اور دیگر کئی تفاسیر و کتب میں مذکورہ بالا تفسیر بیان کی گئی۔

تفسیر ابن کثیر اور تفہیم القرآن میں اس آیت کی اس طرح تفسیر بیان کی گئی کہ اس آیت میں ایک اہم اخلاقی درس مسلمانوں کو دیا گیا ہے کہ کسی مسلمان کے دل میں کسی دوسرے مسلمان کیلئے بغض نہ ہونا چاہیے اور مسلمانوں کیلئے صحیح روش یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۴۰۲، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۹۵)

مفتی محمد شفیع دیوبندی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے استغفار اور دعا کرنے کا حکم دیا۔ (معارف القرآن ج ۸ ص ۳۸۱)

اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے۔

"اس میں سابقین کیلئے دعا کرنے کی ترغیب ہے اور صوفیاء کی تو یہ عادت لازمہ ہے اپنے سلف کیلئے دعا اور ایصال ثواب کرنے کی"۔ (مسائل السلوک' تفسیر بیان القرآن)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

اے اللہ! (جل جلالک) اور رحمت نازل فرما ان لوگوں پر بھی جو بخوبی صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی پیروی کرنے والے ہوں اور کہتے ہوں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے۔

(تفسیر مظہری ج ۱۱ ص ۳۹۹)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

یہ آیت تمام تابعین کو شامل ہے اور قیامت تک ان کے بعد آنے والے مسلمانوں کو۔ (تفسیر تبیان القرآن ج ۱۱ ص ۸۲۷)

تفسیر خزائن العرفان میں صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی تحریر فرمایا۔

ثابت ہوا کہ ایمان والوں کا اپنے سابقہ (فوت شدہ) ایمان والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرنا ایمان کی علامت ہے۔

سید امیر علی تفسیر مواہب الرحمٰن میں لکھتے ہیں کہ شاید نکتہ یہ ہے کہ جب تو ان کیلئے استغفار کرے گا تو ان کے طفیل سے اللہ تعالیٰ تیرے گناہ بخشے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام اور دعائے مغفرت

حضرت سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں جس انداز میں مغفرت کی دعا کی وہ الفاظ اس طرح تھے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (نوح ۲۸)

(حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی) اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے سب سے پہلے اپنے لئے دعا کی اس لئے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ انسان سب سے زیادہ خود مغفرت کا محتاج ہے۔ اس کے بعد اپنے والدین کیلئے دعائے مغفرت کی' کیونکہ اللہ کے بعد سب سے زیادہ احسان اس کے والدین کا ہے۔ اس کے بعد تمام مومنین کیلئے دعا کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے دعا کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے والدین کیلئے اس لئے دعائے مغفرت فرمائی کہ وہ صاحبان ایمان تھے موحد تھے اور مومن تھے۔

منافقین ومشرکین اور کافروں کیلئے بخشش کی دعا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں اس وقت تک ان کی ہدایت کیلئے دعا کی جا سکتی ہے اور دعا کرنی بھی چاہیے۔ اور جب یہ لوگ مرجائیں تو پھر ان کیلئے ہرگز دعا نہیں مانگنی چاہیے۔ کیونکہ مرنے کے بعد کافروں، مشرکوں اور منافقوں کیلئے دعا کرنا اور کروانا دونوں حرام ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کا دعا مانگنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایک بندے کی استغفار طلب کرنے سے دوسرے کو نفع پہنچتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

دعاء لجميع المومنين والمومنات وذالك يعم الاحياء منهم والاموات ۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۴۲۸)

تمام مومن مردوں اور عورتوں کیلئے دعا ہے اور یہ دعا زندوں اور مردوں سب کو شامل ہے۔

غور فرمائیے! اگر نوح علیہ السلام کا عقیدہ یہ ہوتا کہ زندوں کی دعا سے مرنے والوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو وہ یہ دعا ہرگز نہ مانگتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور والدین کیلئے مغفرت کی دعا

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنے لئے اپنے والدین کیلئے اور تمام مومنوں کی بخشش کیلئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں دعا کی۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ (ابراہیم ۴۱)

اے ہمارے رب مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس

دن حساب قائم ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والدین کی مغفرت کی دعا مانگنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مومن اور موحد تھے۔ جو انداز سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمانے کا اپنایا بعینہٖ یہی انداز حضرت نوح علیہ السلام نے اپنایا تھا۔ یعنی پہلے اپنی مغفرت کی دعا اس کے بعد اپنے والدین کیلئے اور پھر مومنوں کیلئے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین معاذ اللہ کافر تھے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ مومن تھے اگر کافر ہوتے تو ابراہیم علیہ السلام ان کی بخشش کی دعا کبھی بھی نہ مانگتے۔

قرآن کریم میں آپ کے ایک چچا کا ذکر ہے جو کہ بت پرست بھی تھا اور بت گر بھی تھا۔ اس کا نام آزر تھا۔ آپ نے اسے بڑی تبلیغ کی مگر وہ ایمان نہ لایا۔ قرآن کریم نے اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے لفظ ''اَب'' سے بیان فرمایا ہے جس سے اصل شبہ لاحق ہوتا ہے۔ ''اَب'' کا لفظ باپ، چچا، تایا، دادا کیلئے استعمال ہوتا ہے اور جب سگے والد کا ذکر کرنا مقصود ہو تو اس کیلئے لفظ والد عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ مفسرین نے بھی اس کی یہی توضیح فرمائی ہے۔ جیسا کہ تفسیر مظہری میں بھی ہے۔

اگر آپ مغفرت کی دعا مانگنے والی آیت مقدسہ کی تلاوت فرمائیں تو بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں ''وَالِدَیَّ'' کا لفظ استعمال کیا گیا جس سے مراد چچا نہیں بلکہ حقیقی والدین مراد ہیں۔ آپ کے سگے والد کا نام تارخ اور والدہ کا نام حضرت متلی بنت نمر رضی اللہ عنہا ہے اور یہ دونوں موحد مومن تھے اور ان کیلئے بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور یہ دعا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کے بعد فرمائی۔

صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں کہ

ہمارے اصحاب نے اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافر نہیں تھے۔ (مجمع البیان ج ۵ ص ۳۱۹)

آپ اپنے چچا کیلئے دعائے مغفرت کس طرح کر سکتے تھے جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (التوبہ ۱۱۴) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گئے۔

استغفار فقط مومن کیلئے ہو سکتی ہے کافر کیلئے نہیں جب آپ پر وحی نازل ہوئی کہ آزر کا خاتمہ کفر پر ہوگا اور وہ کفر پر ہی مر گیا تو آپ نے اس کیلئے دعائے مغفرت بند کر دی اور دل سے بیزار ہو گئے کہ کافر سے بیزاری چاہیے اگر چہ وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔

کئی مفسرین نے بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کے مومن ہونے پر کثرت سے دلائل دیئے ہیں ان میں سے بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ حضرت مفسر قرآن شیخ الحدیث علامہ مفتی غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے آپ کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے۔ تفصیل کیلئے تبیان القرآن کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی کی دعائے مغفرت

ایک یہ سوال بھی ذہن میں آسکتا ہے کہ نبی تو معصوم ہوتے ہیں پھر وہ اپنی مغفرت کی دعا کیوں مانگتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی تبیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام جب اپنے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں تو اس سے مراد ترقی

درجات ہوتی ہے یا انبیاء علیہم السلام مغفرت کی دعا کر کے اپنی تواضع اور انکساری کو ظاہر کرتے ہیں اور یہ واضح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے کوئی مستغنی نہیں ہے اور جب انبیاء علیہم السلام بھی اللہ تعالیٰ سے استغفار کر رہے ہیں تو عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے کی کتنی احتیاج ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اپنے لئے دعا کی پھر اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کی اور اس میں ہم کو دعا کا طریقہ بتایا ہے کہ سب سے پہلے اپنے لئے دعا کرنی چاہیے تا کہ یہ معلوم ہو کہ میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا محتاج ہوں اور اگر وہ صرف دوسروں کیلئے دعا کرے اور اپنے لئے دعا نہ کرے تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو دعا سے مستغنی سمجھتا ہے اور اگر وہ دوسروں کے بعد اپنے لئے دعا کرے تو اس سے یہ ظاہر ہوگا کہ وہ دوسروں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ سے دعا کا کم محتاج ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن ج ۶ ص ۲۱۲، ۲۱۱)

والدین کیلئے رحم کی اپیل

اپنے والدین کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے رحم وکرم کی بھیک مانگتے رہنا چاہیے۔ حیات ہوں تو ان کی صحت وتندرستی اور ایمان کی سلامتی کی دعا مانگیں اور اگر وصال فرما گئے ہوں تو بخشش ومغفرت کی دعا مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو اپنے والدین کیلئے دعا مانگنے کا حکم بھی دیا اور طریقہ بھی بتایا۔ ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ (بنی اسرائیل ۲۴) اور یہ دعا کرنا اے میرے رب ان دونوں (ماں باپ) پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ ماں باپ کیلئے دعا کرو کہ اے اللہ ان پر رحم فرمانا جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔

جب ہم نماز میں دعائے ابراہیم پڑھتے ہیں۔ "رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ" اے ہمارے رب میری مغفرت فرما اور میرے والدین کی' تو اس حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور جب انسان اپنے ماں' باپ کیلئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرے گا تو اس کو بھی مغفرت ورحمت حاصل ہوگی یہ تو دراصل اپنے ہی حق میں رحمت اور مغفرت کی دعا ہے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

جب مسلمان بندہ اپنے مسلمان بھائی کے پس دعا کرتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے۔ تجھے بھی اس کی مثل مل جائے۔ اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور فرشتہ اس کی دعا پر آمین کہتا ہے۔ (صحیح مسلم سنن ابی داؤد تبیان القرآن ج ۶ ص ۶۹۲)

تفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۵۰۸ میں ہے۔

والظاھر ان الامر للوجوب فیجب علی الولد ان یدعوا لوالدیہ بالرحمۃ۔

اور اس آیت سے یہ بات ظاہر ہے کہ اولاد پر واجب ہے کہ والدین کیلئے رحمت کی دعا کیا کریں۔ اس لئے کہ امر وجوب کیلئے آتا ہے۔

عظمت استغفار

مفسر قرآن علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان ج ۵ ص ۱۴۸ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ اپنی رحمت باقی کے ساتھ ان پر رحم کرے۔ تم فقط اپنی رحمت فانی پر اکتفا نہ کرو۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کے ساتھ سلوک کرو۔

ابن عیینہ سے سوال ہوا کہ مردہ کی طرف سے صدقہ کرنا کیسا ہے؟ اور یہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ اس کیلئے کیا جائے گا سب اس کو پہنچے گا اور کوئی چیز استغفار سے بڑھ کر نہیں' اس لئے کہ اگر کوئی چیز استغفار سے افضل ہوتی تو

والدین کے حق میں اسی کا حکم ہوتا' اور اس کی تائید حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ جو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اپنے بندے کا درجہ بلند فرمائے گا۔ وہ بندہ کہے گا' میرے مولیٰ یہ رتبہ مجھ کو کس طرح ملا؟ ارشاد ہوگا کہ تیرے لڑکے کی استغفار کی وجہ سے۔

وفی الحدیث من زار قبر ابویہ او احدھما فی کل جمعۃ کان بارا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ہر جمعہ کے دن اپنے ماں' باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کیا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نیکوکار لکھ دیا جائے گا۔

ثابت ہوا کہ والدین کیلئے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں بھی پسندیدہ عمل ہے۔

مومنوں کیلئے فرشتوں کی دعائے مغفرت

مسلمان تو اپنے لئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہی ہیں مگر خوش بختی کا عالم دیکھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نوری فرشتے بھی اہل ایمان کیلئے رب کائنات کے حضور اسی کے حکم سے مصروف دعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّھِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَلَآ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (الشوریٰ ۵)

اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کیلئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔ سنو! بیشک اللہ ہی بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی زمین والوں کیلئے بخشش کی دعائیں کرتے

رہتے ہیں۔ اگر دعائے مغفرت کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقدس فرشتے کبھی دعا نہ کرتے۔

فرشتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ یہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ بخشش کی دعائیں صرف ہم ہی نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے فرشتے بھی کرتے ہیں۔ اس آیت میں عموم پایا جاتا ہے کہ وہ فرشتے اہل زمین کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ جبکہ زمین پہ کافر بھی ہیں تو کیا کافروں کیلئے بھی دعا کرتے ہیں جبکہ کافروں کی بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مفسرین نے لکھا کہ وہ صرف مسلمانوں کی ہی مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اس کی دلیل دوسری آیت سورۃ المومن میں وضاحت وصراحت کے ساتھ ملتی ہے۔

حاملین عرش ملائکہ کا کام

اللہ تعالیٰ دوسرے مقام پہ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (سورۃ المومن: ۷)

وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے گرد جمع ہیں وہ سب اپنے رب کی حمد کیساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کیلئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

حاملین عرش ملائکہ اپنے رب کی تسبیح بھی کرتے ہیں اور اس کی حمد وثنا بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ کن کلمات سے تسبیح بیان کرتے ہیں اس کے بارے میں ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

"سبحان ذی العزت والجبروت، سبحان ذی الملك والملكوت، سبحان الحی الذی لایموت. سبوح قدوس رب الملائكة والروح"

اللہ کی تسبیح وتحمید کے علاوہ ان ملائکہ کا دوسرا وظیفہ یہ ہے کہ وہ اہل ایمان کی مغفرت کیلئے ہر لمحہ دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مطرف بن عبداللہ نے کہا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے مومنوں کے سب سے بڑے خیرخواہ ملائکہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے مومنوں کا سب سے بڑا بدخواہ شیطان ہے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے اپنے اصحاب سے اس آیت کی تفسیر میں کہا۔

کیا لوگوں نے اس آیت کا معنی سمجھ لیا ہے؟ اس آیت سے زیادہ امید افزا اور کوئی آیت نہیں ہے بیشک اگر ایک فرشتہ بھی تمام مومنوں کی مغفرت کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ ان کو بخش دے گا۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی مغفرت کس قدر عام ہوگی جب تمام فرشتے اور حاملین عرش مل کر مومنین کیلئے استغفار کریں گے۔

خلف بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے یہ آیت سلیم بن عیسیٰ کے سامنے پڑھی۔ "وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کس قدر کریم ہے' مومنین اپنے بستروں پر سوئے ہوئے ہوتے ہیں اور فرشتے ان کیلئے مغفرت طلب کر رہے ہوتے ہیں۔

(الجامع لاحکام القرآن جز۱۵ ص ۲۶۴)

غور طلب پہلو

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تسبیح وتحمید کے ساتھ ساتھ مومنوں کیلئے دعائے مغفرت بھی کرتے ہیں۔ دعائے بخشش مانگنے والے فرشتے

ہیں اور اس کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا اور اگر ان کی دعا کا کوئی فائدہ اہل ایمان کو نہ ہوتا تو ان کا مسلمانوں کیلئے دعا کرنا بیکار ہوتا اور فرشتے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے وہ معصوم ہیں اور مامور من اللہ ہیں۔ ان کا کوئی کام بھی بیکار اور بے فائدہ نہیں ہوتا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کی عبادت یعنی دعائے بخشش کا فائدہ مسلمانوں کو ضرور پہنچے گا۔ معلوم ہوا کہ ایک کی عبادت کا دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بشرطیکہ دوسرے کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔

دعا نہ مانگنے والوں کا حشر

اللہ تعالیٰ نے دعائے مغفرت کرنے کا حکم دیا۔ فرشتے دعا کرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام دعائے مغفرت کرتے رہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی دعائے بخشش و مغفرت سے منع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے پیارے رسول اکرم ﷺ اور مومنوں کے راستے سے جدا چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کیلئے قرآن کریم میں بہت بڑی وعیدیں فرمائی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔ (النساء ۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور (تمام) مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا اور اس کو جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ کیسا برا ٹھکانا ہے۔

چونکہ دعائے مغفرت کا انکار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے طریقہ کی مخالفت ہے اس لئے یقینی طور پہ وہ اس آیت میں بیان کی گئی وعید کے مصداق ہیں جو لوگ کسی مجمع میں موجود کثیر تعداد میں دعائے مغفرت کر رہے ہوں اور

انہیں منع کیا جائے یا ان کی مخالفت کی جائے۔

دعا انسان کو عاجزی سکھاتی ہے اور دعا نہ کرنا تکبر کی علامت ہے۔ دعا عبادت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ دعا نہ مانگنے والوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ۔ (المومن ۶۰)

بے شک جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے۔ ذلیل و خوار ہو کر۔

غور فرمائیے! جو لوگ دعا سے تکبر کرتے ہیں ان کیلئے جہنم کی وعید ہے اور ایسے لوگ جو نہ خود دعا مانگتے ہوں اور نہ دوسروں کو مانگنے دیں بتائیے ان کیلئے جہنم کا کون سا طبقہ ہوگا اور قیامت کے دن ان کی ذلت و رسوائی کا عالم کیا ہوگا؟

جو لوگ اپنے رب کی بارگاہ میں دست دعا دراز کرنے کو اپنی توہین خیال کرتے ہیں ایسے مغرور اور سرکش لوگوں کو ذلیل و رسوا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا۔

اس آیت کریمہ میں عبادت بمعنی دعا کے بھی استعمال ہوا ہے اور دعا بمعنی عبادت کئی مقامات پہ وارد ہوا ہے۔ حدیث میں ہے کہ

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ (ابوداؤد، ترمذی) دعا عبادت ہے۔

دعا کا مذاق اڑانے والوں کا حال

ہمیں کئی محافل میں ایسے لوگوں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا ہے کہ جب کہیں تعزیت کیلئے گئے اور دعائے مغفرت مانگنے لگے تو ایک دو افراد ایسے بھی اکثر محافل میں دیکھے گئے ہیں کہ وہ دعائے مغفرت کرنے والوں پہ عجیب قسم کی پھبتیاں کستے ہیں اور بعض تو اپنی خبث باطنی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ ڈالتے ہیں دعا مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں کیا تمہاری دعائیں مردے کو بچا لیں گی اسی طرز کی بیشمار باتیں کرتے ہیں۔ انہیں اللہ کا خوف کرنا چاہیے۔

ہمیں دعا مانگنی چاہیے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس نے ہمیں دعائیں کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے ہمیں حکم کی تعمیل کرنی چاہیے اور جو لوگ مذاق اڑاتے ہیں پھبتیاں کستے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ قرآن کریم کی ان آیات کو بغور پڑھیں اور اپنے مکروہ عمل سے باز آجائیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ○ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ۔
(المومنون ۱۰۸،۱۰۹،۱۱۰)

(قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھنکارے ہوئے اس (جہنم) میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو بیشک میرے بندوں میں سے ایک جماعت دعا مانگتی تھی۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ تم نے ان کا مذاق اڑانا شروع کر دیا حتیٰ کہ اس مشغلہ نے غافل کر دیا تمہیں میری یاد سے اور تم ان پر قہقہے لگایا کرتے تھے۔

اس سے قبل آپ آیات کریمہ کی روشنی میں آگاہ ہو چکے ہیں کہ اپنے لئے والدین کیلئے اور تمام مومنوں کی بخشش کی دعا کرنا قرآن سے ثابت ہے اور ان میں سے کسی سے بھی منع کرنا بدبختی کی علامت ہے۔

غضب الٰہی

ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی عظیم بارگاہ میں دعائیں مانگتا ہے

اور جو دعا نہیں مانگتا اسی کیلئے فرمان مصطفیٰ ﷺ پڑھئے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يسئل الله يغضب عليه۔ (مشکوٰۃ)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ کو اس پر غضب آتا ہے۔

جو خود دعا نہ مانگے اس پر غضب الٰہی نازل ہوتا ہے اور جو دوسروں کو منع کرے اس کا کیا حال ہوگا؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (المومن ۶۰)

اور تمہارے رب نے فرمایا تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے دعا مانگو۔ جب چاہو دعا مانگو جس کیلئے چاہو مانگو اپنے لئے اپنے والدین کیلئے اپنے عزیز و اقارب کیلئے زندوں کیلئے وصال فرما جانے والوں کیلئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات قبول فرمانے والی ہے۔

دعائے مغفرت کن لوگوں کیلئے منع ہے

مسلمان اپنے مسلمان بھائی کیلئے ہر وقت دعا مانگ سکتا ہے چاہے وہ زندہ ہو یا وصال کر چکا ہو۔ اسی طرح کافر زندہ کیلئے اس کی زندگی میں ہدایت کی دعا کی جا سکتی ہے مگر اس کے مرنے کے بعد اس کی مغفرت کی دعا کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر رسول معظم امام الانبیاء علیہ السلام کو کافروں مشرکوں اور منافقوں کیلئے دعائے مغفرت کرنے سے روک دیا ہے۔

بعض مومنین نے حضور نبی کریم ﷺ سے گذارش کی کہ کیا اپنے کافر قرابت داروں کیلئے دعائے مغفرت کرنا چاہیے؟ تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب

کریم ﷺ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ (التوبہ ۱۱۳)

حضور نبی اکرم ﷺ اور ایمان والوں کی شان کے یہ لائق نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے استغفار کریں' خواہ وہ ان کے قرابت دار ہوں' جبکہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ جہنمی ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مشرکین کیلئے دعا مغفرت کرنا جائز نہیں ہے۔

منافقین کیلئے دعائے مغفرت کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو منافقین کیلئے دعائے مغفرت سے منع فرما دیا۔ کیونکہ وہ گستاخ رسول ﷺ تھے۔ جبکہ بظاہر وہ کلمہ بھی پڑھتے تھے جہاد کیلئے بھی جاتے تھے مگر تھے گستاخ رسول ﷺ۔

جب منافقین نے حضور علیہ السلام کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی وقت رئیس المنافقین اور اس کے ساتھیوں (منافقین) کے متعلق انہیں نہ بخشنے کا اعلان فرما دیا اور ساتھ وجہ بھی ارشاد فرما دی کہ یہ میرے محبوب ﷺ سے منہ موڑنے والے لوگ ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ (المنافقون ۵)

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۔ (المنافقون ۶)

ان پر ایک سا ہے آپ ﷺ ان کی معافی چاہیں یا نہ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

جب رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی نے سرور عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو کسی نے کہا برباد ہو جاؤ گے جاؤ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں جا کر ان کا دامن کرم پکڑلو اور اپنی بخشش اور مغفرت کیلئے عرض کرو۔ اس بدبخت نے کہا "ما ابالی استغفرلی او لم یستغفر" "وہ میرے لئے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں مجھے ذرا پرواہ نہیں"۔ یعنی مجھے ان کی مغفرت کی دعا کی ضرورت نہیں۔

جب اس منافق نے رسول کریم ﷺ کی بارگاہ سے بے نیازی کا اعلان کیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس منافق کو اس انداز میں دھتکارا۔ اپنے محبوب کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ (التوبہ ۸۰)

آپ ان کیلئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کیلئے ستر بار بھی بخشش طلب کریں جب بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ منافقین کی کسی صورت بخشش نہیں ہوگی کیونکہ وہ گستاخی رسول ﷺ کے مرتکب ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں۔ اگر آپ ان آیات پہ غور فرمائیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ان کی ہرگز بخشش نہیں

ہو گی یہ بھی ایک انداز محبوبانہ ہے یعنی اے محبوب ﷺ یہ ہوں تیرے گستاخ پھر انہیں بخش دیا جائے یہ نہیں ہو سکتا۔

منافق کی نماز جنازہ

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جب مر گیا تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (جو رسول اکرم ﷺ کے سچے، مخلص اور عاشق رسول صحابی تھے) نے سرور دو عالم کی بارگاہ میں عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ میرے باپ پر نماز جنازہ پڑھیں اور اپنی قمیص بھی اس کو عطا فرمائیں۔ کیونکہ وہ یہ وصیت کر کے مرا تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! آپ اس ناپاک کو اپنی قمیص بھی عطا نہ فرمائیں، اس کی نماز بھی نہ پڑھیں اور اس کیلئے استغفار بھی نہ فرمائیں۔

اس وقت تک منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت نہیں فرمائی گئی تھی۔ در پردہ حقائق کو عالم ما کان و ما یکون کی شان والے آقا خوب سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا اے عمر!

ان قمیصی لایغنی عنہ من اللہ شیئا فلعل اللہ ان یدخل بہ الفا فی الاسلام۔ (تفسیر کبیر، ضیاء القرآن)

میری قمیص اس کافر و منافق کو کچھ نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ اس کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ہزار آدمیوں کو مشرف باسلام کرے گا۔

چنانچہ اس کو قمیص بھی دی گئی اور نماز جنازہ بھی پڑھی گئی۔ نماز جنازہ کی وجہ اور آپ کے حسن خلق کی باعث اسی دن ایک ہزار منافق مشرف باسلام ہوئے جو ڈوب چکا تھا ڈوب گیا مگر ہزاروں ڈوبتے ہوؤں کو تو بچا لیا۔ منافقین نے یہ دیکھ کر کہ ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کیلئے آپ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو ان کی

آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے اور وہ دامن مصطفیٰ ﷺ سے وابستہ ہو گئے۔

اس کے بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ (التوبہ ۸۴)

اور آپ ان (منافقوں) میں سے کسی کی میت پر نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہوئے اور نافرمانی کی حالت میں ہی مر گئے۔

مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے قمیص کیوں عطا فرمائی؟ مفسرین نے اس کی کئی ایک وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب جنگ بدر میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ گرفتار کیے گئے تو ان کی اپنی قمیص پھٹ گئی تھی حضور ﷺ نے انہیں قمیص پہنانا چاہی کیونکہ عباس دراز قامت تھے۔ عبداللہ ابن ابی کا قد بھی بڑا لمبا تھا اس لئے اس کی قمیص کے سوا اور کوئی قمیص انہیں پوری نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے چاہا کہ اس کا یہ احسان دنیا ہی میں اتار دیا جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو یہ تعلیم دی کہ "واما السائل فلا تنھر" کہ کسی سائل کو نہ جھڑکیے۔ اس لئے حضور ﷺ نے اس کے سوال کو رد نہ کیا اور سب سے بڑی وجہ وہی تھی جو حضور ﷺ نے خود بیان فرمائی کہ اس قمیص کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک ہزار منافقوں کو دولت ایمان سے مالا مال فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے بڑی برکت اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہاں ایک چیز خوب ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ بدنصیب جس کا خاتمہ کفر پر ہوتا ہے اس کیلئے اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ

اس کی بخشش نہیں ہوگی اور اس کیلئے کسی کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی لیکن صاحب ایمان کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کیلئے اگر اللہ تعالیٰ کے محبوب کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھ جائیں تو مغفرت یقینی ہے۔ارشاد الٰہی ہے۔

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما۔

(اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نعمت ایمان نصیب فرمائے اور اس دنیا میں بھی اور روز حشر بھی حضور ﷺ کی شفاعت کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔آمین۔

(تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۲۴۰)

خلاصہ

قرآن کریم کی آیات اور ان کی تشریحات وتوضیحات سے ثابت ہوا کہ

۱) جو مومن ہیں وہ اپنے زندہ اور خصوصاً فوت شدہ مسلمان بھائیوں کیلئے دعا مغفرت کرتے ہیں۔

۲) اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کیلئے دعا رحمت کا حکم دیا ہے۔دعا رحمت وہی اولاد کرے گی جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رسالت پر ایمان ہوگا۔اس لئے کہ قرآن کریم ہمیں بلاواسطہ نہیں ملا بلکہ مدینہ کے تاجدار ﷺ کے واسطہ اور ذریعہ سے ملا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ جو قرآن کریم کے اس حکم پر عمل کرے گا۔اس کیلئے والدین کیلئے دعائے رحمت کرنا ضروری ہوگا۔چاہے وہ زندہ ہوں یا وصال فرما چکے ہوں۔

۳) مغفرت کی دعا اپنے لئے اپنے والدین کیلئے اور تمام مومنین کیلئے مانگنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی سنت ہے اور ہمارے پیارے نبی ﷺ کی امت کیلئے بھی یہی حکم ہے کہ انسان اپنے لئے بھی دعا کرے اور خصوصاً اپنے والدین اور تمام مسلمانوں کیلئے بھی۔

۴) دعا عبادت ہے۔معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت یعنی دعا سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو قرآن کا انکار لازم آئے گا اور اگر فائدہ نہ پہنچتا ہوتا تو اللہ تعالیٰ دعا کا حکم ہی نہ دیتا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے زندوں اور مردوں کیلئے دعا کا حکم دینا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ مرنے کے بعد بھی زندوں کی طرف سے کی جانے والی دعا کا مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

۵) قرآن کریم نے مشرکوں اور منافقوں کیلئے دعا مغفرت کرنے سے منع کیا ہے اور مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔اب ہر کسی کیلئے فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ اگر کوئی اپنے فوت شدہ بھائیوں کو دعائے مغفرت کا اہل سمجھتا ہے تو اسے ضرور دعا مانگنی چاہیے اور اگر نہیں دعائے مغفرت کے قابل نہیں سمجھتے تو نہ مانگیں۔

یہ یاد رکھیں دعا کے اہل مسلمان ہیں اور جن کیلئے دعا نہیں کر سکتے وہ کافر ومشرک اور منافق گستاخ رسول ﷺ ہیں۔

محدث العصر شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ (ان مذکورہ آیات میں) مسلمانوں کے فوت شدہ بھائیوں کیلئے دعا کا ذکر ہے اور جس طرح مسلمانوں کی دعا سے مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے دیگر نیک اعمال سے بھی مسلمان میت کو فائدہ پہنچتا ہے اور قرآن مجید کی وہ تمام آیات جن میں دوسروں کیلئے شفاعت کا ذکر ہے۔وہ ایصال ثواب کی واضح دلیل ہیں۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۵۰۰)

دعا کی اہمیت وفضیلت قرآن کریم کے علاوہ احادیث سے بھی ثابت ہے۔ تفصیلی طور پر تو آپ احادیث کے باب میں پڑھیں گے مگر یہاں پر صرف تین احادیث ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ۔ (ابوداؤد، ترمذی)

دعا عبادت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

الدعاء مخ العبادة۔ (کنزالعمال)

دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعا کی اہمیت کو نبی کریم ﷺ نے ان کلمات طیبات سے ذکر فرمایا ہے۔

الدعاء سلاح المومن وعماد الدین ونور السمٰوٰت والارض۔ (المستدرک)

دعا مومن کا ہتھیار ہے دعا دین کا ستون ہے اور زمین وآسمان اس کے نور سے منور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عظیم بارگاہ میں التجا ہے۔ یا اللہ میری، میرے والدین کی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی بخشش ومغفرت فرما۔

احادیث سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

ایصالِ ثواب کے متعلق ہمارے ہاں جتنے بھی طریقے مروج ہیں وہ سب کے سب احادیث طیبات سے ثابت ہیں۔ ان میں سے عمومی طور پر یہ طریقے پائے جاتے ہیں۔ فوت شدہ مسلمانوں کو ایصالِ ثواب کیلئے صدقہ اور خیرات کی جاتی ہے، صدقے کیلئے غلہ، آٹا، کپڑے، پانی کی سبیلیں، پھل اور نقدی رقوم وغیرہ شامل ہیں۔

اسی طرح میت کو حج وعمرہ، نوافل، قرآن پاک کی تلاوت، درود شریف، اذکار اور اوراد ووظائف کا ثواب ہدیہ کیا جاتا ہے۔ نیز بخشش کی دعائیں کی جاتی ہیں۔ ان کا اجر وثواب فوت شدگان کو بخش دینے سے ملتا ہے۔ ان تمام طریقوں کا ثبوت احادیث طیبات سے صراحۃً ملتا ہے۔

صدقہ دینے سے میت کو نفع

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔

عن عائشة ان رجلا قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسها واظنها لو تكلمت تصدقت فهل لها اجر ان تصدقت عنها قال نعم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ اچانک فوت ہو گئیں ہیں اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بات کرسکتیں تو صدقہ کرتیں اگر میں ان کی

(صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۶)

طرف سے کچھ صدقہ کر دوں تو کیا ان کو اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! (یعنی ان کو اس کا اجر ملے گا)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کو معمولی الفاظ کے اختلاف کے ساتھ دو روایتیں نقل فرمائیں اور کتاب الوصیۃ میں جو باب باندھا وہ باب بھی ایصال ثواب کے الفاظ سے ذکر فرمایا: چنانچہ فرمایا: بَـابُ وُصُوْلِ ثَوَابِ الصَّدَقَاتِ اِلَی الْمَیِّتِ میت کو صدقات کا ثواب پہنچانے کا باب مسلم شریف کی اس حدیث شریف سے پہلے جو عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اسے پڑھ کر اندازہ لگایئے کہ محدثین اور سلف صالحین اہلسنت و جماعت تھے اور ان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ مشہور محدث امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا۔

فی ھٰذا الحدیثِ اَنَّ الصدقۃَ عن المیتِ تَنفَعُ المَیِّتَ وَیَصِلُ ثَوَابُھَا. (نووی علی المسلم ص ۳۲۴ ج ا)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ میت کو نفع دیتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔

ان احادیث میں عمومی صدقہ کا سوال کیا گیا یعنی کوئی سا صدقہ بھی کر دیا اس کا نفع اور جو اجر صدقہ کرنے کے صلہ میں تمہیں ملے گا اگر اس کی نیت اپنی والدہ کو ثواب پہنچانے کی ہو تو اس کو اس کا اجر ضرور ملے گا۔

پانی کا ایصالِ ثواب

حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔

عن سعد بن عبادۃ انہ قال یارسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یارسول ﷺ سعد کی والدہ فوت ہوگئیں پس کس چیز

قال الماء فحفر بئراً وقال ھٰذہ لام سعد۔ (سنن ابوداؤد ج ا ص ۲۳۶)

کا صدقہ کرنا سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا پانی کا انہوں نے کنواں کھدوا اور کہا کہ یہ (کنواں) سعد کی ماں کیلئے ہے۔

دنیا میں والدین' عزیز و اقارب اور بزرگوں کے جو ہم پر احسانات ہیں ان کے وصال کے بعد ان سے حسن سلوک' ان کو یاد کرنے اور احسانات کا بدلہ چکانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کیا جائے۔

آج کے ہمارے اس دور میں دیہاتوں میں لوگ مسافروں کے راستوں میں واٹر پمپ لگاتے ہیں تاکہ گذرنے والے مسافر وہاں سے پانی پی کر اپنی پیاس بجھائیں اور شہروں میں ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے والدین یا دیگر عزیزوں کے ایصال ثواب کیلئے مساجد میں' گذرگاہوں پر اور جگہ جگہ ٹھنڈے پانی کیلئے الیکٹرک واٹر کولر اور سبیلیں لگاتے ہیں یقیناً یہ عمل ایصال ثواب کا باعث ہے اور اس کی اصل یہی حدیث ہے۔

جس کیلئے صدقہ یا فاتحہ اس کا نام

مذکورہ بالا حدیث سے دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جس کیلئے کوئی ایصال ثواب کرنا چاہے اس کے نام لینے اور اس کی طرف اس عمل کی نسبت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ حقیقت میں وہ چیز اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کیلئے ہوتی ہے۔ البتہ مجازاً کسی کا بھی نام لے لیا جاتا ہے اور مقصود اس سے ایصال ثواب ہوتا ہے۔

خطیب پاکستان حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت ثواب العبادات میں تحریر فرماتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

جیسے جلیل القدر صحابی فرمارہے ہیں ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ کہ یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے
یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے۔ اس سے صراحۃً [illegible]
ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ وخیرات کی جائے اگر اس
صدقہ اور خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر اس کا نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ
سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کیلئے ہے یا یہ کھانا، یا یہ نیاز صحاب
کبار یا اہل بیت اطہار یا غوث اعظم یا خواجہ غریب نواز کیلئے ہے تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا
پانی اور وہ کھانا و نیاز وغیرہ حرام نہ ہوگا ورنہ پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ اس کنوئیں کا پانی
حرام تھا حالانکہ اس کنوئیں کا پانی نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد میں
تابعین، تبع تابعین اور اہل مدینہ نے پیا تھا۔ معاذ اللہ کوئی مسلمان تو ایسا نہیں کہہ سکتا۔
جس کنوئیں کے پانی کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔ اس کنوئیں کا پانی
نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک حلال وطیب ہے تو جس سبیل کے
پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کیلئے ہے یا یہ نیاز
وغیرہ فلاں کیلئے ہے تو وہ مسلمانوں کے نزدیک بھی حلال وطیب ہے۔

(ثواب العبادات ص ۲۱)

پھلوں کے باغ کا ایصال ثواب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس ان سعد بن عبادة توفيت امه وهو غائب عنها فقال يارسول اللّٰه ﷺ ان امي توفيت وانا غائب عنها اينفعها شئ ان تصدقت به عنها قال نعم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوگئیں اور وہ موجود نہ تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں غائب تھا اور میری والدہ فوت ہوگئیں،

[illegible] اني اشهدك ان حائطي [illegible]راف صدقة عليها۔ (صحیح [illegible] ص ۳۸۶)

اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! انہوں نے کہا کہ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا باغ اپنی والدہ کی طرف سے صدقہ کردیا۔

اس حدیث میں کتنے واضح الفاظ میں صحابئ رسول ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ
کے پیارے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں سوال کیا۔ ان الفاظ کو بار بار پڑھئے "اَیَنْفَعُھَا
شَیْئٌ" کیا ان کو نفع پہنچے گا۔ جو فوت ہوچکی ہیں وہ اب اعمال خیر کرنے اور صدقہ و
خیرات کرنے سے قاصر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاں فرما کر مہر ثبت فرمادی کہ اگر کوئی
زندہ شخص فوت شدہ کو نفع دینا چاہے تو اس کا ایک طریقہ اس کی طرف سے صدقہ دے
کر فوت شدہ کو نفع پہنچایا جاسکتا ہے اور اگر میت کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو حبیب
کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمادیتے اب تمہارے کسی عمل کا اسے فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔
ثابت ہوا ایک مسلمان کے عمل سے دوسرے مسلمان کو نفع پہنچتا ہے۔

نماز سے ایصال ثواب

نفل نماز ادا کرکے اس کا ثواب بھی بطور خاص کسی کو بھی ایصال ثواب کیا
جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کثیر تعداد میں روایت فرمانے والے
عظیم صحابی حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ
حضرت امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔

عن صالح ابن درهم يقول انطلقنا حاجين فاذا رجلٌ فقال

حضرت صالح بن درھم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم (مکہ مکرمہ) حج کے ارادے سے

لنا الیٰ جنبکم قریۃ یقال لھا
الابلۃ قلنا نعم قال من یضمن
لی منکم ان یصلی لی فی
مسجد العشار رکعتین او
اربعاً ویقول ھذہ لابی ھریرۃ
سمعت خلیلی ابا القاسم
ﷺ یقول ان اللہ یبعث من
مسجد العشار یوم القیمۃ
شھدآء لایقوم مع شھداء بدر
غیرھم۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۳۶
مشکوٰۃ ص ۴۶۸)

نکلے تو ایک شخص (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) ملے اور
ہم سے کہنے لگے کہ تمہاری طرف ایک
بستی ہے جس کا نام ابلہ ہے ہم نے کہا
ہاں۔ تو وہ ہم سے فرمانے لگے کہ تم میں
سے کون مجھے اس بات کی ضمانت دیتا ہے
کہ وہ مسجد عشار میں دو یا چار رکعت نماز ادا
کرے اور کہے کہ یہ رکعتیں ابوہریرہ کیلئے
ہیں۔ (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ) میں نے اپنے جانی دوست حضرت
سیدنا ابوالقاسم حضور اکرم نور مجسم ﷺ
سے سنا ہے کہ بیشک مسجد عشار سے قیامت
کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شہیدوں کو
اٹھائے گا کہ سوائے شہدائے بدر کے اور
کوئی ان کا ہمسر نہ ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ عبادات بدنیہ کا ثواب جس طرح مردوں کو پہنچتا ہے۔
اسی طرح زندوں کو بھی پہنچتا ہے اور نفل نماز پڑھ کر ایصال ثواب کرنا جائز عمل ہے۔
بزرگوں کا ہمیشہ یہ معمول رہا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو ایصال ثواب کرنے کیلئے نوافل
پڑھا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

دیوبندی اور اہلحدیث علماء کا تبصرہ

اس حدیث کے تحت مشہور دیوبندی عالم خلیل احمد سہارنپوری شرح لکھتے ہوئے
تحریر کرتے ہیں۔

فی الحدیث دلالۃ ان الطاعات
البدنیۃ توصل الی الغیر اجرھا
وان مآثر الاولیاء والمقربین
تزار و تبرک بھا۔ (بذل المجہود ج ۶ ص
۱۰۹)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے
کہ عبادات بدنیہ کا ثواب دوسروں کو
پہنچایا جا سکتا ہے اور بیشک اولیاء اللہ اور
مقربین کے ماثر کی زیارت بھی کی جاتی
ہے اور وہاں سے برکت بھی حاصل کی
جاتی ہے۔

مشہور غیر مقلد محدث شمس الحق عظیم آبادی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

قال القاری وقال علمائنا
الاصل فی الحج عن الغیر ان
الانسان لہ' ان یجعل ثواب
عملہ لغیرہ من الاموات
والاحیاء حجاً او صلوٰۃ او
صوماً او صدقۃ او غیرھا
کتلاوۃ القران والاذکار فاذا
فعل شیئاً من ھذا وجعل ثوابہ'
لغیرہ جاز ویصل الیہ عند اھل
السنہ والجماعۃ۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ
ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ کسی کی طرف
سے حج کرنے میں اصل یہ ہے کہ انسان
کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب
کسی زندہ یا مردہ کو بخش دے۔ خواہ وہ عمل
حج ہو یا نماز روزہ' ہو یا صدقہ یا اس کے
علاوہ مثلاً تلاوت قرآن مجید اور دیگر ذکر
واذکار' جب کسی شخص نے ان میں سے
کوئی عمل ادا کیا اور اس کا ثواب کسی کو بھیجا
تو یہ جائز ہے اور اہلسنّت کے نزدیک اس
کا ثواب دوسرے کو پہنچ جاتا ہے۔

انتہائی قابل توجہ پہلو

جب بھی ہمیں کسی اختلافی مسئلہ سے سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس کیلئے ضروری
ہوتا ہے کہ ہم دیکھیں اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے؟ آیا قرآن واحادیث اور عمل صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ثبوت مل جائے تو ہمیں بلا تامل تسلیم کر لینا چاہیے اور اپنی طرف سے خواہ مخواہ حاشیہ آرائی نہیں کرنی چاہیے۔

اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایصال ثواب کی نیت سے کسی چیز کو شخصیات سے منسوب کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جب ہم اس مسئلہ پہ غور کرتے ہیں تو ہمیں احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے یہ بات وضاحت وصراحت سے ملتی ہے۔

چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کیلئے کنواں وقف کرتے ہوئے کہا کہ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ کنواں سعد کی ماں کیلئے ہے اور حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مسجد عشار میں نماز ادا فرمانے کے بعد یوں کہے۔ ھٰذِہٖ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ کہ یہ نماز ابو ہریرہ کیلئے ہے۔ جس کا مطلب صاف واضح ہے اور تمام محدثین نے ان الفاظ کی شرح میں فرمایا۔ اس کا مطلب ہے کہ کنواں سے جو لوگ پانی پئیں گے اور اس سے جو انہیں صلہ اور اجر وثواب ملے گا وہ ثواب سعد کی ماں کیلئے ہے اور اسی طرح عظیم المرتبت صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نماز ابو ہریرہ کیلئے ہے یعنی اس کا ثواب ابو ہریرہ کیلئے ہے۔

کون نہیں جانتا کہ نماز ایک خاص عبادت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے اس کے متعلق بھی فرمایا کہ یوں کہنا کہ یہ ابو ہریرہ کیلئے ہے۔ معلوم ہوا جس عبادت کا ثواب جس کو پہنچانا ہو اس کا نام لینا چاہیے۔ یعنی اگر یوں کہے کہ یہ فلاں کیلئے ہے تو یہ جائز ہے اور حدیث سے ثابت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مقامات جو فضیلت وشرف رکھتے ہیں وہاں عبادت ونیکی کرنا بہت ہی باعث فضیلت اور اجر وثواب ہے۔

ہمارے ہاں بھی یہ بات رائج ہے کہ کسی حلال چیز کو کسی شخصیت سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً بکرا' گائے' مرغا' اور روپے وغیرہ کو اپنے والدین' رشتہ داروں یا کسی

صحابی اور اولیاء کرام کے اسماء گرامی سے منسوب کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ جانور غوث پاک کیلئے ہے عمومی طور پر یہ دیہاتوں میں لوگ جانور پالتے ہیں جس جانور کو ایصال ثواب کیلئے منتخب کرنا ہو اور جس بزرگ کے ایصال ثواب کیلئے مقصود ہو تو اس کا نام لے لیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ بکرا والد صاحب کیلئے ہے یہ مرغا خواجہ صاحب کا ہے یہ گائے گیارھویں شریف کیلئے ہے یعنی ثواب ان بزرگوں کیلئے ہے۔ سب لوگ جانتے ہیں جب ان جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے تو اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جاتا ہے اور اس کے بعد کچھ کلام وغیرہ بعض علاقوں میں پڑھ لیا جاتا ہے اور دعا میں باقاعدہ نام لیا جاتا ہے کہ جو چیز بھی صدقہ وخیرات کی گئی اس کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو پہنچایا جاتا ہے۔ بعض لوگ اسے شرک تک کہہ دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی زیادتی اور نادانی کی بات ہے۔ جب یہ الفاظ احادیث سے ثابت ہیں تو انہیں ناجائز نہیں کہہ سکتے اور نہ ہی کسی کو ایصال ثواب سے منع کیا جا سکتا ہے۔

تمام تر بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ اس حدیث پاک سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ جس طرح عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے۔ اسی طرح عبادت بدینہ کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جس طرح میت کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچتا ہے۔ کیونکہ یہ شخص حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور اس وقت وہ زندہ تھے۔

روزوں کا ایصال ثواب

جس طرح نماز کی ادائیگی کے بعد اس نماز کا ایصال ثواب ہو سکتا ہے' اسی طرح روزوں کا ثواب بھی ہدیہ کیا جا سکتا ہے۔

امام دار قطنی روایت فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال جاء امراۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک عورت

فقالت ان اختی ماتت وعلیها صوم، قال لو کان علیها دین اکنت تقضیه؟ قالت نعم قال فحق الله احق. (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۹۵)

نے آکر کہا کہ میری بہن فوت ہوگئی اور اس کے ذمے روزے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق دار ہے۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ ہی ایک دوسری روایت فرماتے ہیں۔

عن عائشة زوج النبی صلی الله علیه وسلم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من مات وعلیه صیام صام عنه ولیه' هذا اسناد صحیح. (سنن دارقطنی ج ۳ ص ۱۹۵)

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص فوت ہوجائے اور اس پر روزے ہوں اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے (یعنی روزوں کا فدیہ دے) اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

ان احادیث پہ غور فرمائیں کہ عمل کوئی کر رہا ہے اور فائدہ دوسرے کو پہنچ رہا ہے اگر روزوں کی ادائیگی سے مرنے والے کو فائدہ نہ پہنچتا تو حضور علیہ السلام کبھی بھی روزوں کی ادائیگی کیلئے فدیہ ادا کرنے کا حکم کبھی بھی ارشاد نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کا حکم ارشاد فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ فوت ہونے والوں کی طرف سے روزوں کی ادائیگی ان کیلئے باعث رحمت واجر وثواب ہے۔

نذر حج کا ایصال ثواب

فوت شدہ کی طرف سے اگر حج کیا جائے تو اس کا ثواب بھی اسے پہنچتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس ان امراة جاءت الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت ان امی نذرت ان تحج فماتت قبل ان تحج افاحج عنها قال نعم حجی عنها ارایت لو کان علی امك دین اکنت قاضیة قالت نعم قال اقضوا الذی له' فان الله احق بالوفاء. (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی اور وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئی کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو یہ بتاؤ کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتیں؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ کا قرض بھی ادا کرو۔ کیونکہ وہ ادا کئے جانے کا زیادہ حق دار ہے۔

معلوم ہوا مرنے والے کو حج کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔ حج ایک ایسی عبادت ہے جسے مرکب عبادت کہا جاتا ہے۔ یعنی اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور انسان کے جسم کو بھی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی کسی میت کا قرض ادا کردے تو وہ قرض ادا ہوجاتا ہے حج کی مانی ہوئی نذر اللہ کی طرف سے قرض ہے وہ کیوں نہ ادا ہوگا؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ایک آدمی حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا میری ہمشیرہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ فوت ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اسے منت پوری کرنے کا

حکم فرمایا۔ (خلاصہ) (بخاری السنن الکبریٰ للبیہقی شرح السنۃ دارمی مسند احمد)

اسی طرح سنان بن سلمہ جہنی کی بیوی یا اس کی پھوپھی کا واقعہ بخاری شریف، سنن ابن ماجہ کتاب المناسک "باب میت کی طرف سے حج کرنے کا بیان" میں مذکور ہے۔

والد کی طرف سے حج

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا احج عن ابی؟

کیا میں اپنے والد کی طرف سے حج کروں؟ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نعم حج عن ابیك فان لم تزده خیراً لم تزده شراً۔ (سنن ابن ماجہ کتاب المناسک)

ہاں اپنے والد کی طرف سے حج کر۔ اگر تو اسکی نیکی نہ بڑھا سکے تو اس کیلئے برائی مت کر۔

غیر مقلد عالم دین وحید الزماں صاحب نے اس مقام پر لکھا۔

باپ کا احسان بہت ہے آدمی کو چاہیے کہ اپنے باپ کی طرف سے اعمال خیر کرے۔ جیسے صدقہ حج وغیرہ اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ باپ کے ساتھ برائی نہ کرے وہ برائی یہ ہے کہ باپ کو گالیاں دلوائے یا برا کہلوائے۔ دوسرے لوگوں سے لڑ کر یا ان کے باپ کو برا بھلا کہہ کر۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۱۴ حدیث نمبر ۲۹۰۴ حاشیہ نمبر ۲)

باپ کی طرف سے اعمال خیر کا مطلب واضح ہے کہ یقینی طور پہ اسے بھی اس کا فائدہ ملے گا۔

فوت شدہ والدین کی طرف سے حج کرنا

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب الله له عتق من النار۔

جس نے اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کیا اللہ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد فرمادے گا۔

اور جن کی طرف سے حج کیا گیا ہے ان کو پورا اجر ملے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سب سے بہتر صلہ رحمی یہ ہے کہ اپنے وصال شدہ رشتہ داروں کی طرف سے حج کیا جائے۔ (شرح الصدور ص ۲۹۳ بحوالہ بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور حج جو کہ فریضہ اسلام ہے ادا نہیں کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر تیرے باپ پر کچھ قرضہ ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ عرض کیا ضرور ادا کرتا۔ فرمایا یہ (بھی) اس پر قرض ہے اسے بھی ادا کر۔ (شرح الصدور ص ۲۹۳ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری ہوئی اور عرض کیا میری ماں مر چکی ہے کیا میں اس کی طرف سے حج کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!

(شرح الصدور ص ۲۹۳ مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۸۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جس نے میت کی طرف سے حج کیا تو حج کرنے والے اور جس کی طرف سے حج کیا گیا دونوں ہی کو ثواب ملے گا۔ (شرح الصدور مجمع الزوائد)

ایصال ثواب عظیم تحفہ

ایصال ثواب سے فوت شدہ لوگوں کو کس قدر خوشی و مسرت ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ لگانا ہمارے بس کی بات تو نہیں۔ البتہ ارشاد مصطفی ﷺ سنیے۔

عن انس ان رجلاً سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل یصل ذالك الیهم فقال نعم انه لیصل الیهم ویفرحون به کما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه رواه ابوحفص الکبیر
(عینی شرح ہدایہ ج ا ص ۱۶۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں' ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اوران کیلئے دعا کرتے ہیں تو کیاان چیزوں کا ثواب انہیں پہنچتا ہے؟ تو سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان چیزوں کا ثواب انہیں یقیناً پہنچتا ہے۔ جس طرح تم میں سے کسی کو ہدیہ دیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے مردے بھی اسی طرح ثواب پہنچنے پر خوش ہوتے ہیں۔ اس روایت کوابوحفص کبیر نے روایت کیا۔

اس روایت میں صدقہ' حج اوردعا کا ذکر ہے جو کہ مالی' بدنی اور مرکب ہر قسم کی عبادت کو شامل ہے جس سے نتیجہ یہ نکلا کہ زندوں کی طرف سے اموات کو ہر قسم کی عبادت کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے انہیں اس سے نفع بھی حاصل ہوتا ہے اور وہ زندوں کی طرح مسرور بھی ہوتے ہیں۔

قربانی اورایصال ثواب

صاحب استطاعت افراد پہ قربانی واجب ہے۔ حضور علیہ السلام بھی تقریباً ہر سال قربانی فرماتے تھے۔ حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی قربانی کا منظر یوں پیش فرماتے ہیں کہ

ذبح النبی صلی الله علیه وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین فلما وجههما قال انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لا شریك له وبذلك امرت وانا من المسلمین اللهم منك ولك عن محمد وامته بسم الله والله اکبر ثم ذبح۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۳۰' ابن ماجہ' دارمی)

حضور علیہ السلام نے قربانی کے دن دو سینگوں والے سرمئی خصی مینڈھے ذبح فرمائے جب آپ نے ان دونوں کو قبلہ رخ لٹایا تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔ انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین لاشریك له وبذالك امرت وانا من المسلمین ۔ اے اللہ یہ قربانی تیری عطاء سے ہے اور خاص تیری ہی رضا کیلئے ہے تو اس کو محمد (ﷺ) اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔ ساتھ نام اللہ کے اور اللہ سب سے بڑا ہے اس کے بعد آپ نے جانور ذبح فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح کرکے فرمایا۔

اللهم تقبل من محمد وال محمد ومن امة محمد صلی الله علیه وسلم۔

اے اللہ! اس کو میری اور میری آل کی طرف سے اور میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

(مسلم، ابوداؤد کتاب الاضاحی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح کر کے فرمایا۔

هذا عنى وعمن لم يضح من امتى۔ (ابوداؤد کتاب الاضاحی)

یہ قربانی میری اور میری امت کے اس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔

مظاہر حق میں ہے۔

"آنحضرت ﷺ نے ذبح کے وقت یہ الفاظ فرما کر اپنی قربانی کے ثواب میں اپنی امت کو بھی شریک فرمایا"۔ (مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۵۱)

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے فرمایا۔

ثم المشاركة اما محمولة على الثواب واما على الحقيقة فيكون من خصوصية ذالك الجناب والاظهران يكون احدهما عن ذاته الشريفة والثانى عن امته الضعيفة۔ (مرقات ج ۳ ص ۳۰۹، بذل المجہود ابوداؤد ج ۵ ص ۱۷)

پھر یہ مشارکت یا تو ثواب پر محمول ہے یا حقیقت پر۔ اگر اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو یہ حضور ﷺ کی خصوصیت ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ایک مینڈھا سرکار کی طرف سے ہے اور دوسرا آپ ﷺ کی غریب امت کی طرف سے۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور قربانی

حضرت مولائے کائنات باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی دو قربانیاں فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حنش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

رأيت علياً يضحى بكبشين فقلت له ما هذا فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصانى ان اضحى عنه فانا اضحى عنه۔ (سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۹، مشکوٰۃ، ترمذی)

میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھے ذبح کرتے ہوئے دیکھا میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ اس لئے میں آپ کی طرف سے (بھی) قربانی کرتا ہوں۔

حضور ﷺ اپنی طرف سے، اپنی آل اور اپنی امت کی طرف سے قربانی فرماتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت فرمائی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی وصیت پہ عمل پیرا رہے۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور دوسری یہ بات واضح ہوئی کہ ایصال ثواب زندہ لوگوں کو بھی کر سکتے ہیں وصال فرما جانے والوں کو بھی کیا جا سکتا ہے اور ان لوگوں کو بھی ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے۔

حق امت

اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب نبی کریم ﷺ کے حقوق امت پہ بے شمار ہیں قربانی کے باب میں ایک اہم حق امت پر یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کو اللہ رب العزت نے مال و دولت سے نوازا ہے اور وہ صاحب ثروت ہیں انہیں چاہیے کہ وہ جب بھی قربانی دیں تو ایک قربانی سرور انبیاء ﷺ کی طرف سے بھی کریں۔ تاکہ کم از کم سنت رسول ﷺ پر عمل ہو سکے۔

ہمارے آقا ﷺ کی شفقت وعنایت کا عالم دیکھیں کہ جو امت ابھی پیدا

نہیں ہوئی اور قیامت تک جو پیدا ہوگی حضور ﷺ نے ان کی طرف سے بھی قربانی فرمائی۔ گویا کہ یہ ارشاد فرما کر "اے اللہ میری امت کی طرف سے قبول فرما"۔ ہم میں سے ہر ہر فرد کی طرف سے حبیب کبریا قربانی ادا فرماتے تھے۔

لہٰذا حضور ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اہل ثروت اپنی قربانی کے ساتھ حضور تاجدار دوجہاں ﷺ کی طرف سے بھی قربانی کریں۔

دونوں کو اجر

بعض لوگ خیال کرتے ہیں شاید اپنے نیک اعمال اور صدقات وغیرہ کا ایصال ثواب کرنے سے جن کو ثواب بخشا گیا انہیں تو ثواب مل گیا مگر وہ خود اس اجر سے محروم ہو گئے ہیں یہ خیال غلط ہے بلکہ ثواب پہنچانے والے کے ثواب و اجر میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور جنہیں بخشا گیا انہیں بھی اس کا پورا ثواب مل جاتا ہے۔

مجمع الزوائد میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا تصدق بصدقة تطوعاً فیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولا ینقص من اجره شیئاً رواه الطبرانی فی الاوسط۔ (مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۳۸)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کو اپنے والدین کی طرف کر دے تو اس کے والدین کو اس کا اجر ملتا ہے اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا۔

لہٰذا بہتر طریقہ یہ ہے کہ آدمی جب بھی کوئی نیک عمل کرے اس کا ثواب حضور علیہ السلام کی امت اور خصوصاً اپنے بزرگوں کو اس کا ثواب ضرور ہدیہ کر دینا چاہیے۔ کیونکہ نیک اعمال اور صدقات خیرات سے اپنا فائدہ تو ہے ہی ایصال ثواب کر دینے سے دوسروں کا بھی بھلا ہوگا اور انہیں بھی اس کا پورا پورا اجر ملے گا۔

ذکر الٰہی کا ایصال ثواب

حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے اور ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھنے کیلئے گئے۔

فلما صلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ووضع فی قبره وسوی علیه سبح رسول الله صلی الله علیه وسلم فسبحنا طویلاً ثم کبر فکبرنا فقیل یارسول الله صلی الله علیه وسلم لم سبحت وکبرت قال لقد تضایق علی هذا العبد الصالح قبره، حتی فرج الله عزوجل عنه (مسند احمد بن حنبل ج ص ۳۶۰)

جب حضور اکرم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھ لی اور انہیں قبر میں رکھ دیا گیا اور قبر کو برابر کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے تسبیح فرمائی۔ پس ہم نے بھی طویل تسبیح کی پھر آپ ﷺ نے تکبیر فرمائی تو ہم نے بھی تکبیر کہی۔ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ نے تسبیح و تکبیر کیوں فرمائی؟ ارشاد فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی ہم نے تسبیح و تکبیر کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فراخی فرما دی۔

تسبیح و تکبیر یعنی سبحان اللہ اور اللہ اکبر کہنا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں ہمیں درس دیا جا رہا ہے کہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر کا ورد کرنے سے صاحب قبر کو فائدہ پہنچتا ہے اور اس ذکر سے اللہ تعالیٰ تنگ قبر کو فراخ اور کشادہ فرما دیتا ہے۔

اونٹوں کی قربانی اور غلاموں کی آزادی ثواب کا باعث

عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔

(اس کے بیٹے) ہشام نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے (دوسرے بیٹے) حضرت عمرو نے اپنے حصے کے اونٹ ذبح کرنے کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا اگر تیرے والد نے توحید کا اقرار کیا ہوتا تو پھر اس کی طرف سے خواہ روزہ رکھتا، خواہ صدقہ کرتا تو اس کو نفع پہنچتا۔

(الفتح الربانی ترتیب مسند امام احمد بن حنبل ج ۸ ص ۱۰۰)

اس سے ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے جانور ذبح کرنا جائز ہے۔ ویسے صدقہ جس حالت میں بھی دیا جائے، زندہ یا ذبح کر کے یا صدقہ وغیرہ کسی بھی حلال چیز کا ہر طرح جائز ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے وصال فرما جانے والوں کی طرف سے غلام بھی آزاد فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں کئی روایات ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

شرح الصدور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان الحسن والحسين رضی الله عنهما كانا يعتقان عن علی بعد موته۔ (شرح الصدور ص ۱۲۹)

حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے وصال مبارک کے بعد غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلام آزاد کیا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ

عاص بن وائل نے وصیت کی کہ اس کی طرف سے سو غلام آزاد کئے جائیں تو

اس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے اس کے بیٹے حضرت عمرو بن العاص نے باقی کے پچاس غلام آزاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن انہوں نے طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے کے بعد ایسا کروں گا۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے والد نے سو غلام آزاد کرنے کی وصیت کی تھی اور میرے بھائی ہشام نے پچاس اپنی طرف سے آزاد کر دیئے اور پچاس باقی ہیں تو کیا میں اپنے والد کی طرف سے وہ پچاس غلام آزاد کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارے والد اسلام و ایمان کے ساتھ دنیا سے گئے ہوتے پھر تم ان کی طرف سے غلام آزاد یا صدقہ کرتے یا حج کرتے تو ان اعمال کا ثواب ان کو پہنچ جاتا۔

(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۴۳، مشکوٰۃ ص ۲۶۶)

حضرات حسنین کریمین کا اپنے والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی طرف سے غلاموں کو آزاد کرنا ظاہر بات ہے ان کے ایصال ثواب کیلئے ہی تھا۔

اور جب حضرت عمرو بن العاص نے اپنے والد کی طرف سے غلاموں کو آزاد کرنے کا مشورہ رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ نے دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ نیک اعمال کا ثواب کافروں کو نہیں بلکہ صرف مومنوں کو ملتا ہے۔

عون المعبود شرح ابی داؤد میں اس حدیث کے تحت لکھا۔

فيه دليل على ان الصدقة لا تنفع الكافر و على ان المسلم ينفعه العبادة المالية والبدنية ۔ (عون المعبود شرح ابی داؤد ج ۳ ص ۷۸)

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ صدقہ کافر کو نفع نہیں دیتا اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ مسلمان کو مالی اور بدنی عبادت کا نفع پہنچتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ تشریح کرنے والے غیر مقلد عالم شمس الحق عظیم آبادی ہیں۔

اس سے واضح ہوا کہ اپنے والدین' عزیز واقارب' بزرگ اور اساتذہ کی بخشش ومغفرت اور بلندی درجات کیلئے ایصال ثواب کے جائز طریقوں میں سے جو بھی طریقہ اپنایا جائے وہ درست بھی ہے اور اللہ تعالیٰ ضرور نفع بھی پہنچاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک کا ایصال ثواب

قرآن کریم کی تلاوت کر کے بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے' چاہے مکمل قرآن کی تلاوت ہو یا بعض سورتوں کی۔ جتنا حصہ بھی قرآن کریم سے تلاوت کیا جائے گا اور تلاوت کرنے کے صلہ میں جو ثواب اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائے اسے فوت شدہ لوگوں کو بخشا جاسکتا ہے' کئی احادیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور محدثین وفقہاء کرام سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

بعد دفن میت قبر پر قرآن

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا مات احدکم فلا تحبسوہ' واسرعوا بہ الیٰ قبرہ ولیقرأ عند رأسہ فاتحۃ البقرۃ وعند رجلہ خاتمۃ البقرۃ۔

(شعب الایمان للبیہقی' صحیح العقائد)

میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب تم میں سے کوئی مرجائے تو اسے روکے نہ رکھو بلکہ قبر کی طرف جلدی لے جاؤ۔ (بعد دفن) اس کے سرہانے ابتدائے سورۃ البقرہ (مفلحون تک) اور پاؤں کی جانب سورہ بقرہ کی آخری آیات یعنی امن الرسول سے آخر تک پڑھو۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اس

حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''صحیح قول کے مطابق میت کو قرآن کریم کا ایصال ثواب کر سکتے ہیں''۔

اس کے بعد قرآن خوانی کے جواز کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ

قبر پر قرآن پڑھنا صحیح ہے جیسا کہ شیخ ابن الہمام نے بھی ذکر کیا۔

(اشعۃ اللمعات ج ص ۶۹۷)

صحابہ کرام کا طریقہ

امام شعبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

کانت الانصار اذا مات لھم المیت اختلفوا الیٰ قبرہ یقرؤن لہ القرآن۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰' مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

انصار (صحابہ کرام) کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی فوت ہو جاتا تو وہ بار بار اس کی قبر پر جاتے اور اس کیلئے قرآن شریف (برائے ایصال ثواب) پڑھتے۔

سفارشی لوگ

حضرت سعد بن علی زنجانی نے فوائد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر ثم قرء فاتحۃ الکتاب وقل ھو اللہ احد والھکم التکاثر ثم قال اللھم انی قد جعلت ثواب ما قرات من کلامک لاھل المقابر من

حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان جائے اور پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد اور الھٰکم التکاثر پڑھے پھر کہے اے اللہ! جو کچھ میں نے تیرا کلام پڑھا ہے اس کا ثواب میں نے ان قبروں والے مومنین' مومنات کو بخشا تو وہ قبر

المومنین والمومنات کانوا شفعاء الی اللہ تعالیٰ۔ (مرقاۃ ج ۶ شرح الصدور صحیح العقائد ص ۱۲۱)

والے قیامت کے دن اس کے سفارشی ہوں گے۔

سورۃ یٰسین اور اخلاص کی برکات

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من دخل المقابر فقرا سورۃ یٰسین خفف اللہ عنہم وکان لہ بعدد من فیہا حسنات۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰، صحیح العقائد)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں گیا اور سورہ یٰسین تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ اہل قبور پر عذاب میں تخفیف فرمادے گا۔ جبکہ پڑھنے والے کو بھی اس کے اندر جتنی نیکیاں ہیں مل جائیں گی۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا:

کوئی شخص قبرستان میں داخل ہو کر سورۃ یٰسین پڑھے تو اس دن ان (اہل قبور) کے عذاب میں نرمی ہو جاتی ہے اور اس پڑھنے والے کو ان (اہل قبور) کی تعداد کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔ (المغنی لابن قدامہ ج ۳ ص ۵۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

من مر علی المقابر وقرء قل ہو اللہ احد احدیٰ عشرۃ مرۃ ثم وھب اجرہ للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات۔ (التذکرۃ للامام قرطبی شرح الصدور تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۱۶)

جو شخص قبروں پر گذرا اور اس نے سورہ اخلاص کو گیارہ مرتبہ پڑھا پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشا تو اس کو مردوں کی تعداد کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔

فاتحہ معوذتین اور اخلاص کا ثواب

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

اذا دخلتم المقابر فاقرؤا بفاتحۃ الکتاب والمعوذتین وقل ہو اللہ احد واجعلوا ذالک لاھل المقابر فانہ یصل الیھم۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

جب تم قبرستان جاؤ تو سورۂ فاتحہ اور معوذتین اور سورۂ اخلاص پڑھو اور ان کا ثواب اہل مقابر کو پہنچاؤ۔ کیونکہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔

حضرت حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ایک رات میں مکہ مکرمہ کے قبرستان گیا اور وہیں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ اہل قبور حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے کہا کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟

قالوا لا! ولکن رجل من اخواننا قرء قل ہو اللہ احد وجعل لنا ثوابہا فنحن نقتسمہ منذ سنۃ۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

انہوں نے کہا نہیں۔ بلکہ ہمارے ایک مسلمان بھائی نے سورۃ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخشا ہے جس کو ہم ایک سال سے بانٹ رہے ہیں۔

قبر پر قرآن پاک کی تلاوت

زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

الی سالت الشافعی رحمۃ اللہ عن القراۃ عندا لقبر فقال لاباس بہ۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قبر پر قرآن پڑھنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یستحب لزائر القبور ان یقرء ما تیسر من القرآن ویدعولهم عقبها نص علیه الشافعی واتفق علیه الاصحاب وزاد فی موضع اخر وان ختموا القران علی القبر کان افضل۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

زائر قبور کیلئے مستحب یہ ہے کہ جتنا اس سے ہوسکے قرآن پڑھے اور اہل قبور کیلئے دعا کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر نص پیش کی ہے اور تمام شافعی اس پر متفق ہیں اور اگر قبر پر قرآن شریف ختم کیا جائے تو اور بھی افضل ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واما القرأة علی القبر فجزم بمشروعیتها اصحابنا وغیرهم۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

اور رہا قبروں پر قرآن شریف پڑھنا تو اس کی مشروعیت پر ہمارے اصحاب اور ان کے ساتھ اور علماء کرام نے یقین کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

استحب العلماء قراءۃ القرأن عند القبر لهذا الحدیث اذ تلاوۃ القرأن اولی با التخفیف من تسبیح الجرید۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ بحوالہ صحیح العقائد ص ۱۳۰)

علماء نے اس حدیث سے (جسے ہم نے قبر پر شاخ لگانے کے عنوان میں درج کیا) قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے۔ جبکہ تلاوت قرآن تخفیف عذاب کیلئے شاخ کی تسبیح کرنے سے زیادہ اولیٰ فرمایا۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ قبرستان جا کر آیات کلام پاک پڑھ کر قبر کے پاس مردوں کی ارواح کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور علماء نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

استاذ شاگرد اور والدین کی بخشش

حضرت امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فان المعلم اذا قال للصبی قل بسم الله الرحمن الرحیم کتب الله براءۃ للصبی وبراۃ للمعلم وبرأۃ لابویه من النار. ذکرہ الثعلبی. (التذکرہ فی احوال الموتی وامور الاخرۃ للقرطبی ج ا ص ۹۷)

جب استاد بچے سے کہتا ہے پڑھ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ بچے کیلئے استاد کیلئے اور بچے کے والدین کیلئے جہنم سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

میت کی طرف سے اگر کوئی چیز صدقہ کی جائے تو اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

دعا، استغفار، قرآن خوانی وغیرہ کی اصل بھی صدقہ ہی ہے تو جس طرح صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اسی طرح ان چیزوں (دعا، استغفار، قرآن خوانی) کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ صدقہ صرف مال سے مختص نہیں ہے بلکہ ان میں ہر ایک چیز صدقہ ہے۔ (التذکرہ فی احوال الموتی وامور الاخرہ ج ا ص ۹۷)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ویقرء شیئاً من القرأن لوالدیه ثم لشیخه ولاستاذه ثم لاصحابه ولاخوانه ویروح ارواح المومنین

اور کچھ قرآن مجید پڑھے اور والدین و پیرو استاد اور اپنے دوستوں اور بھائیوں اور سب مومنین اور مومنات کی ارواح

والمؤمنات۔ (اعتاہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۶) (طیبہ) کو ثواب بخشے۔

ایصالِ ثواب امت کا متفقہ مسئلہ

ایصالِ ثواب کے متعلق کثیر دلائل اس بات پہ دلالت کرتے ہیں کہ یہ امت مصطفیٰ ﷺ کا متفقہ مسئلہ ہے۔

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں۔

ان المسلمین یجتمعون فی کل عصر و زمان ویقرء ون القران ویھدون ثوابہ لموتاھم وعلی ھذا اھل الصلاح والدیانۃ من کل مذھب من المالکیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولاینکر ذالک منکر فکان اجماعاً۔ (عینی شرح ہدایہ الجلد الاول الجزء الثانی کتاب الحج ص ۱۶۱۲)

بیشک ہر زمانہ میں مسلمان جمع ہو کر قرآن خوانی کرتے رہے اور اس کا ثواب اپنے مردوں کو ہدیہ کرتے رہے ہیں اور ہر مذہب یعنی مالکیہ، شافعیہ وغیرہ کے اہل صلاح ودیانت کا یہی طریقہ ہے اور اس طریقہ کا منکر کوئی بھی نہیں ہے۔ اس طرح یہ مسئلہ اجماعی بن چکا ہے۔ (یعنی اس پہ سب کا اتفاق ہو چکا ہے)

اس مسئلہ پہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی قابل توجہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

بان المسلمین مازالوا فی کل عصرٍ یجتمعون ویقرؤن لموتاھم من غیر نکیرٍ فکان ذالک اجماعاً۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

ہمیشہ سے ہر زمانہ میں مسلمان جمع ہو کر اپنی اموات کیلئے قرآن خوانی کرتے رہے ہیں اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو یہ اجماع ہو گیا۔

علامہ بدرالدین عینی اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا جمع ہو کر قرآن خوانی کا رواج کوئی آج کے دور کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ سے مسلمان یہ عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ظاہر بات ہے جمع ہونے کیلئے وقت، دن اور تاریخ کا تعین تو ہوتا ہی ہوگا۔ لہٰذا اپنی سہولت کے پیش نظر اوقات وایام اور تواریخ کے تعیین میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام

ایصالِ ثواب کے مسئلہ کے ثبوت کیلئے حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح الصدور سے کثرت کے ساتھ حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔

آپ ایک جلیل القدر امام ہونے کے ساتھ ساتھ مقرب بارگاہ حضور تاجدار سرور کائنات ﷺ بھی تھے اور بیداری کے عالم میں اللہ رب العزت کے پیارے محبوب فخر الرسل سید الانبیاء امام الاولین والآخرین حبیب کبریا حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے دیدار سے بھی مشرف ہوا کرتے تھے۔

چنانچہ دار العلوم دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولانا انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں۔

انہ' راہ' صلی اللہ علیہ وسلم اثنین وعشرین مرۃ وسئلہ' عن احادیث ثم صححھا بعد تصحیحہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (فیض الباری شرح صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۴)

بیشک علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بائیس مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپ ﷺ سے احادیث کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ کی تصحیح کے بعد امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث مبارکہ کی تصحیح کی ہے۔

حضور علیہ السلام کے تصحیح کے بعد امام سیوطی کی نقل کردہ احادیث وواقعات کو مزید

تقویت ملتی ہے۔

ایصال ثواب کس طرح کیا جائے

ہمارے ہاں اکثر یوں ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے اور اس کے بعد دعا کرتے ہوئے جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہو اسے ثواب پہنچا دیا جاتا ہے اور ساتھ ہی حضور ﷺ کی ساری امت کو بھی ثواب میں شامل کر دیا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی عمل فقہاء اسلام نے بھی اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے۔

فقیہ شامی نے شرح لباب سے نقل کیا ہے۔

ویقرأ من القرآن ما تیسر له الی قوله اللھم اوصل ثواب ما قرأناه الی فلان او الیھم.
(ردالمحتار ج ۱ ص ۹۶۳، صحیح العقائد ص ۱۲۵)

قرآن کریم میں سے جو پڑھنا اسے آسان معلوم ہو پڑھے اس کے بعد یوں کہے اے اللہ جو میں نے پڑھا ہے اس کا ثواب فلاں کو یا ان کی طرف پہنچا دے۔

بعینہٖ یہی الفاظ "ایصال ثواب اور اس کے احکام" ص ۸ پر علماء دیو بند کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے افادات کے طور پہ تحریر کئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا نظریہ ایصال ثواب کے سلسلے میں وہی تھا جو اہلسنّت وجماعت کا ہے۔ اس تحریر سے نہ طریقہ کار میں فرق محسوس ہوتا ہے اور نہ ہی الفاظ میں، جو ایصال ثواب کیلئے کہے جاتے ہیں۔

شامی نے متاخرین شافعیہ سے نقل کیا ہے۔

وصول القرأة للمیت اذا کانت بحضرته او دعیٰ له' عقبها ولو غائباً لان محل القرأة تنزل الرحمة والبرکة والدعاء عقبها ارجی القبول. (ردالمحتار بحوالہ صحیح العقائد ص ۱۲۶)

میت کیلئے قرأت کا پہنچنا ثابت ہے۔ چاہے قرأت میت کے سامنے ہو یا سامنے نہ ہو۔ اور اگر میت غائب ہو تو پڑھ کر دعا کی جائے۔ اس لئے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت رحمت و برکت نازل ہوتی ہے۔ اور قرأت کرنے کے بعد دعا کرنے میں قبولیت کی امید ہے۔

دعا اور استغفار بخشش کا سبب ہے

اب تک ہم نے احادیث اور فقہاء و محدثین کی تصریحات کی روشنی میں صدقات و خیرات اور اعمال خیر کا ایصال ثواب بیان کیا ہے جن میں مالی، بدنی اور مرکب عبادت شامل ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ جب انسان کوئی بھی نیک عمل کرتا ہے اللہ پاک اس نیک عمل کی جزا اپنے فضل وکرم سے عطا فرماتا ہے۔ نیک عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا ہے چاہے تو وہ ان اعمال کا ثواب دوسروں کو ہدیہ کر سکتا ہے چاہے وہ زندہ ہوں یا وصال فرما چکے ہوں البتہ اس کیلئے ایک ضروری شرط عائد کی گئی ہے کہ اپنے اعمال کا ثواب وہی ہدیہ کر سکتا ہے جو مومن ہو اور اسے ہی ایصال کیا جا سکتا ہے جو مسلمان مومن ہو۔ جس طرح نیک اعمال کا ثواب پہنچتا ہے اس طرح میت کیلئے دعا اور استغفار بھی بخشش کا سبب ہے۔ اس کیلئے بھی کثیر احادیث اور تمام مسالک کے فقہا کی آراء کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ بعض دلائل پیش خدمت ہیں۔

زندوں کا تحفہ مردوں کیلئے

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا۔

ما المیت فی القبر الا کالغریق المغوث ینتظر دعوة تلحقه' من اب او ام اواخ اوصدیق فاذا لحقته'

میت کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے۔ وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ، ماں،

كان احب اليه من الدنيا وما فيها وان الله تعالىٰ ليدخل الى اهل القبور من دعاء اهل الارض امثال الجبال وان هدية الاحياء الى الاموات الاستغفار لهم۔

(مشکوٰۃ ص ۲۰۶ کنز العمال)

بھائی یا دوست کی طرف سے اس کو پہنچے اور جب اس کو کسی کی دعا پہنچتی ہے تو اُس دعا کا پہنچنا اس کو دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر و رحمت عطا کرتا ہے اور بے شک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کیلئے بخشش کی دعا مانگی جائے۔

اس حدیث میں دعا کی کتنی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بھی کہیں فقط دعا کر دینا صاحب قبر کیلئے بہت ہی محبوب تر ہے۔

۱) میت اپنے ماں باپ بھائی اور دوستوں کی دعا کی منتظر ہوتی ہے۔

۲) دعا پہنچتی ہے اور میت کی محبوب ترین چیز بھی دعا ہی ہوتی ہے۔

۳) جب کوئی وصال شدہ لوگوں کیلئے دعا کرتا ہے اس کا اجر و ثواب قلیل نہیں ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر عطا فرماتا ہے اور

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے دنیا سے جانے والے کو کوئی بہترین تحفہ بھیجا جائے تو وہ تحفہ بخشش کی دعا ہے۔

یا اللہ میری میرے والدین رشتہ داروں اعزا و اقارب اور حضور ﷺ کی ساری امت کی بخشش فرما۔

تھانوی صاحب کا تبصرہ

مولوی اشرف علی تھانوی اس حدیث سے ایک فائدہ استنباط کرتے ہوئے

کہتے ہیں۔

''اور روایات کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح اموات کو خبر بھی ہوتی ہے کہ کس شخص نے یہ ثواب پہنچایا ہے............اس حدیث سے منتظر ہونا میت کے واسطے دعا اپنے باپ ماں بھائی دوست کے ثابت ہوتا ہے۔

پس یہ لوگ اگر ثواب پہنچا دیں گے تو ضرور اس کو شعور ہونا چاہیے ورنہ اس کا انتظار منقطع (ختم) نہ ہوگا اور اخبار و آثار بزرگان سے یہ امر حد تواتر کو پہنچا ہے''۔

(امداد الفتاوی ج ۵ ص ۳۸۹)

اہل میت کے گھر جمع ہو کر بیٹھنا اور فاتحہ خوانی کرنا

جب کسی کے میت ہو جاتی ہے تو لوگ ان کے گھر جمع ہوتے ہیں اور میت کیلئے مغفرت و بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ یہ سنت کے عین مطابق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔

صحابی رسول ﷺ حضرت ماعز بن مالک ؓ کا وصال ہو گیا۔ جب دو یا تین دن گذر گئے۔

ثم جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو جلوس فسلم. ثم جلس فقال استغفروا لما عز بن مالك ۔(مسلم ج ۲ ص ۶۸ مشکوٰۃ ص ۳۱۰)

پھر رسول اکرم ﷺ اس کے گھر تشریف لائے جہاں صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے۔ پس آپ ﷺ نے سلام کیا اور بیٹھ گئے اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ ماعز بن مالک کی بخشش کیلئے دعا کرو۔

تو صحابہ کرام نے ماعز بن مالک ؓ کی بخشش کیلئے دعا مانگی۔

اس حدیث میں مکمل وہ منظر موجود ہے جو ہمارے ہاں مروج ہے کہ میت کے ہاں لوگوں کا عموماً اجتماع ہوتا ہے اور جو بھی وہاں تعزیت کیلئے آتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ بخشش کیلئے دعا مانگیں اور پھر سب مل کر ہاتھوں کو اٹھا کر میت کی بخشش و مغفرت کی دعا

مانگتے ہیں۔

اس روایت میں میت کے گھر صحابہ کرام کا جمع ہونا بھی ثابت ہے اور حضور اکرم ﷺ کا دعائے مغفرت کیلئے میت کے گھر جانا اور دعائے مغفرت کرنا بھی ثابت ہے۔

بیٹے کی دعا سے درجہ کی بلندی

بچے کی دعا اپنے والدین کیلئے درجات کی بلندی کا سبب بنتی ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لیرفع الدرجة للعبد الصالح فی الجنة فیقول یارب انی لی هذه فیقول باستغفار ولدك لك۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۶ شرح الصدور مجمع الزوائد)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ جنت (قبر بھی مومن کیلئے جنت ہوتی ہے) میں نیک بندے کے درجہ کو بلند فرماتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے اے میرے رب میرا درجہ کیسے بلند ہوگیا؟ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے کی تیرے لئے دعائے مغفرت کی وجہ سے۔

علامہ اوکاڑوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی نیک بندے یا کسی بزرگ کیلئے دعائے بخشش کی جائے تو اس کے درجے بلند ہوجاتے ہیں اور اگر گنہگار کیلئے کی جائے تو اس سے سختی اور عذاب دور ہوجاتا ہے۔ (ثواب العبادات ص ۷)

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"یہاں عبد صالح سے مراد (گنہگار) مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و

[illegible] ہے۔ پہلے وہ عذاب میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہو کر [illegible] کی کلی کھل جاتی ہے"۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

دعا کی برکت پہاڑوں جیسی نیکیاں

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یتبع الرجل یوم القیمة من الحسنات امثال الجبال فیقول انی هذا؟ فیقال باستغفار ولدك لك۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط شرح الصدور ص ۱۲۷ الادب المفرد للبخاری ص ۹)

قیامت کے دن ایک شخص کی نیکیاں پہاڑوں کی مثل ہونگی۔ وہ عرض کرے گا یہ مجھے کہاں سے مل گئیں؟ تو اسے کہا جائیگا یہ تیرے بیٹے کی دعائے مغفرت ہے جو وہ تیرے لئے کرتا تھا۔

مومن کی استغفار کی برکت

ایک مسلمان مومن جب اپنے مومن بھائی کیلئے دعائے استغفار کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے گناہوں سے پاک فرماتا ہے۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

امتی امة مرحومة تدخل قبورها بذنوبها وتخرج من قبورها لاذنوب علیها تمحص عنها باستغفار المومنین۔ (شرح الصدور ص ۱۲۸)

میری امت، امت مرحومہ ہے وہ قبروں میں گناہوں کے ساتھ داخل ہوگی اور جب قبروں سے نکلے گی اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ مومنوں کے استغفار کی وجہ سے اس کو گناہوں سے پاک وصاف کر دے گا۔

لہذا ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے ہمیشہ مغفرت کی دعائیں مانگتے رہنا چاہیے۔

مذہب حنفی کے عقائد کی مسلمہ کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔

وفی دعاء الاحیاء للاموات او صدقتهم عنهم نفع لهم۔ (شرح عقائد نسفی)

کہ زندوں کا مردوں کیلئے دعا کرنا یا صدقہ وخیرات کرنا مردوں کیلئے نفع کا باعث ہے۔

استغفار کیلئے حکم مصطفیٰ ﷺ

کئی مواقع پر تاجدار انبیاء حبیب کبریا احمد مجتبیٰ ﷺ نے باقاعدہ استغفار کا حکم ارشاد فرمایا۔ اس کیلئے مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نعى (لنا او) لهم النجاشى صاحب الحبشه فى اليوم الذى مات فيه فقال استغفروا لاخيكم۔ (نسائی مسلم بخاری)

بیشک رسول اکرم ﷺ نے انہیں (یا ہمیں) (حضرت شاہ) نجاشی صاحب حبشہ کے فوت ہونے کی خبر دی جس دن ان کا انتقال ہوا اور فرمایا "اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو۔ (بخشش چاہو)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔

كان النبى صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لاخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فانه الان يسئل. (ابوداؤد ج ۲ ص ۶۳۷ کنز اعمال)

جب بھی حضور اکرم ﷺ میت کے دفن سے فراغت پاتے تو وہاں کچھ دیر ٹھہرتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو۔ (بخشش مانگو) پھر اس کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کہ اس

سے اب سوالات ہو رہے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۶)

اسی طرح آپ نے فرمایا ماعز بن مالک کی بخشش کیلئے دعا کرو۔

اگر میت کو زندوں کی دعا سے فائدہ نہ ہوتا تو حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کبھی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم نہ ارشاد فرماتے کہ اپنے بھائی کیلئے دعائے مغفرت کرو۔ آپ کا خود دعا کرنا اور حکم ارشاد فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ دعائیں کرنے سے مرنے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔

اہل بقیع کیلئے بخشش کی دعا

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ جب آپ ﷺ کی میرے ہاں باری ہوتی تو آپ رات کے آخری وقت میں بقیع کی طرف نکل جاتے اور فرماتے۔

السلام عليكم دار قوم مومنين واتاكم ما توعدون غدا موجلون وانا انشاء الله بكم لاحقون۔

اے مومن قوم کے گھر والو تم پر سلام ہو تم سے جس چیز کا وعدہ تھا وہ تمہیں مل گئی۔ کل کی تمہیں مہلت دی ہوئی ہے انشاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے۔

اللهم اغفر لاهل بقيع الغرقد۔

اے اللہ بقیع غرقد والوں کی بخشش فرما۔

(مسلم ج ا ص ۳۱۳ مشکوٰۃ طبقات ابن سعد)

حضور ﷺ کی مبارک دعائیں

اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ فوت شدہ لوگوں کیلئے دعائے مغفرت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ جن الفاظ سے دعا فرمایا کرتے تھے۔ ان میں

سے مختصر الفاظ تو یہ ہوتے تھے کہ یا اللہ فلاں کی بخشش فرما۔ مگر اکثر آپ قدرے تفصیل دعا بھی بخشش کیلئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مانگا کرتے تھے۔

ان میں سے بعض دعائیں نقل کی جارہی ہیں۔

حضرت عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ وصال شدہ کیلئے دعا فرماتے۔

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار ۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۵ نسائی باب الدعاء مسلم مسند احمد)

اے میرے اللہ اسے بخش دے اس پر رحمت نازل فرما اور اسے عافیت عطا فرما' اس سے درگزر فرما' اس کی باعث مہمانی فرما' اور اسے برف اور ٹھنڈے پانی سے دھو ڈال اور اسے خطاؤں سے اس طرح صاف ستھرا فرما دے جس طرح تو سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف فرماتا ہے۔ اسے دنیا کے گھر سے بہتر گھر عطا فرما۔ اسے (دنیا کے) اہل خانہ سے بہتر اہل خانہ عطا فرما۔ دنیوی بیوی سے بہتر بیوی عطا فرما۔ اسے جنت میں داخل فرما۔ اسے قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھ اور عذاب نار سے پناہ میں رکھ۔

حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مسلمان آدمی کی نماز جنازہ پڑھی (راوی فرماتے ہیں) میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

اللهم ان فلان ابن فلان فی ذمتك وحبل جوارك فقه من فتنة القبر وعذاب النار وانت اهل الوفاء والحق اللهم اغفرله وارحمه انك انت الغفور الرحيم. (مشکوٰۃ ص ۱۴۶ ابن ماجہ کنز العمال ابوداؤد)

اے اللہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے وہ تیرے ذمہ (کرم) اور تیرے قریب کے عہد میں ہے تو اسے (اپنے فضل و کرم سے) قبر کے فتنہ اور آگ کے عذاب سے بچالے اور تو وفا و حق والا ہے۔ اے میرے اللہ اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم فرما۔ بیشک تو بخشش فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے (ایک صحابی کی) نماز جنازہ پڑھائی اور یہ دعا کی۔

اللهم انت ربها وانت خلقتها وانت هديتها الى الاسلام وانت قبضت روحها وانت اعلم بسرها وعلانيتها جئنا شفعاء فاغفرله ۔ (ابوداؤد ج ص ۱۰۰ مشکوٰۃ مسند احمد کنز العمال)

اے اللہ تو اس کا رب ہے تو نے اس کو پیدا فرمایا تو نے ہی اسے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی تو نے ہی اس کی روح قبض فرمائی تو ہی اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ ہم شفیع (سفارش کرنے کیلئے) آئے ہیں اس کی بخشش فرما۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دعا

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک جنازے میں حاضر تھا۔ جب میت کو قبر میں رکھا تو فرمایا۔

بسم الله وفی سبيل الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه

اللہ تعالیٰ کے نام پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ پر اور رسول اللہ ﷺ کی ملت پر۔

وآلہ وسلم

پھر جب قبر پر اینٹیں برابر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔

اللھم اجرھا من الشیطان ومن عذاب القبر اللھم جاف الارض عن جنبیھا وصعد روحھا ولقھا منك رضوانا۔
(ابن ماجہ ص ۱۱۲ کنز العمال تفسیر قرطبی سنن الکبریٰ للبیھقی)

اے اللہ! اس کو تو (اپنے کرم سے) شیطان اور عذاب قبر سے بچا۔ اے میرے اللہ! اس کی پسلیوں کو زمین سے جدا رکھ (یعنی قبر کی دیواریں مل کر اسکی پسلیاں نہ توڑیں) اس کی روح کو چڑھا لے (یعنی اپنے قرب میں بلند فرما) اور اس کو اپنی رضامندی نصیب فرما۔

(حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا یہ دعا تم نے اپنی رائے سے پڑھی ہے یا رسول کریم ﷺ سے سنی ہے۔ انہوں نے فرمایا مجھے یہ اختیار نہیں کہ جو چاہوں کہوں بلکہ میں نے اس دعا کو حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے۔

شوہر کے وصال پہ بیوی کا عمل

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو کلمہ خیر کہو کیونکہ فرشتے تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

فلما مات ابو سلمة رضی اللہ عنہ، اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابا سلمة قد مات قال قولی اللھم اغفرلی

جب ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ابو سلمہ فوت ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو۔ اے اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما اور ابو سلمہ کی

مغفرت فرما۔ (مسلم کتاب الجنائز)

حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو مغفرت کی دعا کرنے کی تلقین فرما کر اس بات کو ثابت فرما دیا کہ مغفرت کی دعا کرنے سے مرنے والوں کو فائدہ ہوتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال

چونکہ ہمارے ہاں کئی اور مذاہب نے جنم لیا ہے۔ حضور علیہ السلام کی حدیث مبارکہ کے مطابق تہتر فرقے معرض وجود میں آنے ہیں لہٰذا ہر کسی نے اپنی اپنی بولی ہی تو بولنی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جہاں بھی کوئی فوت ہوتا ہے لوگ مرحوم کیلئے مغفرت کی دعائیں مانگتے ہیں جہاں ہزاروں لوگ دعا کر رہے ہوتے ہیں ان میں دو چار افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے کہہ ڈالتے ہیں۔

دیکھئے جناب! دعاؤں کا کیا فائدہ صدقہ وخیرات کسی کام کا نہیں اور یہ پڑھنا پڑھانا بے فائدہ ہے۔ اب تو اس کا معاملہ ہے وہ جانے اور اللہ جانے ہم اس کیلئے کچھ نہیں کر سکتے اور ساتھ ہی کہہ دیتے ہیں ان تمام چیزوں کا کوئی ثبوت بھی نہیں نہ ہی شریعت نے کوئی حکم دیا ہے اور ہمارے سادہ لوح بھائی خصوصاً وہ لوگ جو علم سے بھی دور ہیں اور کبھی انہوں نے اس کی حقیقت جاننے کی کوشش بھی نہیں کی وہ مخمصے کا شکار ہو جاتے ہیں۔

میرے پاس بھی کئی دوست واحباب تشریف لاتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں جناب ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کے فوائد کے سلسلے میں کوئی دلیل لکھ دیں۔ ظاہر بات ہے کوئی انکار کرتا ہے تو دلیل کی ضرورت پیش آتی ہے۔

میں نے اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے حضور علیہ السلام کے فرامین کثرت سے نقل کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دعائے مغفرت کرنا آپ ﷺ کی بھی سنت مبارکہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی طریقہ تھا اور اب تک مسلمان اسی پہ عمل

پیدا ہیں۔ اور اگر دعاء واستغفار کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام نہ خود دعا فرماتے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حکم ارشاد فرماتے۔

اعمال منقطع مگر ثواب جاری

جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو ظاہر بات ہے جو زندگی میں اعمال کیا کرتا تھا اس کا بھی انقطاع ہو جاتا ہے۔ مگر بعض چیزیں ایسی ہیں جو مرنے والے کو اس کی موت کے بعد بھی فائدہ دیتی ہیں۔

چنانچہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له۔ (مسلم، مشکوۃ ص ٣٢)

جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کیلئے دعا کرتی رہتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ

١) انسان جو دنیا میں نیک عمل کرتا ہے فوت ہو جانے کے بعد وہ عمل برقرار نہیں رہتا اور نیک اعمال پر جو ثواب ملتا تھا وہ منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین اعمال ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ مثلاً اپنی زندگی میں کوئی صدقہ جاریہ کیا، مسجد بنا دی، مدرسہ تعمیر کروا دیا، پل بنوا دیا، پانی پینے کیلئے کوئی سبیل وغیرہ بنوا دی، کسی کو کتابیں لے کر دے دیں یا کوئی شفاء خانہ بنوا دیا۔ غرضیکہ کوئی ایسا کام کر دیا جو باقی رہے اور لوگ اس سے استفادہ کرتے رہیں۔ جب تک وہ چیز باقی رہے گی مخلوق خدا اس سے فیضیاب ہوتی رہے گی جیسے اسے زندگی میں اجر وثواب ملتا تھا۔ اسی طرح

مرنے کے بعد بھی ثواب ملتا رہے گا۔

٢) اسی طرح مرنے والا کسی کو ہنر سکھا گیا جس سے وہ سیکھنے والا فائدہ حاصل کرتا رہا یا ایسی تعلیم دی جس سے زندگی میں فائدہ حاصل کیا گیا تو مرنے والے کو اس وقت تک ثواب ملتا رہے گا جب تک دی گئی تعلیم کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"لوگوں کو تعلیم دی، کتابیں تصنیف کیں۔ بلکہ دینی کتابوں کی کتابت کرنا اور انہیں نقل کرنا بھی علم نافع میں شامل ہے"۔ (اشعۃ اللمعات ج ١ ص ١٨٥)

٣) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نیک بچہ جو اپنے مرنے والے ماں باپ کیلئے دعا مانگے تو اس کا فائدہ بھی مرنے والے کو پہنچتا ہے۔

مشکوۃ شریف میں ایک دوسری روایت میں ان تین اعمال سے بھی زائد اعمال کے متعلق حضور علیہ السلام نے مرنے کے بعد فوائد کا ذکر فرمایا۔ وہ روایت یہ ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان مما يلحق المومن من عمله وحسناته بعد موته علماً علمه ونشره وولداً صالحاً تركه او مصحفاً ورثه او مسجداً بناه او بيتاً لابن السبيل بناه او نهراً اجراه او صدقةً اخرجه من ماله في

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کو اس کی موت کے بعد اس کے عمل اور اس کی نیکیوں سے جو کچھ پہنچتا ہے ان میں سے ایک علم ہے جو اس نے حاصل کیا ہوتا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کی ہوتی ہے۔ دوسرا نیک بیٹا جسے وہ چھوڑ جاتا ہے۔ تیسرا قرآن پاک جسے وراثت کے طور پر اپنے عزیزوں کے حوالے کر جاتا ہے چوتھی چیز

صحته و حيوته تلحقه' من بعد موتـــه. رواه' ابن مـــاجـــه والبيهقى فى شعب الايمان۔

(مشکوٰۃ' ابن ماجہ)

مسجد ہے جو اس نے تعمیر کی ہوتی ہے یا مسافر کیلئے کوئی سرائے وغیرہ یا نہر جو اس نے جاری کی یا صدقہ جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت اور زندگی میں ادا کیا ہوتا ہے یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی بندے کو پہنچتا رہتا ہے۔

اس حدیث میں سات اشیاء کا ذکر ہے۔ جس میں پہلی چیز علم ہے۔ اس کی نشر و اشاعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نشر و اشاعت میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو علم کے پھیلانے کا سبب بنتے ہیں اور ہر قسم کا وہ صدقہ جو باقی رہتا ہے مرنے والوں کو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ جس طرح سابقہ حدیث میں نیک بیٹے کا ذکر تھا اس میں بھی نیک اولاد کا ذکر ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی اولادوں کی تربیت اسلامی طرز پر کریں تا کہ ان کے اندر نیک جذبات فروغ پائیں اور ہمارے فوت ہو جانے کے بعد بھی ان کی دعاؤں اور نیکیوں کے فوائد ہمیں ملتے رہیں۔

تر شاخ باعث تخفیف عذاب

نیک اولاد کا' والدین کا اور دوست واحباب کا قرآن پاک پڑھنا یا ذکر و اذکار کرنا اور میت کیلئے دعا کرنا بے پناہ فوائد کا حامل ہے صحیح احادیث میں جنہیں امام بخاری' امام مسلم' مشکوٰۃ اور دیگر کتب احادیث میں ہمیں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ تر لکڑیاں بھی تخفیف عذاب کا باعث بنتی ہیں۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ

مر النبى صلى الله عليه وسلم بقبرين يعذبان فقال انهما ليعذبان

حضور اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ جن پر عذاب ہو رہا تھا۔

وما يعذبان فى كبير اما احدهما فكان لايستتر من البول واما الاخر فكان يمشى بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة فشقها بنصفين ثم غرز فى كل قبر واحدة فقالوا لم صنعت هذا؟ فقال لعله ان يخفف عنهما ما لم ييبسا۔ (بخاری ۱۵/۱۸۲' مسلم' مشکوٰۃ ص ۴۲)

آپ ﷺ نے فرمایا ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچا کرتا تھا۔ اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور درمیان سے چیر کر اس کے دو حصے کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ تر شاخیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی ہیں اور اگر انہیں قبر پر رکھ دیا جائے تو ان کی تسبیح وذکر سے صاحب قبر کو راحت ملتی ہے اگر عذاب میں گرفتار ہو تو تخفیف عذاب کا باعث اور اگر نیکوکار ہو تو درجات کی بلندی کا باعث ہوتی ہے۔ بہر صورت قبر والے کو اس سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ بعض لوگ قبروں پہ ہری شاخیں رکھ دیتے ہیں اور قبر پر پھول ڈالتے ہیں یہ جائز ہیں اور ان کی اصل یہ حدیث پاک ہے۔

تخفیف عذاب کی علت

تخفیف عذاب کی علت کیا ہے اس سلسلے میں فقہاء و محدثین کے کئی اقوال ہیں مگر جو سب سے قوی ترین علت ہے وہ تر شاخ کا ذکر الٰہی کرنا اور اس ذکر کی بدولت

ہی اللہ تبارک وتعالیٰ صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف فرماتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وان من شئ الا یسبح بحمدہ۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

اور چونکہ شاخوں کا سوکھ جانا ان کی موت ہے اور موت سے تسبیح موقوف ہوگئی لہٰذا ثابت ہوا کہ تخفیف عذاب کا باعث شاخوں کی تسبیح تھی۔ جب شاخوں کی تسبیح باعث تخفیف عذاب قبر ہے تو بندوں کی تسبیح بھی یقیناً باعث تخفیف عذاب قبر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور فقہاء کرام نے تر شاخ کو ہی عذاب کی تخفیف کی علت قرار دیا۔

صحابی کی وصیت

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ذکر فرماتے ہیں۔

واوصی بریدۃ الاسلمی ان یجعل فی قبرہ جریدان۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۸۱)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑ دی جائیں۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا باسٹھ ہجری میں مرو میں انتقال ہوا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور حضور علیہ السلام کی اقتداء کی جائے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔

(عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۸۲، شرح صحیح مسلم ج ا ص ۹۸۲)

اسی قسم کی وصیت حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے بھی کی تھی، شرح الصدور میں ہے کہ

قتادہ نے کہا حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث (زیر بحث) بیان کی اور یہ وصیت کیا کرتے تھے کہ میری قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھ دینا۔ ان کا وصال کرمان اور قومس کے درمیان ایک میدان میں ہوا۔ وہاں کھجور کی شاخ نہ مل سکی لوگ یہ باتیں کر رہے تھے کہ ان کی وصیت قبر میں شاخیں رکھنے کی تھی اور یہاں سے نہیں کیا کریں۔ اتنے میں بجستان کی طرف سے کچھ سوار آئے جن کے پاس کھجور کی شاخیں تھیں ہم نے ان سے شاخیں لے کر قبر میں رکھ دیں۔

(نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ص ۶۷۲)

قبور پر سبزہ اور پھول رکھنے پر فقہاء و محدثین کے ارشادات

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

اس حدیث کی بناء پر علماء نے قبر پر قرآن مجید پڑھنے کو مستحب جانا ہے۔

لانہ اذا کان یرجی التخفیف بتسبیح الجرید فبتلاوۃ القرآن اولیٰ۔

اس لئے کہ جب کھجور کی شاخ کی تسبیح سے تخفیف عذاب کی امید ہے تو قرآن مجید کی تلاوت سے بدرجۂ اولیٰ امید ہے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا کہ بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر کھجور کی دو شاخیں رکھی جائیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے برکت حاصل کی۔ (شرح صحیح مسلم ج ا ص ۱۴۱)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

درخت کی شاخ کے معنی میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قولہ) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ ہمارے متاخرین اصحاب میں

سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیا ہے کہ پھولوں اور درختوں کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔

(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۷۸)

علامہ محمد بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ

فقہاء نے لکھا ہے کہ قبرستان کی تر گھاس کا کاٹنا مکروہ ہے۔ اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ جب تک وہ ہری رہتی ہے تسبیح کرتی رہتی ہے۔ جس سے میت کو انسیت حاصل ہوتی ہے اور رحمت نازل ہوتی رہتی ہے۔ اس پر علامہ محمد بن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔

اس کی دلیل وہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہری کھجور کی شاخ کے دو ٹکڑے کر کے ان قبروں پر رکھا جن میں عذاب ہو رہا تھا اور حضور کا تخفیف عذاب کی یہ علت بتانا ہے کہ جب سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی یعنی ان کی تسبیح کی برکت سے اس لئے کہ تر کی تسبیح سوکھی سے زیادہ کامل ہے کیونکہ تر میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے اس بناء پر قبرستان سے ہری گھاس کاٹنے کی کراہت اس لئے ہے کہ اس میں میت کی حق تلفی ہے۔ اس مسئلے سے اور حدیث سے یہ حکم ماخوذ ہے کہ کھجور کی ہری شاخ رکھنا مستحب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اس پر قیاس کیا گیا وہ جو ہمارے زمانے میں عادت ہے کہ آس وغیرہ (ایک قسم کا پھول) کی شاخیں رکھتے ہیں۔ (ردالمحتار ج ا ص ۶۰۶)

نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے بعد یوں تحریر ہے۔

علامہ شامی کی فقہاء احناف میں جو حیثیت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ ان کی

کتاب ردالمحتار، فقہی حنفی کی بہت مشہور اور مستند ہے۔ کوئی حنفی عالم اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا انہوں نے بہت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا کہ ان لوگوں پر تخفیف عذاب کی علامت خود حضور نے یہ بتائی کہ جب تک یہ تر رہیں گے ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اس لئے کہ تر شاخ کی تسبیح سوکھی کے بنسبت زیادہ کامل ہے۔

اس لئے کہ تر شاخ میں یک گونہ حیات ہے۔ تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کھجور کی تر شاخ رکھنا مستحب ہے اور اس پر قیاس کر کے آس وغیرہ اور دوسرے تر نباتات رکھنا بھی (مستحب ہے)

ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر امام گزرے ہیں' لکھتے ہیں۔

ومن ثم افتى بعض الائمة من متاخري اصحابنا بان ما اعتيد من وضع الريحان و الجريد سنة لهذا الحديث۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ا ص ۳۵۱)

اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ درخت کی شاخوں اور پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء پر سنت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

وتمسک کنداین جماعۃ باین حدیث در انداختن سبزہ وگل را بر قبور۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۲۰۰)

جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر استدلال کرتے ہیں۔

ملا نظام الدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ

آپ لکھتے ہیں۔

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن.

(فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱)

پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

علامہ شربینی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

شافعی صاحب لکھتے ہیں۔

ایضا وضع الجرید الاخضر علی القبر وکذا الریحان ونحوہ من الشئی الرطب ۔(مغنی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴)

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھولوں اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

علامہ وشتانی ابی مالکی

علامہ وشتانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں میں یہ عرف ہے کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچھاتے ہیں ان کا یہ عمل اس حدیث کی بناء پر ہے اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں ان کا یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع پر مبنی ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۷۳)

فقہاء شافعیہ حنبلیہ اور حنفیہ

ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے' نیز فقہاء مالکیہ' حنبلیہ اور حنفیہ نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب ہے اور قبر پر سبز شاخ' پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ' ج ۱ ص ۵۳۹)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ

"قبر پر پھول اور خوشبو والی کوئی چیز رکھنا صاحب قبر کی روح کی مسرت کا باعث ہے اور یہ شرعاً ثابت ہے۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۱)

اس حدیث کی وضاحت کیلئے فقہاء کرام کے بعض حوالوں کو شرح صحیح مسلم سے لیا گیا ہے۔ جس کو عصر حاضر کے عظیم محدث شیخ الحدیث والقرآن سعید ملت استاذی المکرم مفتی غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی نے تصنیف فرمایا۔

برزخ اور دنیا سے حضور علیہ السلام کا بیک وقت رابطہ

حضرت علامہ شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی صاحب غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتادیا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ ظاہر فرمادیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اوجھل نہیں ہوتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب (کی چھینٹوں) سے نہیں بچتا تھا (تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرف عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں۔ یا یہ بتلادیا کہ میں صرف ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں۔ اور جب شاخ کے ٹکڑے ان کی قبروں

پر رکھ دیئے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے۔ ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ تو یہ ظاہر فرما دیا کہ میں صرف ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں۔ نیز آپ نے یہ بتلا دیا کہ اے میرے غلاموں! اچھی طرح جان لو کہ جب میں تمہارے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر تمہارے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جا کر تمہاری مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اکرم ﷺ کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا۔ جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا (کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو عالم دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا' بندوں میں رہ کر مولیٰ کو نہیں بھولے اور شب معراج مولیٰ کے پاس جا کر بندوں کو نہیں بھولے۔

(شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۸۹)

خلاصہ

اس حدیث میں فرمان مصطفیٰ ﷺ' صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور فقہاء و محدثین کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ

۱) اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ نے قبر میں ہونے والے عذاب کو دیکھ لیا اور جان لیا کہ ان پر عذاب ہو رہا ہے۔

۲) اور یہ بھی جان لیا کہ کس وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔

۳) یہ بھی جان لیا کہ ان شاخوں کے رکھنے سے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

۴) اور یہ بھی جان لیا کہ کب تک ہوگی۔ یہ چار غیب کی خبریں ہیں جنہیں سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قبر پر شاخ رکھ کر ہمیں درس دے دیا کہ اس کی تسبیح اور ذکر سے صاحب قبر کو فائدہ ہوگا۔ اب مقام غور ہے کہ

ایک درخت کی ٹہنی اللہ کا ذکر کرے تو اس کے ذکر کی برکت سے قبر والوں کا عذاب کم ہو...... تو کیا جو حضور ﷺ کا ذکر کرے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرے اور قرآن پاک کی تلاوت کرے اور ہر قسم کا ثواب ہدیہ کر کے بطور خاص اس کیلئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں بخشش کی دعائیں طلب کرے تو کیا اس سے قبر والوں کو نفع حاصل نہ ہوگا؟ اور اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی بارش نہ فرمائے گا؟

یقیناً اس کا نفع قبر والوں کیلئے موجب بخشش اور بلندئ درجات ہوگا۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ایک مرتبہ پھر پڑھیں اور توجہ سے پڑھیں۔

''جب نباتات کی تسبیح سے تخفیف عذاب ہو سکتی ہے تو جب حافظ اپنی پاک زبان سے قبر پر قرآن مجید کی تلاوت کرے' تو عذاب میں تخفیف بطریق اولیٰ ہوگی''۔

نماز جنازہ کی برکات سے بخشش

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں اور حضور علیہ السلام کی امت کی بخشش کے جہاں اور بہت سے ذرائع بنائے ہیں ان میں سے ایک اہم ترین ذریعہ نماز جنازہ بھی ہے۔ جس میں احیاء اموات' حاضرین و غائبین' چھوٹوں' بڑوں' مردوں اور عورتوں کیلئے دعائے مغفرت بھی کی جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے سو افراد کے نماز جنازہ ادا کرنے والوں کی شفاعت کو بخشش کا سبب قرار دیا ہے۔

سو آدمیوں کا نماز جنازہ پڑھنا

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

فرماتے ہیں کہ

ما من میت تصلی علیه امةٌ من المسلمین یبلغون مائةً کلهم یشفعون له' الا شفعوا فیه. (مسلم شریف ج ا ص ۳۰۸ نسائی مسند احمد مشکوٰۃ ص ۱۴۵ ترمذی)

جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ پڑھ کر اس کی شفاعت کریں (یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کریں) تو ان کی شفاعت ضرور قبول ہوگی۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من صلی علیه مائة من المسلمین غفر له.

جس (صحیح العقیدہ مسلمان) پر سو (صحیح العقیدہ مسلمان) نماز جنازہ پڑھیں تو اس کی مغفرت ہوجائے گی"۔

چالیس آدمیوں کا نماز جنازہ پڑھنا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت کریب فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ایک فرزند کا مقام قدید یا عسفان میں انتقال ہو گیا تو انہوں نے فرمایا۔ اے کریب دیکھو (نماز جنازہ کیلئے) کتنے آدمی جمع ہو گئے ہیں؟

حضرت کریب فرماتے ہیں میں گیا اور دیکھا کہ لوگ کافی جمع ہیں اور ان کی اطلاع دی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہارے اندازے کے مطابق وہ چالیس ہوں گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں!

قال اخرجوه' فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علیٰ جنازته اربعون رجلاً لایشرکون

فرمانے لگے جنازہ نکالو میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے جنازے میں چالیس افراد ایسے شریک ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

بالله شیئاً الا شفعهم الله فیه. (مسلم ج ا ص ۳۰۸ ابوداؤد ابن ماجہ کنز العمال)

شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت مسلمان میت کے حق میں ضرور قبول فرماتا ہے۔ (یعنی ان کی دعائے مغفرت سے میت کی بخشش ہو جاتی ہے)

تین صفیں نجات کا سبب

حضرت مرثد بن عبداللہ یزنی سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب نماز جنازہ ادا فرماتے اور لوگ تھوڑے ہوتے تو ان کی تین صفیں کر دیتے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

ما من مسلم یموت فیصلی علیه ثلاثة صفوف من المسلمین الا اوجب. (ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ کنز العمال)

جس مسلمان میت پر مسلمانوں کی تین صفیں جنازہ پڑھ دیں تو میت کیلئے (جنت) واجب ہو جاتی ہے۔

تین احادیث کو پیش کیا گیا ہے۔ جن سے واضح طور پہ معلوم ہوتا ہے کہ زندہ مسلمانوں کی دعائے مغفرت اور جنازہ پڑھنے کی وجہ سے مرنے والے مسلمانوں کو بے انتہاء فائدہ پہنچتا ہے اور ان کی مغفرت اور دخول جنت کا سبب ہے۔

رحیم و شفیق آقا ﷺ

ہمارے پیارے نبی احمد مختار سید المرسلین ﷺ اپنی امت پہ اتنے شفیق و مہربان ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ

بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ۔ (التوبہ ۱۲۸)

پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان۔

جس رسول پہ مسلمانوں کا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہو وہ کب چاہیں گے میرے امتیوں کو عذاب ہو۔اس لئے اکثر فرمایا کرتے تھے اپنے بھائی کی بخشش کی دعا کرو۔

حضور علیہ السلام نے پہلے سو آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے پر بخشش کی نوید سنائی پھر قلب مقدس میں خیال آیا ہوگا کہ میرے کئی امتی ایسے بھی ہوں گے جن کے جنازے میں سو افراد مومن شریک نہیں ہو سکیں گے۔وہ کیا کریں گے تو دریائے رحمت جوش میں آیا اور چالیس مومنوں کے جنازے میں شرکت پر بخشش و رحمت الٰہی کی بشارت سنادی۔ پھر دل مبارک میں خیال آیا ہوگا کہ جن غلاموں کے جنازہ میں چالیس مومنوں کے جنازے میں شرکت پر بخشش و رحمت الٰہی کی بشارت سنادی۔ پھر دل مبارک میں خیال آیا ہوگا کہ جن غلاموں کے جنازہ میں چالیس مومن بھی شریک نہ ہو پائیں گے ان کا کیا بنے گا تو پھر دریائے رحمت جوش میں آیا اور جنازے کے شرکاء کی تین صفیں بن جانے پر جنت واجب ہونے کا مژدہ مل گیا۔

بعض جدت پسند یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صرف بیٹے کی دعا سے تو فائدہ پہنچتا ہے مگر دوسروں کی دعا سے ہرگز فائدہ نہیں پہنچتا۔لیکن ان تینوں احادیث کو بغور پڑھیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن کی دعا سے میت کو ثواب اور فائدہ پہنچتا ہے۔

مگر یہ بات یاد رکھیں کہ ہمیں مومنوں والے کام بھی کرنے چاہئیں اور اگر کام بے دینوں اور بے ایمانوں جیسے کریں پھر توقع بخشش کی رکھیں۔اللہ ہی حافظ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں مومن بنائے اور مومنوں کی کثرت ہمارا جنازہ پڑھے

اور ہمارا خاتمہ بھی ایمان پر ہو۔انشاء اللہ رب کائنات ضرور ہم کو قبر وحشر میں کامیاب فرمائے گا۔

زندوں کی تعریف سے میت کو نفع

حضور علیہ السلام نے مردوں کی برائی کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کی نیکی کی چار آدمی گواہی دیں گے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اگر تین آدمی گواہی دے دیں تو آپ نے فرمایا تین کی گواہی بھی کافی ہے دو کی گواہی کا سوال کیا گیا تو آپ نے دو کی گواہی کو بھی جنت میں دخول کا سبب قرار دیا۔

بخاری میں روایت ہے کہ

ثم لم نسأله عن الواحد۔(بخاری)

(صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ) پھر ہم نے ایک کے بارے میں سوال نہیں کیا۔

بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مروا بجنازة فاثنوا عليها خيرًا فقال النبي صلى الله عليه وسلم وجبت ثم مروا باخرى فاثنوا عليها شرًا فقال وجبت فقال عمر ما وجبت فقال هذا اثنيتم عليه خيرًا فوجبت له الجنة وهذا اثنيتم عليه شرًا فوجبت له النار انتم شهداء الله في الارض.

لوگ جنازہ لے کر گزرے جسکی لوگوں نے اچھی تعریف کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔واجب ہوگئی پھر دوسرا جنازہ لے کر گزرے جسکی لوگوں نے برائی کی حضور ﷺ نے فرمایا واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔(یارسول اللہ ﷺ) کیا واجب ہوگئی؟ فرمایا یہ جس کی تم نے تعریف کی اس کیلئے جنت

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ، نسائی، مسند احمد، مجمع الزوائد) واجب ہوگئی اور یہ جس کی تم نے برائی کی ہے اس کیلئے دوزخ واجب ہوگئی لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

ثابت ہوا کہ لوگوں کی تعریف سے بھی میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لہٰذا ہمیں فوت ہو جانے والوں کو اچھے لفظوں میں یاد کرنا چاہیے اور برائی نہیں کرنی چاہیے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اپنے وصال شدہ لوگوں کو گالیاں مت دو۔ اپنے عملوں کو پہنچ گئے۔ (بخاری، نسائی، مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم۔

(ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ)

اپنے فوت شدہ لوگوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے باز رہو۔

سرکار دو عالم ﷺ نے وصال شدہ لوگوں کی برائی کرنے سے منع فرمایا ہے مگر یہ بات یاد رکھیں دشمنانِ اسلام، غداران ملک و ملت، بے دین اور گستاخانِ رسول ﷺ کی برائی بیان کرنا اس میں داخل نہیں ہے۔

بچے کیلئے دعا

جس طرح بڑوں کیلئے دعائیں فائدہ مند ہیں اور ان کیلئے دعائیں کی جاتی ہیں اور نماز جنازہ میں بھی ''وَصَغِیْرِنَا'' کہہ کر بچوں کیلئے دعا مغفرت کی جاتی ہے اس طرح ہمیشہ فوت شدہ بچوں کیلئے ہمیں دعا کرنی چاہیے ایک تو ان کیلئے دعا کرنا سنت ہے اور دوسری بات یہ کہ دعا کرنے والوں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ کے پیچھے اس بچے کی نماز جنازہ پڑھی جس نے کبھی خطا نہ کی تھی۔ لیکن میں نے آپ کو فرماتے سنا۔

اللھم اعذہ من عذاب القبر۔ (مشکوٰۃ ص ۱۴۷، کنز العمال)

اے اللہ! اسے عذاب قبر سے بچالے۔

دعا میں اخلاص

ہر نیک عمل میں اخلاص بہت ضروری ہے۔ چاہے وہ فرض عبادات ہوں یا سنت و مستحب ہوں دیگر عبادات کی طرح دعا میں بھی اخلاص بہت ضروری ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۱۴۶، کنز العمال)

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میت پر نماز پڑھ لو تو اس کیلئے خلوص دل سے دعا کرو۔

دعا مانگنے والوں کیلئے دعا

جلیل القدر تابعی امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

کنا عند ابی ھریرۃ لیلۃ فقال اللھم اغفر لابی ھریرۃ ولامی ولمن استغفر لھما قال محمد فنحن نستغفر لھما حتی ندخل فی دعوۃ ابی ھریرۃ۔ (الادب المفرد لامام بخاری ص ۹)

ایک رات ہم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی اے اللہ! ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کی ماں کی بخشش فرما۔ اور اس کی بھی بخشش فرما جو ان دونوں (یعنی حضرت ابوہریرہ اور ان کی والدہ) کی بخشش کی دعا مانگے۔

امام محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ اب ہم ان دونوں کی بخشش کی بھی دعا مانگتے رہتے ہیں تاکہ ہم بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعاء میں داخل ہو جائیں (یعنی ہماری بھی بخشش ہو جائے)

اس سے ثابت ہوا کہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی دوسروں کیلئے بخشش کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

مشہور تابعی امام محمد بن سیرین کا عقیدہ تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا سے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا مسئلہ

کثیر دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ دعا سے زندوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور فوت شدہ لوگوں کو بھی دعا مغفرت کا فائدہ ملتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ دعا مانگنا جائز ہے تو اب یہ سوال کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا بھی جائز ہے یا کہ نہیں؟ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو بھی بدعت کہہ دیتے ہیں۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بالکل جائز ہے اور رسول اکرم ﷺ کے عمل مبارک اور حکم سے ثابت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی بھی چیز جب کسی سے مانگی جاتی ہے تو ہاتھ پھیلا کر ہی لی جاتی ہے۔

دعا کے آداب

دعا کے آداب میں سے ایک ادب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔

قال المسئلة ان ترفع يديك حذو منكبيك ۔ (مشکوٰۃ ابو داؤد)

آپ ﷺ نے فرمایا کہ طریقہ دعا یہ ہے (دعا مانگنے والا) اپنے ہاتھوں کو دونوں کندھوں تک اٹھائے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں آداب دعا کے الفاظ تحریر فرماتے ہوئے لکھا کہ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول مبارک سے ثابت ہوا کہ دعا میں ہاتھ اٹھانا آداب و مستحبات دعا سے ہے۔

دعا کے متعلق حضور ﷺ کا معمول مبارک

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه في الدعاء حتى يرى بياض ابطيه ۔ (مشکوٰۃ)

حضور اکرم ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ دعا کیلئے اتنا ہاتھ اٹھاتے۔ یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی جاتی۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم كان اذا دعا فرفع يديه مسح وجهه بيديه ۔ (رواه البیہقی فی الدعوات الکبیر، مشکوٰۃ)

حضور نبی کریم ﷺ جب دعا مانگتے تو اپنے ہاتھ مبارک اٹھاتے (دعا مکمل فرما کر) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیتے۔

قبرستان جا کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

ایک رات حضور نبی کریم ﷺ حجرہ مبارکہ سے باہر تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلی گئی۔

حتی جاء البقیع فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات۔

حتی کہ آپ ﷺ جنت البقیع میں گئے۔ آپ ﷺ نے طویل قیام کیا اور آپ نے تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی امت کے مردوں کیلئے دعاء مغفرت کرنے کا حکم دیا تھا۔

(مسلم شریف ج ا ص ۳۱۳)

حضرت امام نووی شارح مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ

فیه استحباب اطالة الدعاء وتکریره ورفع یدین فیه۔

یعنی حضور ﷺ کے اس فعل سے دعا کا لمبا مانگنا اور مکرر مانگنا اور دعا میں ہاتھوں کے اٹھانے کا مستحب ہونا ثابت ہو گیا۔

تاجدار انبیاء ﷺ نے مردوں کی دعاء مغفرت کیلئے تین دفعہ ہاتھ اٹھائے۔ ان کے بارے میں ذرا سوچئے! ان کا کیا حشر ہو گا جو رسول ﷺ کے فعل مبارک کی مخالفت کرتے ہوئے ایک دفعہ ہاتھ اٹھانے کو بھی بدعت وگمراہی کہہ رہے ہیں۔

میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا سنت ہے

میت کیلئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا حضور علیہ السلام کے عمل مبارک سے ثابت ہے۔ صحابی رسول حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو عامر رضی اللہ عنہ ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ ابو عامر جنگ میں شہید ہو گئے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ کو حضرت عبید ابن عامر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر دے کر ان کا پیغام دیا۔

فدعا رسول الله صلی الله علیه وسلم بماء فتوضاء منه ثم رفع یدیه ثم قال اللهم اغفر لعبید ابی عامر حتی رایت بیاض ابطیه۔

(مسلم بخاری، کنز العمال، دلائل النبوۃ)

حضور اکرم ﷺ نے پانی منگوا کر وضو

فرمایا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی۔ ''اے اللہ رب العزت! اپنے بندے ابی عامر کی مغفرت فرما۔ (راوی بیان کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہاتھ اس قدر اٹھائے کہ) میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی کی زیارت کر لی''۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی محبوبیت

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ربکم حی کریم یستحیی من عبده اذا رفع یدیه الیه ان یردهما صفراً۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک تمہارا رب تعالیٰ بہت ہی حیا والا اور سخی ہے اور اسے حیا آتا ہے کہ اس کا بندہ ہاتھ اٹھائے اور وہ اسے خالی لوٹا دے۔

حضرت مالک بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا مانگو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے مانگو ہاتھوں کی پشتوں سے نہ مانگو۔

فاذا فرغتم فامسحو وجوهكم۔

(ابوداؤد، مشکوٰۃ)

اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو دونوں ہاتھوں کو اپنے منہ پر پھیر لو۔

ان تمام احادیث سے ثابت ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ عمومی دعا میں بھی اور خصوصی دعا میں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور دعا کے اختتام پر اپنے چہروں پہ ہاتھوں کو پھیرنا حضور علیہ السلام کا طریقہ مبارکہ ہے۔ آپ اپنے ہاتھ مبارک کبھی سینہ مبارک تک، کبھی سینہ مبارک سے ذرا بلند

اور بعض اوقات سر مبارک کے برابر یا تھوڑے سے اونچے دعا کیلئے اٹھائے
عموی طور پہ سینہ مبارک کے برابر ہی ہاتھ اٹھا کر دعا فرمایا کرتے تھے...... اور کبھی
ہاتھ اٹھائے بھی دعا فرما دیا کرتے تھے۔ لیکن ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو کبھی منع نہیں فرمایا
البتہ خود یہ عمل مبارک فرمایا کرتے تھے۔ اس موضوع پہ تفصیلاً دلائل کی اس لئے ضرورت
پیش آئی کہ بعض بدبخت لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو بھی بڑے شد ومد کے ساتھ
بدعت قرار دے دیتے ہیں۔

تیجہ، ساتواں، چالیسواں کا ثبوت

قرآن واحادیث اور عمل صحابہ سے بصراحت یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ میت
کیلئے ایصال ثواب کرنا جائز ہے چاہے وہ مالی عبادت ہو یا بدنی ہو۔ یعنی میت کیلئے دعا
کی جائے یا صدقہ دیا جائے، قرآن کریم کی تلاوت ہو یا میت کی قبر پر تر شاخ رکھی
جائے...... اور پھر دعا اجتماعی کی جائے یا انفرادی طور پر کی جائے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی
جائے یا بغیر ہاتھ اٹھائے سب طرح جائز ہے غرضیکہ یہ تمام صورتیں ایصال ثواب کی
ہیں۔ اب اگر کوئی شخص سوال کرنا شروع کردے کہ تیجہ (سوئم) کیوں کیا جاتا ہے۔
ساتواں یا چالیسواں فضول ہے، تو یہ کہنے والے کی نادانی ہی ہو سکتی ہے اس لئے کہ
جب ایصال ثواب کی تمام صورتیں جائز ہیں تو انہیں ناجائز کیوں کہا جاتا ہے؟ جبکہ
مذکورہ بالا اعمال کو فرض یا واجب بھی نہ مانا جائے بلکہ مستحب سمجھا جائے تو اسے ناجائز
کہنا از خود ناجائز ہے۔

تیجہ، سوئم، قل خوانی یا محفل ایصال ثواب

عموی طور پہ جب کوئی مسلمان انتقال کر جاتا ہے تو وہاں تین دن تک تعزیتی
نشست کی جاتی ہے، لوگ تعلق دار، عزیز واقارب، پڑوسی اور محلہ دار وہاں آتے ہیں اور

افسوس کا اظہار کرتے ہیں اور خصوصاً انتقال کر جانے والے کیلئے دعاء مغفرت کرتے
ہیں۔ تین روز تک تعزیتی نشست کا اہتمام حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ اس
کے بعد حکم ہے کہ اپنا کام کاج کیا جائے۔ کیونکہ حضور سرور کائنات ﷺ نے تین
دن سے زیادہ سوگ منانے سے منع فرمایا ہے۔ سوائے اس عورت کے جس کا شوہر
فوت ہو جائے کیونکہ وہ عدت کے ایام چار ماہ دس دن سوگ منائے گی۔

امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا
قال لاتحد المراۃ فوق ثلث	عورت تین دن سے زیادہ سوگ نہ منائے
الاعلیٰ زوج فانھا تحد علیہ	سوائے اپنے فوت شدہ شوہر کے کہ اس کا
اربعۃ اشھر و عشراً۔ (سنن ابی داؤد ج ۱ص ۳۲۲)	سوگ چار ماہ دس دن منایا جائے۔

جب تیسرا دن ہوتا ہے تعزیت کے اختتام کا وقت آتا ہے تو ایصال ثواب کی
محفل کو سجا لیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے تیجہ کہتے ہیں بعض سوئم کا نام دیتے ہیں۔ کوئی قل
خوانی کہہ دیتا ہے کوئی قرآن خوانی کی محفل کہتا ہے اور بعض لوگ ایصال ثواب کی محفل
کہہ دیتے ہیں۔ اس کا نام کوئی بھی ہو مگر کام سب جگہ ایک ہی ہوتا ہے کہ قرآن خوانی
ہوتی ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ کلمہ شریف کا ورد کیا جاتا ہے۔ سورۃ اخلاص پڑھی
جاتی ہے بعض جگہ نعت خوانی ہوتی ہے، وعظ کیا جاتا ہے اور آخر میں مجموعی طور پہ قرآن
کریم کی بعض سورتیں سنی جاتی ہیں جسے کوئی ایک قاری صاحب تلاوت فرما رہے
ہوتے ہیں، اور پھر اجتماعی دعاء مغفرت کی جاتی ہے اور کچھ صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے۔

یہ مکمل مختصر تفصیل تھی جسے تیجے یا محفل ایصال ثواب میں کیا جاتا ہے۔ یہ سب
فرض یا واجب نہیں البتہ اس کی بعض صورتیں تو بعینہ جناب رسول کریم ﷺ سے ملتی

ہیں اور باقی ایصال ثواب کے طور پہ جب بھی جہاں کوئی عمل کیا جائے یہ اسلامی طرز عمل ہے۔ہاں البتہ غیر شرعی امور سے ہمیشہ پرہیز کیا جائے۔

اس محفل ایصال ثواب میں جو اعمال بھی کیے جاتے ہیں۔وہ سب خیر و برکت کا باعث ہیں۔

ختم قرآن

اس محفل میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے۔اس وجہ سے اس تقریب قرآن خوانی کو ختم شریف بھی کہتے ہیں اور ختم قرآن کے موقع پہ اجتماع کا اہتمام سلف صالحین سے کثرت سے ملتا ہے اور صحابہ کرام تابعین اور اکابرین امت کا معمول بھی رہا ہے۔

حضرت امام نووی شارح صحیح مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ابن ابی داؤد نے جلیل القدر تابعی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

کان انس بن مالک اذا ختم القرآن جمع اھلہ ودعا، (کتاب الاذکار للنووی ۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم ختم فرماتے تو اپنے اہل وعیال کو جمع فرماتے اور دعا فرماتے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی باب میں مزید کئی اکابرین کا بھی ذکر فرمایا ہے جن کے ہاں اجتماعی طور پہ ختم قرآن کا اجتماع اور اہتمام ہوتا اور اس موقع پہ دعا کرنے کا معمول تھا۔

سنن دارمی میں ایک روایت یوں آتی ہے کہ

من قرء القرآن ثم دعا امن علی دعائہ اربعۃ آلاف ملک. (سنن دارمی ج ۲ ص ۳۲۷)

جو قرآن کریم ختم کرے پھر دعا مانگے تو اس کی دعا پر چار ہزار فرشتے آمین کہتے ہیں۔

قل خوانی کی محفل میں قرآن کریم پڑھا جاتا ہے اور اس کی فضیلت وعظمت کیا ہے۔آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے۔

کلمہ شریف کی برکت سے مغفرت

اسی طرح قل خوانی کی محفل میں کلمہ شریف بھی پڑھا جاتا ہے۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

افضل الذکر لا الہ الا اللہ۔(مشکوٰۃ شریف)

افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

میت کے گھر دوسرے یا تیسرے دن بھنے ہوئے چنوں پہ یا بعض علاقوں میں گٹھلیوں پہ کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ کم از کم ایک لاکھ بار کلمہ طیبہ پڑھا جائے۔لیکن اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ کئی لاکھ تک کلمہ شریف پڑھنے کی تعداد ہو جاتی ہے یہ بھی میت کیلئے باعث رحمت ہے اور اس سے بھی بخشش کی قوی امید کی جاسکتی ہے۔کیونکہ معتبر روایات سے محدثین وصوفیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک لاکھ بار کلمہ شریف پڑھ کر میت کو بخش دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے حضور علیہ السلام سے حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جس کیلئے اتنی بار کہا جائے اس کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔میں نے اتنی ہی بار لا الہ الا اللہ پڑھا اور اس میں کسی کیلئے خاص نیت نہ تھی میں اپنے رفقاء میں سے ایک رفیق کے ہاں دعوت میں گیا ان میں ایک وہ جوان بھی تھا جس کیلئے کشف کا شہرہ تھا وہ کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا سبب پوچھا کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں میں نے اپنے دل میں ہی پڑھے ہوئے کلمہ طیبہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا وہ جوان اسی وقت ہنسنے لگا

اور کہنے لگا اب میں اپنی ماں کو اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔

امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے پہچانی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

بانی دار العلوم دیوبند قاسم نانوتوی اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یوں کہا کہ میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کلمہ شریف پڑھا تھا یوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے۔ اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ دی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا کہ اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ (تحذیر الناس مطبوعہ دیوبند ص ۴۴)

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف فتوحات مکیہ میں کلمہ شریف کی اس قدر تعداد کو باعث مغفرت قرار دیا۔

سیدنا حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں اپنے مریدین کو تلقین کرتے ہیں کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ شریف پڑھ کر فلاں فلاں کو ایصال ثواب کرو۔

بعض لوگ چنوں پر یا گٹھلیوں پر کلمہ شریف پڑھنے پہ اعتراض کرتے ہیں کہ شریعت میں ایسا کوئی حکم نہیں۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ اصل مقصود کلمہ شریف پڑھنا ہے اس کی اصل موجود ہے۔ اب کس طرح پڑھا جائے شریعت نے اس پہ کوئی پابندی عائد نہیں کی اگر کی ہے تو دکھایئے۔

مگر ایسا قیامت تک نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اپنی طرف سے کسی چیز کو ناجائز کہہ دینا

یہ شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ البتہ اپنی سہولت کیلئے تعداد پوری کرنے کیلئے چاہے کوئی چنوں پہ پڑھے یا گٹھلیوں پہ یا پھر تسبیح پہ سب طرح جائز ہے۔

تیسرے دن اجتماع اور دعا

کسی شخص کے وصال کے بعد دوسرے یا تیسرے دن لوگ اکٹھے ہو کر جہاں قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں درود شریف یا تسبیحات پڑھتے ہیں وہاں آخر میں دعا کرنا احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے اور اولیاء کرام کے اقوال سے بھی۔ چنانچہ جب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہوا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے یا تیسرے دن آپ کے گھر گئے اور دعا کی۔

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

جب دو یا تین دن گذر گئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ) کے اس گھر تشریف لائے جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیٹھے تھے پس سلام کیا اور آپ بیٹھ گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی بخشش کی دعا کرو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مغفرت کی دعا مانگی۔ (مسلم ج ۲ ص ۶۸)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ الاوزجندی میں نقل فرماتے ہیں کہ فرزند رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کو تیسرا دن تھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خشک کھجوریں اور دودھ لائے جس میں جو کی روٹی تھی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک رکھا۔

فقرء رسول الله صلی الله علیه وسلم الفاتحة وسورة الاخلاص ثلث مرات الی ان قال رفع یدیه للدعا ومسح بوجهه فامر رسول

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھی اور اپنے دونوں ہاتھ دعا کیلئے اٹھائے (دعا کے اختتام پہ) اپنے چہرہ اقدس پہ پھیر لئے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اباذر ان یقسمھا بین الناس۔ (جمع الفوائد ص ۱۲۷)

اور حکم دیا کہ لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔

ان دونوں روایتوں سے ثابت ہوا کہ تیسرے دن اکٹھے ہو کر دعا مانگنا بھی درست ہے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور دعا مانگنا بھی درست ہے۔ یہی ہمارے ہاں قل خوانی وغیرہ میں ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اور تیجہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تیجہ ہوا۔ یہ بھی یاد رہے کہ شاہ ولی اللہ کو دیوبندی اور اہلحدیث اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں مگر آپ کے گھرانے میں بھی سوئم یا تیجہ مروج تھا۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس تیجہ کی منظر کشی یوں کرتے ہیں۔

روز سوم ہجوم مردماں آں قدر بود کہ بیرون از حساب است۔ ہشتاد و یک کلام اللہ بشمار آمدہ و زیادہ ہم شدہ باشد و کلمہ را حصر نیست۔ (ملفوظات عزیزی ص ۵۵)

کہ تیسرے دن لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ شمار سے باہر ہے اکیاسی کلام اللہ ختم ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئے ہوں گے اور کلمہ طیبہ کا تو اندازہ ہی نہیں کہ کتنا پڑھا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ دوسرے یا تیسرے دن ایصال ثواب کی محفل باعث برکت اور مغفرت کا ذریعہ ہے۔ اور بزرگان دین کا بھی معمول رہا ہے۔

ساتواں، دسواں

ہمارے ہاں کسی کے وصال کے ساتویں دن یا دسویں دن بھی ایصال ثواب

کیلئے اہتمام کیا جاتا ہے۔ اصولی طور پہ تو ایصال ثواب جب بھی کیا جائے درست ہے ساتویں کا ختم بعض علاقوں میں جمعرات کو دلایا جاتا ہے ان تمام دنوں میں اعمال خیر کا ثواب بہت بہتر ہے۔ اس سلسلے میں بعض احادیث اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثبوت ملتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ جمعرات کو اعمال پیش ہوتے ہیں اور میت کی روح اپنے گھروں کا چکر لگاتی ہے کہ اس کے عزیز واقارب اس کیلئے ایصال ثواب کریں۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ میت سات دن تک آزمائش میں مبتلا رہتی ہے۔ اس لئے ہر دور میں میت کی طرف سے کھانا کھلانے اور صدقہ کرنے کو مستحب سمجھا جاتا رہا ہے۔

فتاوٰی عالمگیری کے مرتب حضرت علامہ ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت علامہ محمد فیض عالم اپنی کتاب ''وجیز الصراط'' میں فرماتے ہیں۔

واما الایصال فھو سنۃ قبل مضی اللیلۃ الاولیٰ الیٰ سبعۃ ایام۔ (وجیز الصراط ص ۶۴)

شب اوّل کے گذرنے سے قبل سات دن تک ایصال ثواب کرنا سنت ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

ان الموتیٰ یفتنون فی قبورھم سبعاً فکانوا یستحبون ان یطعم عنھم تلک الایام۔ (شرح الصدور ص ۵۷ حلیۃ الاولیاء)

بیشک مردے سات روز تک اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں تو صحابہ کرام سات روز تک ان کی جانب سے کھانا کھلانا مستحب سمجھتے ہیں۔

حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں

فرماتے ہیں۔

اور مستحب ہے کہ میت کے اس دنیا کے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کیا جائے کہ میت کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنا اسے فائدہ دیتا ہے۔ اس سلسلے میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور اس کے جواز میں خصوصاً احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ میت کی روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اس کی طرف سے (اس کے گھر والوں میں سے) کوئی صدقہ کرتا ہے یا نہیں۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور)

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ سات دن تک صدقہ وخیرات کرنا اور ایصال ثواب صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سات دن تک میت کیلئے مغفرت کی کوشش کرنا صحابہ وتابعین کا عمل ہے اور محدثین نے اسے نقل کیا ہے۔

چالیسواں

چہلم یا چالیسواں بھی قل خوانی، ساتویں اور دسویں وغیرہ کی طرح ایصال ثواب ہی کی ایک صورت ہے۔ مسلمانوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے والدین، بزرگوں اور بہن بھائیوں کی وفات کے چالیسویں دن ان کے ایصال ثواب کیلئے خصوصی طور پہ محافل اور صدقہ وخیرات کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ تعیین شرعی نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ اسی دن ہی ایصال ثواب کیا جائے بلکہ یہ کسی دن بھی کر سکتے ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں تین، سات، دس یا چلہ یعنی چالیس دن کیلئے تبلیغ میں جاتے ہیں اور انہیں کوئی بھی بدعت یا شرک نہیں کہتا۔ جبکہ حضور علیہ السلام یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے بھی اس کی تبلیغ کیلئے تعیین نہیں فرمائی۔ اگر یہ تعیین جائز ہو سکتی ہے تو ایصال ثواب کیلئے بھی اس میں

کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ اپنی سہولت کے پیش نظر کیا جاتا ہے۔

ہاں البتہ چالیسویں دن تک میت کیلئے صدقہ وخیرات کرنا، ایصال ثواب کرنا اہمیت کا حامل ضرور ہے اس کیلئے کئی روایات بھی ہیں، جن میں سے بعض کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ میت کی روح کو چالیس دن تک اپنے گھر اور مقامات سے خاص تعلق رہتا ہے جو بعد میں نہیں رہتا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ مومن پر چالیس روز تک زمین کے وہ ٹکڑے جن پر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت کرتا تھا اور آسمان کے وہ دروازے جن سے کہ اس کے عمل چڑھتے تھے اور وہ کہ جن سے اس کی روزی اترتی تھی روتے رہتے ہیں۔ (شرح الصدور ص ۲۲)

اسی لئے بزرگان دین نے چالیسویں دن بھی ایصال ثواب کیا کہ اب چونکہ وہ خاص تعلق منقطع ہو جائے گا۔ لہٰذا ہماری طرف سے روح کو کوئی ثواب پہنچ جائے تا کہ وہ خوش ہو اور ان سب کی اصل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کیلئے تیسرے، دسویں، چالیسویں دن اور چھٹے مہینے اور سال کے بعد صدقہ دیا۔ (الانوار الساطعہ، مجموعۃ الروایات حاشیہ خزانۃ الروایات)

کتاب الوجیز میں ہے۔

وقیل الی اربعین فان المیت یشوق الی بیتہ۔ (شرح برزخ)

اور فرمایا گیا۔ صدقہ دینا چالیس دن پس میت ان دنوں اپنے گھر کا شوق رکھتی ہے۔

فیض الاسلام ص ۲۳۵ کتاب الوجیز ص ۶۲

شاہ عبدالعزیز اور چالیسواں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

وازیں جا است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال علی الخصوص تا یک چلہ بعد
موت دریں نوع امداد کوشش تمام می نمایند وروح مردہ نیز در قرب موت در خواب و
عام تمثیل ملاقات زندگان می کند و مافی الضمیر خود را اظہار می نمایند۔

(تفسیر عزیزی المعروف فتح العزیز)

اور اس جگہ کہ عام بنی نوع انسان ایک سال تک کیلئے اور بالخصوص چالیس دنوں
تک میت کے بعد اس نوعیت کی امداد کی پوری کوشش کرتے ہیں اور میت کی روح
موت کے قریب خواب میں اور عالم مثال میں زندوں سے ملاقات کرتی ہے اور اپنے
مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہے۔

شاہ رفیع الدین اور چالیسواں

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے برادر خورد شاہ
رفیع الدین کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

و دیگر خبرات از تابعین کرام کان السلف یحبون الاطعام عن
المیت اربعین یوما و شواہد ایں بسیار است۔

اور دوسری تابعین کرام سے روایت ہے کہ سلف (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) میت
کی طرف سے چالیس دن تک کھانا دینا محبوب رکھتے تھے اور اس کے بیشمار شواہد ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میت پر پہلی رات سخت ہے۔ پس اس کیلئے صدقہ و خیرات کرو۔

وینبغی ان یواظب علی الصدقۃ للمیت سبعۃ ایام وقیل اربعین
فان المیت یتشوق الی بیتہ۔ (جمع العقائد ص ۱۲۷)

اور لائق ہے کہ ہمیشگی کریں صدقہ میت پر سات دن اور بعضوں نے کہا کہ
چالیس روز تک میت اپنے گھر کی شائق ہوتی ہے۔

ان تمام دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ تیجہ، ساتواں، دسواں، چہلم،
ماہ بعد یا سالانہ جتنے بھی پروگرام یا ختم شریف ہوتے ہیں ان میں سے کیا ناجائز ہے؟
ختم کوئی سا بھی ہو مقصد ایصال ثواب ہے۔ جس میں اپنا بھی بھلا اور فوت ہو جانے
والوں کے ساتھ بھی بھلائی ہوتی ہے اور یہ طریقے سلف صالحین سے لے کر اب یکم
سے لے کر چالیسویں دن تک خیرات وصدقات اور نذر و نیاز کا تعامل چلا آ رہا ہے۔

کھانا سامنے رکھ کر تلاوت کرنا اور دعا مانگنا

عام طور پہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب لوگ فاتحہ پڑھتے ہیں تو سامنے شرینی یا
کھانا رکھ لیتے ہیں اور پھر قرآن کریم کی چند سورتیں تلاوت کی جاتی ہیں اور آخر میں
دعا مانگی جاتی ہے برکت کیلئے ایسا کرنا بالکل جائز ہے۔ اگر چہ ایسا کرنا ضروری نہیں اور
اگر کھانا سامنے رکھ کر تلاوت کی جائے یا دعا مانگی جائے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ٹھیک ہے جی ایصال ثواب تو جائز ہے مگر
کھانا سامنے رکھ کر قرآن کریم پڑھنا جائز نہیں اور نہ ہی دعا مانگنا جائز ہے۔

یاد رکھیں ایسا کرنا ضروری نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اس میں کچھ
حرج نہیں ہے بلکہ کھانا سامنے رکھ کر تلاوت و دعا کرنے سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے
اور یہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ایک طویل حدیث پاک ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام سلیم سے روٹی منگوائی اور اس پر پڑھا جو اللہ نے
چاہا (یعنی تلاوت فرمائی اور دعا کر کے) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم فرما دی۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۰۵، ترمذی مترجم ج ۲ ص ۶۴۱، دلائل النبوۃ (ابو نعیم) ص ۱۴۸، مجمع الزوائد (ابن حجر) ج
۸ ص ۳۰۷، مشکوۃ مترجم ج ۲ ص ۵۴۷، مسلم ج ۲ ص ۱۷۹)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے کھجوروں کے توشہ پر برکت کی دعا فرمائی۔ (خلاصہ حدیث)

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۶ ص ۱۱۷ مشکوٰۃ ص ۵۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

حضور ﷺ نے پانی کے ڈول پر برکت کی دعا فرمائی۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۸)

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے کھجوروں اور دودھ پر برکت کی دعا فرمائی۔ (عمل الیوم واللیلۃ ص ۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام پھلوں پر برکت کی دعا فرما کر بچوں میں تقسیم فرما دیتے۔

(مشکوٰۃ مناقب)

اختصار کے پیش نظر طویل احادیث کا فقط خلاصہ ذکر کیا گیا ہے اگر مکمل متن کے ساتھ احادیث کو نقل کیا جاتا تو کئی صفحات کا اضافہ ہو جاتا۔

اب بزرگان دین اور مخالفین کے اکابرین کے حوالہ جات سے فاتحہ بر طعام کو بعض حوالوں سے ثابت کیا جا رہا ہے۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ صاحب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں۔

کان بعض الفقراء عندالاکل یشرع فی تلاوۃ سورۃ من القرآن' بحضر الوقت بذالک حتی تنغمر اجزاء الطعام بانوار الذکر ولایعقب مکروہ ویتغیر مزاج القلب۔ (عوارف المعارف ص

بعض فقراء کھانے کے وقت' قرآن کریم کی کسی سورت کی تلاوت شروع کردیتے جو انہیں اس وقت یاد ہوتی' یہاں تک کہ کھانے کے اجزاء ذکر کے انوار سے لبریز ہو جاتے اور اس کے بعد کھانے میں کوئی خرابی بھی پیدا نہ ہوتی

اور قلب کا مزاج بھی بدل جاتا۔

(۱۶۵)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

جواہر مجددیہ میں آپ کے کھانا کھانے کا معمول اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

کھانا کھاتے وقت حضرت کبھی دایاں زانو کھڑا کر لیتے اور بایاں لٹا لیتے اور کبھی بایاں کھڑا کر لیتے اور دایاں لٹا لیتے اور کبھی دونوں زانو کھڑے کر لیتے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے اور بعض اوقات یہ دعا پڑھتے۔

بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم فاللہ خیراً حافظا وھو الرحمن الرحیم اور سورۃ قریش پڑھتے اور کھانا کھانے کے بعد دعا پڑھتے۔ (جواہر مجددیہ ص ۵۶)

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المحققین سند المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ امام الاولیاء حضرت وزیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول مبارک یوں ذکر فرماتے ہیں۔

گویند کہ وے را شب جمعہ بروح مطہر رسول اللہ ﷺ مقدار چندیں برنج قبولے می پختند کہ بر برنجے سہ مرات قل ھو اللہ احد خواندہ می دمیدند۔

(اخبار الاخیار ص ۲۲۷)

حضرت وزیر الدین رحمۃ اللہ علیہ جمعرات کو حضور ﷺ کی روح مطہرہ کیلئے زردہ پکاتے اور چاولوں کے اوپر تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیرینی پر فاتحہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الانتباہ فی سلاسل الاولیاء میں فرماتے ہیں۔

پس بعد ازاں تین سو ساٹھ مرتبہ سورۃ الم نشرح پڑھے پھر تین سو ساٹھ دفعہ وہی

دعا مذکور پڑھے پھر دس مرتبہ درود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے۔ قدرے شیرینی پر فاتحہ عام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء)

زبدۃ النصائح میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اور شیر برنج اس بزرگ کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے پکائے کھالینے میں مضائقہ نہیں ہے جائز ہے اور اگر اس بزرگ کی فاتحہ دلائی ہے تو اس کا کھانا اغنیاء کیلئے بھی جائز ہے۔ (زبدۃ النصائح ص ۱۳۲)

شاہ عبدالعزیز اور کھانے پر فاتحہ

شاہ صاحب فتاوٰی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بہیت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع ہوں اور ختم قرآن شریف کریں اور شیرینی یا کھانا یا فاتحہ کریں اور اس کو حاضرین میں تقسیم کریں۔ ایسا معمول زمانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں اور خلفاء راشدین میں نہ تھا لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں۔ اس واسطے اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ احیاء و اموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(فتاوٰی عزیزیہ ص ۱۵۶)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

جب کھانے کا ثواب حضرت امامین رضی اللہ عنہم کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ و قل و درود پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا بہت خوب ہے۔

(فتاوٰی عزیزیہ ص ۱۵۸)

حاجی امداد اللہ اور فاتحہ

حاجی صاحب علماء دیو بند کے پیر و مرشد ہیں شمائم امدادیہ میں ہے۔

جب مثنوی شریف ختم ہو گئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس

پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے۔ گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت تقسیم کیا گیا۔ (شمائم امدادیہ ملفوظات حاجی امداد اللہ ص ۶۸)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اور شیرینی پر فاتحہ

نواب صدیق حسن بھوپالی اکابرین اہلحدیث میں سے ہیں ان کے حوالہ جات کو تفصیلی طور پہ تو اکابرین اہلحدیث کے باب میں ہم بیان کریں گے مگر یہاں مختصر طور پہ ان کا شیرینی پہ فاتحہ پڑھنے کی دلیل کو بیان کیا جارہا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

فاتحہ سات بار درود ایک سو بار الم نشرح تہتر بار اخلاص ایک ہزار بار درود ایک ہزار بار پھر فاتحہ سات بار درود ایک سو بار اور کسی قدر شیرینی پر فاتحہ حضرات مشائخ کی پڑھ کر تقسیم کرے۔ (الداء والدواء ص ۱۱۱)

تلاوت کی برکت

اب جاتے جاتے قرآن کریم بھی پڑھتے جائیں۔ ہم جب کھانا کھاتے ہیں شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ کھانا بابرکت ہو جاتا ہے اور اگر نہ پڑھیں تو بے برکت ہوتا ہے۔

اب آپ اندازہ لگائیں کہ قرآن کریم کی ایک آیت کھانے سے پہلے پڑھ لیں تو کھانا بابرکت اور قرآن پاک کی کئی آیتیں یا سورتیں پڑھ لی جائیں تو کیا کھانا حرام ہو جائے گا؟ نہیں نہیں! بلکہ برکات میں یقیناً اضافہ ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالٰی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایتہ مومنین ○ وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔

تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس

(سورہ انعام ۱۱۸،۱۱۹)

پر اللہ کا نام لیا گیا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیا جائے اسے کھانے کا حکم دیا جارہا ہے۔

اب قرآن کریم کثیر احادیث اکابرین امت اور مخالفین کے جید علماء کے اعمال واقوال کی روشنی میں یہ بات اتنی واضح ہو چکی ہے کہ "فاتحہ پڑھتے وقت کھانا سامنے ہو اس میں کوئی حرج بھی نہیں اور وہ کھانا بھی متبرک ہو جاتا ہے"۔ جتنا دن میں سورج اپنی آب وتاب کے ساتھ چمکتا ہے۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی کہے کہ میں نہیں مانتا اسے چاہیے کہ قرآن کی کوئی آیت یا حبیب کبریا ﷺ کی کوئی ایسی حدیث دکھائے جس میں منع کیا گیا ہو۔ ورنہ میں نہ مانوں کا علاج دنیا کے کسی کونے میں نہیں ہے۔ البتہ اس سے دماغی خلل کے اندیشے کے پیش نظر اعراض ضرور کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا پہلو

حقیقت یہی ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا، دعا مانگنا جائز ہے لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے جب تک کھانا سامنے نہ رکھا جائے فاتحہ پڑھی ہی نہیں جاسکتی یہ بھی بہت بڑی جہالت ہے۔ کیونکہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لازم نہ کیا ہو اسے اپنی طرف سے لازمی کر لینا درست نہیں ایصال ثواب کیلئے فقط کھانا کھلا دینا یا کسی کو لباس دینا یا کوئی بھی صدقہ وغیرہ دینا باعث اجر وثواب ہے۔ اس کیلئے دعا کی ضرورت بھی نہیں صرف نیت کر لینا ہی کافی ہے۔ اور اگر فقط تلاوت کر کے ایصال ثواب کر دیا جائے تب بھی درست ہے۔ لازمی کسی چیز کو نہ سمجھا جائے اور اگر کھانا وغیرہ برکات کے حصول کا سبب سمجھے اور تلاوت ودعا کر کے اسے کھائے یا کھلائے اس کی خوبی اور بہتری میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اس کے متعلق پابندیاں لگانا کہ ایسا کیوں کیا جاتا ہے اور اس کو ناجائز سمجھنا بھی درست نہیں ہے۔

ایصال ثواب اور فقہاء اسلام

ایصال ثواب تمام فقہاء اسلام کے نزدیک بھی جائز اور مستحسن امر ہے اس سلسلے میں فقہاء احناف، فقہاء شافعیہ، مالکیہ اور فقہاء حنابلہ کے نظریات نہایت اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی مدظلہ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں۔

میت کی طرف سے صدقہ کرنا جائز ہے اور اس سے میت کو نفع پہنچتا ہے، امام ابراہیم بن حبان نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا ہم اپنے فوت شدہ لوگوں کیلئے دعا کرتے ہیں، ان کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں کیا یہ ان تک پہنچتا ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا یہ ان تک پہنچتا ہے اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں سے کوئی شخص ہدیہ سے خوش ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۲۲، شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۰۲)

علامہ زین العابدین نجیم مصری حنفی لکھتے ہیں۔

ہمارے نزدیک انسان کیلئے اپنے عمل کا ثواب غیر کو پہنچانا جائز ہے، خواہ وہ عمل نماز ہو یا روزہ، یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ یا ان کے علاوہ کوئی اور عمل ہو

یہ چیز کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ (البحر الرائق ج ۳ ص ۶۳)

علامہ نابلسی حنفی نے بھی یہی لکھا ہے۔ (الحدیقۃ الندیہ ج ۲ ص ۷۴۲)

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں۔

امام دارقطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان سے گذرا اور اس نے گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب مردوں کو پہنچادیا تو اس شخص کو مردوں کے عدد کے برابر اجر دیا جائے گا۔

(مراقی الفلاح ص ۲۷۷)

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں۔

اہلسنت کے نزدیک یہ جائز ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے زندہ یا مردہ کو پہنچادے اور ثواب پہنچانے والے کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوتی کیونکہ امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص والدین کی طرف سے صدقہ کرے اس کے والدین کو اجر ملے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۶)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالم گیری میں ہے۔

قاعدہ یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز ہو یا روزہ، صدقہ ہو یا کوئی اور نیک عمل جیسے حج اور قرآن مجید کی تلاوت، اذکار انبیاء علیہم السلام کی قبور کی زیارت، شہداء اولیاء اور صالحین کی قبروں کی زیارت، مردوں کو کفن دینا اور تمام نیکی کے کام اسی طرح غایت سروجی شرح ہدایہ میں بھی ہے۔

(عالمگیری ج ۱ ص ۲۵۷)

فقہاء شافعیہ

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ میت کو دعا کا فائدہ پہنچتا ہے اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۲۴)

علامہ زعفرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ قبر پر قرآن پڑھنا کیسا ہے؟ فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

زائر قبور کیلئے مستحب یہ ہے کہ جتنا اس سے ہوسکے قرآن پڑھے اور اہل قبور کیلئے دعا کرے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر نص پیش کی ہے اور تمام شافعی حضرات اس پر متفق ہیں اور اگر قبر پر قرآن شریف ختم کیا جائے تو اور بھی افضل ہے۔

(شرح الصدور ص ۱۳۰)

فقہاء مالکیہ

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ غیر کی طرف سے صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے۔

(اکمال الاکمال المعلم ج ۳ ص ۳۴۴)

نیز لکھتے ہیں۔

جو شخص میت کیلئے ایصال ثواب کرتا ہے اس کو بھی اپنی سعی کا اجر ملتا ہے اور اگر کوئی شخص اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچتا

ہے تو اس تلاوت کا ثواب بھی میت کو ملے گا۔ (اکمال الاکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۵)
علامہ ابو عبداللہ السنوسی مالکی نے بھی بعینہٖ یہی لکھا ہے۔

(اکمال الاکمال المعلم ج ۴ ص ۳۴۵)

فقہاء حنابلہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
جب تم قبرستان جاؤ تو سورۃ فاتحہ اور معوذتین اور سورۃ اخلاص پڑھو اور ان کا ثواب اہل مقابر کو پہنچاؤ۔ کیونکہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔ (شرح الصدور ص ۱۳۰)
شیخ ابو العباس ابن تیمیہ حنبلی حرانی لکھتے ہیں۔
سنت صحیحہ کی تصریح کے مطابق میت کیلئے جو نیک اعمال کئے جاتے ہیں ان کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے۔
نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کیلئے دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتا ہے جب بھی وہ دعا کرتا ہے فرشتہ آمین کہتا ہے۔ اسی طرح حدیث صحیح میں ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جو شخص نماز جنازہ پڑھتا ہے اس کو ایک قیراط اجر ملتا ہے اور جو دفن ہونے تک جنازے کے ساتھ رہتا ہے اس کو دو قیراط اجر ملتا ہے ......اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے" کبھی اللہ تعالیٰ میت کی دعا سے نماز جنازہ پڑھنے والے پر رحمت فرماتا ہے اور کبھی اس زندہ کی دعا سے میت پر رحم فرماتا ہے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج ۷ ص ۴۹۹)

نیز ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔
مرنے کے بعد انسان کا استحقاق صرف اپنی عبادات پر ہے لیکن دوسرے مسلمان جو اس کی تبرع اور احسان سے نیک اعمال کا ایصال ثواب کریں وہ ثواب اس کو پہنچتا

ہے۔ (مجموعۃ الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۶۷)
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے بعض رسائل میں ایصال ثواب کے ثبوت پر تیس دلائل قائم کئے ہیں۔
(شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۰۷)

دیگر فقہاء و اولیاء کرام

فقہاء اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہاء سے ایصال ثواب کا ثبوت آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہے اس کے بعد تو کسی بھی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔
اب دیگر فقہاء اور اولیاء کرام سے بھی ایصال ثواب کا ثبوت اور معمول ملاحظہ فرمائیں۔
امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
شیخ عزالدین بن سلام سے میت کو قرآن خوانی کا ثواب پہنچانے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ثواب پہنچتا ہے۔
(شرح الصدور ص ۱۴۳)

حماد مکی اور سورۃ اخلاص کی برکت

حضرت حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
ایک رات میں مکہ مکرمہ کے قبرستان میں گیا اور وہیں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ خواب میں میں نے دیکھا کہ اہل قبور حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا کہ کیا قیامت قائم ہو گئی ہے؟

قالوا لا ولکن رجل من اخواننا قرا قل ھو اللہ احد و جعل ثوابھا

انہوں نے کہا نہیں! بلکہ ہمارے ایک مسلمان بھائی نے سورۃ اخلاص پڑھ کر

لنا فنحن نقتسمه' منذ سنة۔

اس کا ثواب ہمیں بخشا ہے جس کو ہم ایک سال سے بانٹ رہے ہیں۔

(شرح الصدور ص ۱۳۰)

حضرت مالک بن دینار اور نور کا ہدیہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے ولی کامل تھے۔ فرماتے ہیں۔

میں جمعہ کی رات کو قبرستان میں گیا۔ میں نے دیکھا وہاں نور چمک رہا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قبرستان والوں کو بخش دیا ہے۔ غیب سے آواز آئی۔ اے مالک بن دینار یہ مسلمانوں کا تحفہ ہے۔ جو انہوں نے قبروں والوں کو بھیجا ہے' میں نے کہا تمہیں خدا کی قسم ہے مجھے بتاؤ مسلمانوں نے کیا تحفہ بھیجا ہے؟

اس نے کہا ایک مومن آدمی نے اس رات اس قبرستان میں قیام کیا تو اس نے وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور ان دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکفرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا اور کہا اے اللہ! ان دو رکعتوں کا ثواب میں نے ان تمام قبروں والے مومنین کو بخشا پس اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ روشنی اور نور بھیجا ہے اور ہماری قبروں میں کشادگی و فرحت پیدا فرمائی ہے۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں اس کے بعد میں ہمیشہ دو رکعتیں پڑھ کر ہر جمعرات میں مومنین کو بخشتا۔

فرأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی منامی یقول لی یا مالك ابن دینار قد غفر اللہ لك بعدد النور الذی اھدیتہ' الی امتی ولك ثواب ذلك ثم قال لی وبنی اللہ لك بیتا

ایک رات میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا' فرمایا' اے مالک بن دینار بیشک اللہ نے تجھ کو بخش دیا۔ جتنی مرتبہ تو نے میری اُمت کو نور کا ہدیہ بھیجا ہے اتنا ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تیرے لئے ثواب کیا ہے۔ اور نیز اللہ تعالیٰ نے تیرے

فی الجنة فی قصر یقال له' المنیف قلت وما المنیف؟ قال المطل علی اھل الجنة۔

لئے جنت میں ایک مکان بنایا ہے جس کا نام منیف ہے۔ میں نے عرض کیا منیف کیا ہے؟ فرمایا جس پر اہل جنت بھی جھانکیں۔

(شرح الصدور ص ۱۲۸)

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور درود شریف کی برکت سے بخشش

ایک عورت نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جناب! میری ایک بیٹی جو فوت ہو چکی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے خواب میں دیکھوں۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم رات کے وقت عشاء کی نماز کے بعد چار رکعت نوافل پڑھنا اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورۃ "الھاکم التکاثر" پڑھنا اور پھر درود شریف پڑھتے پڑھتے سو جانا۔ چنانچہ اس عورت نے ایسا ہی کیا۔ رات سو گئی تو اس نے خواب میں اپنی بیٹی کو اس حال میں دیکھا کہ وہ عذاب خداوندی میں گرفتار ہے۔ گندھک کا لباس' ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ہیں۔ ماں نے اپنی بیٹی کو اس سخت عذاب میں دیکھا تو تڑپ اٹھی اور صبح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر رات والا سارا قصہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جا اپنی بیٹی کیلئے کچھ صدقہ کر اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

اس کے چند روز بعد حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک رات سو رہے تھے خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ جنتی باغوں میں سے ایک باغ ہے جس میں ایک مرصع تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک لڑکی نورانی تاج پہنے ہوئے بیٹھی ہے۔

فقالت یا حسن اتعرفنی؟ (القول البدیع ص ۱۳۱)

تو اس نے کہا کہ حضرت حسن بصری کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟

آپ نے فرمایا: میں نے تجھے نہیں پہچانا کہ تو کون ہے؟ تو اس نے عرض کی

حضور! میں وہی ہوں جس کی ماں کو آپ نے درود پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا بیٹی تیری ماں نے ہم سے جو تیری حالت بیان کی تھی تم تو اس حالت میں نہیں ہو۔

اس پر اس لڑکی نے کہا جناب والا! میری ماں نے جو میری حالت آپ کی خدمت میں بیان کی تھی وہ بالکل سچ ہے میری ماں نے جب مجھے خواب میں دیکھا تھا اس وقت میں واقعی ہی سخت عذاب میں مبتلا تھی۔ آپ نے فرمایا بیٹی پھر تجھے عذاب سے کیسے نجات حاصل ہوئی؟ تو اس لڑکی نے عرض کیا حضور اس قبرستان کے قریب سے ایک نیک آدمی کا گذر ہوا تو اس نے حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی ذات اقدس پر درود کا نذرانہ پیش کیا اس کے درود پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار وہ لوگ جنہیں عذاب ہو رہا تھا۔ معاف فرما دیا ہے۔ (القول البدیع)

قاضی ثناء اللہ اور ایصال ثواب

مفسر قرآن علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تمام فقہاء کرام نے حکم کیا ہے کہ قرآن مجید پڑھنے اور اعتکاف کرنے کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام مالک اور امام احمد بھی اس کے قائل ہیں اور حافظ شمس الدین بن عبدالواحد نے فرمایا ہے کہ مسلمان قدیم سے شہر میں جمع ہو کر مردوں کیلئے قرآن خوانی کرتے ہیں۔ پس اس پر اجماع ہے۔ (تذکرۃ الموتی والقبور)

ایصال ثواب کیلئے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول مبارک

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فقیر کی عادت تھی کہ کھانا پکاتا تھا تو آل عبا کی روحانیت مطہرہ کیلئے مخصوص کرتا تھا اور (ایصال ثواب میں) حضور ﷺ کے ساتھ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت حسنین امامین کریمین رضی اللہ عنہم کو ملاتا تھا۔

ایک رات فقیر خواب میں دیکھتا ہے کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے آپ ﷺ فقیر کی طرف توجہ نہیں فرماتے اور رخ انور بجائے فقیر کے دوسری جانب رکھتے ہیں اسی دوران میں مجھ سے فرمایا کہ ہم کھانا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے کھاتے ہیں جو شخص ہمیں کھانا بھیجے عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کے گھر بھیجے۔ اس وقت فقیر کو معلوم ہو گیا کہ توجہ شریف نہ مبذول فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ فقیر اس کھانے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ بلکہ حضور ﷺ کی باقی ازواج مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت سے توسل کرتا۔

(مکتوبات شریف حصہ ششم دفتر دوئم ص ۸۵)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

قرآن مجید ختم کرنا اور نفل نماز پڑھنا اور تسبیح و تہلیل کرنا اور اس کا ثواب والدین کو یا استاد کو یا بھائیوں کو بخش دینا بہتر ہے۔ اس لئے اس میں دوسروں کا بھی نفع ہے اور اپنا بھی فائدہ ہے اور نہ بخشنے سے صرف اپنا فائدہ ہے اور یہ بھی ہے کہ شاید دوسروں کے طفیل اس کا عمل بھی قبول ہو جائے۔ (مکتوبات شریف حصہ ہفتم دفتر دوئم ص ۷۸)

قطب ربانی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ بالا ارشاد اور معمول کی روشنی میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید ختم کر کے بخش دینا صرف جائز ہی نہیں ہے بلکہ نہ بخشنے سے بہتر اور افضل بھی ہے۔ اس کے علاوہ بیشمار دلائل ہیں جنہیں اختصار کے پیش نظر درج نہیں کیا جا رہا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ جتنے بھی اولیاء کرام گذرے ہیں یا موجودہ ہیں سبھی ایصال ثوب کے قائل اور عامل رہے ہیں اور اولیاء کرام میں سے کسی نے بھی ایصال ثواب کا انکار نہیں کیا۔ انہی کے طریقے کو جاری رکھتے ہوئے آج بھی ان کے مزارات پہ لوگ کثرت سے خیرات کرتے ہیں اور ان

کے روح پر فتوح کو ایصال ثواب کرتے ہیں' دعائیں مانگتے ہیں اور قرآن خوانی کرتے ہیں۔

فاتحہ کیلئے کھانے کا اہتمام

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادوں کیلئے فاتحہ کے واسطے کھانا تیار کرایا جو آپ کے سامنے وفات پا چکے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ توجہ کثیر کے بعد وہ کھانا مقبول ہوا اور ایسا مکشوف ہوا کہ ملائکہ کھانے کے خوان لا رہے ہیں اور ان کی قبروں پر پہنچا رہے ہیں اور بہشت کے ایک چمن میں ان کو جمع کر رہے ہیں۔ جب وہ سارا کھانا وہاں جمع ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ میرے فرزند اس کھانے کے پاس گئے اور وہ تمام کھانا ان کے پیٹ میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد دیکھا کہ ان میں بلندی کی طرف جانے کی استعداد پیدا ہو گئی اور وہ عروج میں مصروف ہو گئے اور جب وہ بہت اوپر چلے گئے تو ایک بہشت ظاہر ہوئی جس میں انتہائی رفعت' منزلت' تازگی اور طراوت تھی پس وہ اس بہشت میں داخل ہو گئے۔

چونکہ آپ نے ایصال ثواب میں تمام مومنین' مومنات اور ملائکہ عالیہ کو بھی شامل فرمالیا تھا اس لئے آپ فرماتے تھے کہ میں نے کسی مومن اور مومنہ کی قبر کو نہیں دیکھا جہاں وہ کھانا نہ پہنچا ہو اور کوئی بہشت ایسی نظر نہ آئی جو اس کھانے سے خالی ہو۔ اسی طرح جب کبھی آپ مردوں کی روحانیت کیلئے ایصال ثواب فرماتے تھے تو اسی طرح مکاشفات ہوتے تھے۔ (حضرات القدس مکاشفہ نمبر ۴۸ ص ۱۰۹)

قبلہ عالم مجدد گولڑوی اور ایصال ثواب

فاتح مرزائیت قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ مجدد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایصال ثواب کے متعلق اپنے ایک مرید کے سوالات کے جو جوابات عنایت فرمائے ان سوالات

کو مع جوابات فتاویٰ مہریہ سے پیش کیا جا رہا ہے۔

منبع جود والا شان مرشد کامل ہادی آگاہ دل جناب حضرت پیر صاحب والی گولڑہ شریف۔

بعد از ادائے آداب السلام علیکم و اشتیاق قدم بوسی ذات والا این کہ چند امورات ضروریہ کی نسبت عارض ہونا از بس ضروریات سے تھا۔ جس کی وجہ سے مکلف اوقات گرامی ہوں۔ جواب پیش کر کے امیدوار عطائے جواب باثواب کا ہوں۔

(سوال) کسی کے والدین یا مولود فوت ہو جائیں تو کیا فریق پسماندہ انہیں تحفہ تحائف یا کلام اللہ یا اشیائے خورد و نوش یا پارچات وغیرہ پہنچا سکتا ہے؟

(جواب) محتاج کو طعام و پوشاک دینے کا ثواب اور کلام اللہ پڑھنے والے کا کلام اللہ پڑھنے کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے۔ ایسا ہی درود وغیرہ کلام الٰہی و نفل خیرات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

(سوال) نقد روپیہ یا زیور کہ کوئی خاص پارچہ اس اہل عدم نے حیات میں طلب کیا ہو اور میسر نہ ہوا ہو اب وہ نقد دیا جائے تو کس طرح سے۔ اگر پارچہ ہے تو اس کی قیمت دی جاوے گی یا خود کسی کو دیا جائے یا کس طریقہ سے جو اس کو پہنچے۔

(جواب) وہ اشیاء جن کو متوفی نے بعینہٖ طلب کیا ہو۔ گو محتاج کو ان کی قیمت کا دینا متوفی کیلئے مفید و جائز ہے مگر ان اشیاء مطلوبہ بعینہٖ کا دینا مناسب تر ہے۔

(سوال) اگر پسماندہ کا خیال ہو کہ قبر پر جا کر اس کو بخشے تو کس طرح بیٹھے گا اور کس کلام مبارک کا ختم شریف کر کے اس کی روح کو ایصال ثواب کرے گا۔ کس تعداد تک' آیا اس کے واسطے کوئی خاص مقدار یا جس دن چاہیے؟

(جواب) میت کے منہ اور سینہ کے مقابل پشت قبلہ ہو کر الحمد شریف مع الم ○ ذالک الکتاب لاریب فیہ سے مفلحون تک ایک مرتبہ اور قل ھو اللہ احد

آخر تک گیارہ مرتبہ پڑھے اور ثواب میت کو بخشے یا جو کچھ کلام اللہ یا کلمہ شریف یا درود شریف پڑھنا ہو سب کا ثواب بخش دے۔

سوال اگر پسماندہ چاہیں کہ اس دوست گمشدہ کا دیدار کریں یا کہ وہ انہیں دیکھے تو کس کلام شریف کے ذریعہ سے؟ ظاہری دیکھنا تو غیر ممکن ہے۔ مگر خواب میں دیکھا جائے تو وہ کون سی کلام مبارک ہوگی اور کس تعداد تک پڑھی جائے گی اور کس وقت پر؟

جواب رات کو سورۃ الشمس واللیل والضحیٰ الم نشرح ہر ایک سورۃ سات سات مرتبہ پڑھ کر ان کا ثواب میت کو بخشے اور پھر کسی سے کلام نہ کرے سو جائے۔

سوال ارواح کا اپنے گھروں میں آنا ہو سکتا ہے تو کس عرصہ تک، ہر روز یا کہ خاص دن، اگر خاص دن ہے تو کون سا ہے؟

جواب ارواح کا تعلق کسی قدر بدن سے چالیس روز تک، ایسا ہی ہر شب جمعہ و روز جمعہ ہمیشہ کیلئے ہوتا ہے۔ اس تعلق خاص کو آنا سمجھے نہ یہ کہ عالم ارواح سے نکل کر جسم کی طرح انتقال مکانی کرتے ہیں۔ البتہ در ایام مذکورہ خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے۔ جیسا کہ وہ خود آ گئے ہیں۔ یعنی بحیثیت مشیت ایزدی باخبر ہوتے ہیں۔ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بروز عید اور عاشورہ، ماہ رجب کا پہلا جمعہ اور ماہ شعبان کی پندرھویں رات اور شب قدر اور ہر جمعہ کی رات میں ارواح قبروں سے نکل کر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر اپنے پسماندگان سے سوال کرتے ہیں کہ اس مبارک رات میں ہمارے ساتھ کسی صدقہ یا طعام سے امداد کرو کہ ہم محتاج ہیں۔ کتاب درالبحان للسیوطی و کتاب دقائق الاخبار امام عبدالرحیم بن احمد ص ۲۰ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ ارواح مومنین ایام مذکورہ میں اپنے گھروں کے دروازہ پر آتے ہیں۔

سوال اگر پسماندہ مجبور شدہ چاہے کہ مجھے صبر حاصل ہو تو کس کلام شریف کے ذریعہ

کس وقت اور کس تعداد تک ورد کرے۔ اگر از حد بے ہمت ہو تو کس قدر پڑھے ؟

جواب اسم یا حی یا قیوم ایک ... مرتبہ بوقت اذان فجر پڑھے۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے ۳۰۰ (تین سو) مرتبہ پڑھے۔ بعد ازاں دل پر دم کرے۔

سوال دوست مجبور شدہ کا مطلب ہو کہ دوست گمشدہ کا خانہ سکونتی کہ جس میں وہ مدفون ہے وہ منور ہو اور اعلیٰ قسم کی رحمتیں خداوند کریم جل شانہٗ اس پر نازل ہوں تو کس کلام شریف کا کس قدر اور کس وقت اور کس دن میں اس کا ذکر کرے؟

جواب اس جگہ کلام اللہ شریف پڑھے یا پڑھوائے۔ ایسا ہی درود شریف جس قدر ہو سکے۔

سوال اگر دوست گمشدہ عہد حیات خود میں کسی چیز خورد و نوش کی زیادہ خواہش رکھتا تھا۔ اس کو دوست مجبور شدہ کس طرح سے پہنچا دے۔ ہر دن یا کسی دن خاص میں اور اس کی تجویز کیا ہوگی؟

جواب ہر دن یا شب جمعہ یا جس وقت اور جس دن چاہے پہنچا سکتا ہے۔ البتہ ہر شب جمعہ و ایام عید و عاشورہ وغیرہ مندرجہ نمبر ۵ ضرور طعام یا کلام یا کسی خیرات کپڑا وغیرہ کا ثواب پہنچانا ضروری ہے۔

سوال کلمہ شریف یا کہ درود شریف کا ثواب بخشنا کسی کے واسطے یا جائز ہے یا نہیں، سنا گیا ہے کہ نا جائز ہے۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے۔

جواب جائز ہے۔

سوال اگر دوست گمشدہ کسی قسم مویشی کی خواہش رکھتا ہو از قسم عام مویشی یا کہ از قسم پرندگان اب ان کا پہنچانا کس طرح سے ہوگا۔ آیا وہ چیز زندہ دی جائے یا کہ اس کی قیمت۔ اگر زندہ دینے کی خواہش ہو تو کس کو دی جائے اور کس طریق سے دی جائے۔

جواب زندہ دینا محتاج کو بہ نسبت قیمت دینے کے زیادہ مناسب ہے۔

سوال ملا جو قبر پر پڑھنے کیلئے بٹھائے جاتے ہیں وہ کس عرصہ تک پڑھتے رہیں۔ قرآن شریف ہی پڑھا کریں یا کوئی اور کلام؟

جواب چالیس دن تک قرآن شریف پڑھا جاوے مگر بلا شرط اجرت۔ کیونکہ قرآن شریف پڑھنے کی اجرت لینی دینی حرام ہے۔ ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور دینے والا اجرت سمجھ کر نہ دے تو جائز ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ لہٰذا بہتر ہے کہ دوست یا خویش اقارب جو بلا اجرت پڑھنے والے ہوں پڑھیں۔

(فتاویٰ مہریہ ص ۵۵ ۵۶۵ ۵۷ مطبوعہ گولڑہ شریف)

سائیں توکل شاہ اور ایصال ثواب

ایصال ثواب کے متعلق جہاں فقہاء و محدثین نے جواز کے دلائل دیئے ہیں وہاں صوفیاء کرام کے بھی نظریات کثرت سے ملتے ہیں۔ صوفیاء کرام کا فقہی مسلک اگرچہ وہی ہے جو جمہور علماء اہلسنت کا ہے۔ مگر ان صوفیاء کا ایک اپنا مخصوص انداز اور ان کی اپنی ایک دنیا ہے جو قیل وقال سے نہیں بلکہ حال سے تعلق رکھتی ہے۔ اس حال کی دنیا کے ایک مشہور صوفی زبدۃ العارفین حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات ہے۔ آپ نے ایصال ثواب کے متعلق کیا ارشاد فرمایا۔ آپ کے ملفوظات مبارکہ سے کچھ حصہ نقل کیا جا رہا ہے۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام کو ایصال ثواب کرنے کا صلہ

حضرت سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات ذکر خیر المعروف بہ صحیفہ محبوب کے باب پنجم میں لکھا ہے کہ

ایک روز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تذکرہ تھا کہ آپ شہید ہیں

اور شہید ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ آپ عشرہ محرم میں چینی کا شربت دودھ میں ملا کر پلاتے اور کھانا کھلایا کرتے۔ اور ان کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچایا کرتے۔ ایک روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ محرم کے ایام تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص شربت کا گلاس لایا اور کہا کہ آپ اس کو پی لیں۔ یہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کے واسطے بھیجا ہے۔ کسی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ شربت پر دلائی تھی اس میں سے یہ آپ کا حصہ انہوں نے بھیجا ہے۔ آپ نے وہ گلاس لے کر پی لیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ فیضان پہنچانے کا ایک طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فیضان کے علاوہ محبت والوں کے پاس آپ تحفے بھیجتے ہیں اور آپ کے تصرفات دنیا میں اب بھی مثل حیاتی کے جاری ہیں اور یہ آپ کے تصرفات ہی کی علامت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے ایک درویش کی حکایت سنی تھی۔ نقل ہے کہ ایک درویش عشرہ محرم میں ہمیشہ اللہ کے واسطے شربت پلایا کرتا اور کھانا پکا کر محتاجوں کو کھلاتا پھر ان دونوں کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کو پہنچاتا۔ مدت تک وہ اسی طرح کرتا رہا۔ ایک مرتبہ وہ درویش کہیں سفر کو چلا جاتا تھا اتفاقاً راستہ بھول گیا جنگل میں حیران و پریشان پھر رہا تھا کہ یکا یک دور سے سواروں کا ایک گروہ نظر پڑا اور آتے آتے بہت ہی نزدیک آ گیا اور ایک آدمی نے اس درویش کا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور راستہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا اور فرمایا جا یہ سیدھا راستہ ہے۔ اس راستے سے چلا جا۔ اس نے عرض کیا حضور آپ کون ہیں؟ فرمایا تو ہمیں نہیں پہچانتا۔ عشرۂ محرم میں تو ہمیشہ ہماری فاتحہ دلاتا اور شربت وغیرہ پلایا کرتا تھا وہ سب ہمیشہ ہمارے پاس پہنچتے رہے ہیں ہم امام حسین رضی اللہ عنہ اور یہ ہمارا لشکر ہے اس کے بعد فرمایا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ زندہ ہیں اور دنیا میں سیر کرتے ہیں اور جو شخص آپ کو فاتحہ وغیرہ پہنچائے آپ اس کو پہچانتے ہیں اور اس کی امداد فرماتے ہیں مگر یہ

تصرفات اور یہ زندگی روحی ہیں۔

کھانا نوری شکل میں

ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضور ایک شخص نے آج مجھ سے سوال کیا تھا کہ
جو ایصال ثواب ہے کہ کھانا وغیرہ پکا کر اللہ تعالیٰ کے واسطے کھلاتے ہیں تو یہ کھانا پانی
وغیرہ تو کھانے والوں کے پیٹ میں چلا جاتا ہے۔ پھر میت کو کیا چیز پہنچتی ہے اور اگر
پہنچتی ہے تو کس طریقہ سے۔ فرمایا ہم کچھ پڑھے ہوئے تو ہیں نہیں مگر اس کے بارے
میں جو بات ہم کو معلوم ہوئی وہ اس طرح ہے کہ ایک دفعہ ہم نے اپنے خواجہ صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا ختم دلایا اور رکابیوں میں کھانا ڈال کر اور سب کے آگے چن کر ان پر فاتحہ
کہلائی تو بحالت مکاشفہ یہ کیفیت دیکھی کہ طعام سے بھری ہوئی ان رکابیوں کی نوری
شکل کی رکابیاں طعام کی بھری ہوئی آسمان پر چڑھ رہی ہیں۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد
دیکھا کہ آسمان سے وہی نوری شکل کی رکابیاں اتر کر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
قبر پر جا رہی ہیں اور آپ ان میں سے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت ہماری سمجھ میں آیا
کہ جس طرح اس بدن کی غذا یہ دنیاوی چیزیں ہیں اور بدن ان کو کھا کر مضبوط ہوتا
ہے۔ اسی طرح روح کی غذا نور ہے اور روح اسے کھا کر تقویت حاصل کرتی ہے۔
مرنے کے بعد بدن کو تو غذا کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ وہ فنا ہو جاتا ہے البتہ روح کو غذا
کی ضرورت باقی رہتی ہے اور چونکہ یہ دنیاوی کھانے روح کی غذا نہیں بن سکتے اس
لئے ضروری ہے کہ ان کھانوں کو نور سے بدلا جائے تا کہ روح کھا سکے اور نور سے بدلنے
کا یہ طریقہ ہے کہ یہ طعام اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کے بندوں کو کھلا دیا جائے تو پھر اللہ
تعالیٰ منظور فرما کر کھلانے والوں کو اس کے بدلے نوری کھانا جیسا کہ جنت میں جنتیوں
کو ملتا ہے اسی طعام کے مثل دے دیتا ہے۔ مثلاً اگر کسی نے اللہ کے واسطے دودھ دیا تو
اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دودھ ہی دیتا ہے مگر نور کا۔ ایسے ہی کسی نے روٹی دی تو اللہ

تعالیٰ اس کا بدلہ دیتا تو ہے مگر ہوتی ہے وہ روٹی نور کی۔ جیسا کہ جنتیوں کو کھانے ملتے
ہیں جنت میں۔ لیکن وہ نوری کھانے ہوتے ہیں اور یہ نوری کھانا کھلانے والے کا ملک
ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ اسی نوری بدلے کا نام اجر وثواب ہے۔ اب اس
کھلانے والے کو اختیار ہے کہ اس نوری بدلہ کو اپنے ہی ملک میں رہنے دے یا کسی میت
کو بخش دے۔ اگر اپنی ہی ملک میں رکھے گا تو قیامت کے دن خود اس کے کام آئے گا
اور اگر کسی میت کو بخشا ہو تو اس کے واسطے ایک ایسی ذات کی ضرورت ہے جو یہاں بھی
ہو اور وہاں بھی ہو کیونکہ بخشنے والا تو عالم خلق میں ہے اور میت جس کو بخشا جاتا ہے وہ
برزخ میں ہے تو اگرچہ عالم خلق و برزخ میں بظاہر کچھ زیادہ فاصلہ نہیں مگر در حقیقت
بہت بڑا فاصلہ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً ہم کو کوئی چیز لاہور پہنچانی ہے تو ہم کسی
ایسے شخص کو تلاش کریں جو یہاں رہتا ہو اور لاہور بھی جا سکتا ہو۔ جو شخص لاہور میں رہتا
ہو اور یہاں نہ آ سکتا ہو وہ بھی نہیں پہنچا سکتا اور جو لاہور نہ جا سکتا ہو یہاں رہتا ہو وہ
بھی نہیں پہنچا سکتا تو لامحالہ ایک ایسی ذات کی ضرورت ہے جو یہاں بھی ہو اور وہاں
بھی اور ایسی ذات فقط اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو ہر جگہ ہر وقت میں یکساں موجود ہے۔
اسی واسطے اللہ تعالیٰ کے واسطے کھانا وغیرہ کھلایا جاتا ہے کیونکہ یہ طعام جو لوگوں نے کھایا
ہے یہ تو ان کے پیٹ میں چلا گیا اور اس کا جو اجر وثواب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں منظور
ہو چکنے کے بعد ہماری ملک ہوتا ہے ہم اس اجر وثواب کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتے
ہیں کہ خداوند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس چیز کا ثواب جس طریقہ سے تو پہنچایا کرتا
ہے اس طریقہ سے تو فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے۔ تو اس صورت میں بلاشبہ ثواب
پہنچ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی مدنظر ہو اور اس میں کسی قسم کی
ریا، شرک، نام آوری اور فخر و بڑائی کا دخل نہ ہو اور حرمت و نجاست سے بھی بری ہو۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک ہی لوگوں کی نیکیاں قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ

قرآن شریف میں ہم نے ایک آیت سنی تھی کہ انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی
اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ہی صدقے اور قربانیاں قبول کرتا ہے اس کے ساتھ ہی یہ
بھی ثابت ہوا کہ ثواب اسی چیز کا ملتا ہے جو اپنے ملک سے نکال کر خالصتاً للہ دوسرے
کی ملک میں دے دی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس چیز کو منظور فرما کر اس کا ثواب اور اجر
عطا فرماتا ہے اور وہ اجر و ثواب پھر اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جاتا ہے کہ خداوند تو اس کا ثواب
فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے اور اگر تمام کھانے کا ثواب پہنچانا ہو جو پکایا گیا ہے تو
اس کے واسطے یہ بھی ضروری ہے کہ کسی کی ملکیت کر دے اور ایصال ثواب کی نیت سے
جو کھانا پکایا جائے اور کھلانے سے پہلے ہی یہ نیت کر لی جائے کہ خداوند اس کا جو ثواب تو
ہم کو عطا فرمائے گا وہ ہماری طرف سے فلاں بزرگ یا فلاں میت کی روح کو پہنچا دینا تو
جس قدر طعام اس میں سے کھلایا یا کسی دوسرے کو دیا گیا ہے اس تمام کا ثواب میت کو
پہنچ جائے گا۔ باقی جس قدر گھر میں بچ رہا ہے یا جو آپ نے کھا لیا ہے اس سے میت کو
کچھ واسطہ نہیں۔

حضور ﷺ کے وسیلہ سے ایصال ثواب کرنا

پھر (سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ! رسول
اللہ ﷺ کو پہنچا کر فلاں میت کو پہنچا دے تو اس صورت میں یقینی طور پر ثواب پہنچ
جاتا ہے۔ فرمایا کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ میں
اپنے آباؤ اجداد کو ثواب پہنچاتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے طفیل کا لفظ نہیں کہا کرتا تھا
بلکہ یہ کہا کرتا تھا کہ خداوند اس کا ثواب روح رسول اللہ ﷺ کو پہنچا کر فلاں میت کو
پہنچا دینا۔ ایک بار ہم نے یوں کہہ کر ثواب پہنچایا کہ خداوند رسول اللہ ﷺ کے طفیل
ان موتی کو ثواب پہنچا دینا تو اس روز وہ ارواح بہت ہی خوش نظر آئیں۔ حضرت مجدد
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان ارواح سے سبب دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ

پہلے تو یہ صورت تھی کہ اول وہ ثواب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچتا تھا اور نبی
کریم ﷺ پھر اس ثواب کو ملائکہ کے ذریعے سے ہمارے پاس بھیج دیتے تھے مگر
آج جو رسول اللہ ﷺ کے طفیل سے پہنچایا تو ہم تمام موتی کو رسول اللہ ﷺ کی
خدمت مبارک میں حاضر کیا گیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے وہ ثواب عطا فرمایا اور
اس سے ہم کو دو چند خوشی حاصل ہوئی۔ ایک تو ثواب پہنچنے کی اور دوسری رسول اللہ
ﷺ کی زیارت اور آپ سے فیوض و برکات حاصل ہونے کی پھر فرمایا ہم نے ایک
اور بات دیکھی کہ ایک مرتبہ کوئی شخص شربت کا گلاس ہمارے پاس لایا۔ ہم نے پی لیا۔
بعد ازاں دیکھا کہ وہ شربت کا گلاس آسمان پر چڑھ گیا۔ پھر دیکھا کہ آسمان سے ایک
گلاس ویسا ہی اترا ہے اور ایک شخص ہمارے دائیں طرف بیٹھا ہوا اسے غٹا غٹ پی رہا
ہے۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے اور یہ گلاس کیسا ہے۔ اس نے کہا یہ وہی شربت ہے جو
آپ نے پیا تھا۔ میرے ایک رشتہ دار نے فاتحہ کہہ کر آپ کو دیا تھا۔ جب آپ پی
چکے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نوری شربت بنا کر میرے پاس بھیجا اور اب میں نے پی لیا۔
یہ وہی نوری شربت ہے پہلے سے ہم کو معلوم نہ تھا کہ اس پر فاتحہ دی گئی ہے۔ ہم نے
ان کو بلا کر پوچھا کہ تو نے فاتحہ دے کر ہمیں وہ شربت پلایا تھا۔ اس نے کہا ہاں یونہی
تھا۔ چنانچہ خوشی میں آ کر ہم نے یہ کہہ دیا کہ جا تیری فاتحہ قبول ہو گئی اور میت کو اس کا
ثواب بھی پہنچ گیا۔ (سعید محبوب)

ایصال ثواب کا ہدیہ نورانی طباق میں

جب انسان ایصال ثواب کرتا ہے تو میت کو کس شکل میں اس کا ثواب پہنچتا
ہے سائیں توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا منشا تو آپ نے مطالعہ فرما لیا کہ جو بھی کھانا وغیرہ ہوتا
ہے اسے نورانی شکل میں تبدیل کر دیا جاتا ہے اس کی تائید فرمان مصطفیٰ ﷺ سے بھی
ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ما من اهل بیت یموت منهم ویتصدقون عنه، بعد موته الا اهدی له، جبرائیل علی طبق من نور ثم یقف علی شفیر القبر فیقول یا صاحب القبر العمیق هذه هدیة اهداها الیك اهلك فاقبلها فیدخل علیه فیفرح بها فیستبشرون ویحزن جیرانه الذین لایهدی الیهم شیء۔ (رواہ طبرانی فی الاوسط شرح الصدور)

میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی شخص کسی گھر سے فوت ہوا ہے اور گھر والے اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں تو جبرائیل امین علیہ السلام اس صدقہ وخیرات کو ایک نورانی طبق (تھال) میں رکھ کر مرنے والے کی قبر پر لے جا کر کہتے ہیں۔ اے گہری قبر والے یہ ہدیہ وتحفہ تیرے گھر والوں نے تجھے بھیجا ہے تو اس کو قبول فرما۔ تو وہ قبر والا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اور (دوسروں کو) خوشخبری دیتا ہے اس کے ہمسائے جن کی طرف ان کے گھر والوں کی طرف سے کوئی ہدیہ نہیں پہنچا غمگین وافسردہ ہوتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے میں نے پوچھا کہ ہم اپنے مردوں کیلئے دعائیں اور ان کی طرف سے صدقات وخیرات اور حج وغیرہ کرتے ہیں کیا یہ چیزیں مردوں کو پہنچتی ہیں؟

فقال الله، یصل الیهم ویفرحون به کما یفرح احدکم بالهدیة۔ (مسند امام احمد)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا بیشک یہ چیزیں ان کو پہنچتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ہدیہ سے خوش ہوتے ہو۔

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی صاحب تفسیر خازن میں فرماتے ہیں کہ

ان الصدقة عن المیت تنفع المیت ویصل ثوابها وهو اجماع العلماء۔ (تفسیر خازن)

بلاشک وشبہ میت کی طرف سے صدقہ دینا میت کیلئے نافع ومفید ہے اور اس صدقہ کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

اکابرین علمائے اہلسنت

فقہاء اور اولیاء کرام سے ایصال ثواب کے ثبوت کے بعد مناسب ہے کہ اکابرین علماء اہلسنت سے بھی ایصال ثواب کا ثبوت پیش کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ علماء اہلسنت نے حضور ﷺ کی امت کی صحیح سمت راہنمائی فرمائی ہے اور یہ کوئی جدید مسئلہ نہیں گھڑا بلکہ بعینہٖ اسلام کا تقاضہ پورا کیا ہے اور اس تسلسل کو بیان کیا ہے جس کا ثبوت قرآن کریم سے لے کر آج تک امت مسلمہ کرتی چلی آ رہی ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ کے متعلق تمام مسائل کو فتاویٰ رضویہ میں تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔

فاتحہ دلاتے وقت کھانا سامنے رکھنے کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسا کر لیتا ہے تو اس کے سبب وصول ثواب یا جواز فاتحہ میں کچھ خلل نہیں، جو اسے ناجائز وناروا کہے اس کا ثبوت دلیل شرعی سے دے ورنہ اپنی طرف سے بحکم خدا ورسول کسی چیز کو ناجائز وناروا کہہ دینا خدا اور رسول پر افترا کرنا ہے ہاں اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہے کہ جب تک کھانا سامنے نہ کیا جائے گا ثواب نہ پہنچے گا تو یہ گمان اس کا محض غلط ہے لیکن نفس فاتحہ میں اس اعتقاد سے بھی کچھ حرج نہیں آتا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۹۵)

گیارہویں شریف کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

گیارہویں شریف جائز ہے اور باعث برکات اور وسیلہ مجربہ قضاء حاجات ہے اور خاص گیارہویں کی تخصیص عرفی اور مصلحت پر مبنی ہے جب کہ اسے شرعاً واجب نہ جانے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۴)

نیز فرماتے ہیں کہ

عرس، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہ جائز ہیں۔ حضور ﷺ نے ایصال ثواب کیلئے حکم بھی دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایصال ثواب کیا اور آج تک کے مسلمانوں کا اس پر اجماع رہا۔ عرس منہیات شرعیہ سے خالی ہو اور شرینی پر ایصال ثواب یہ سب جائز ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۱۸)

اموات مسلمین کو ایصال ثواب قطعاً مستحب ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "تم سے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو نفع پہنچائے اور یہ تعینات عرفیہ ہیں ان میں اصلاً حرج نہیں، جبکہ انہیں شرعاً لازم نہ جانے، یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۲)

(بلکہ جب بھی اموات مسلمین کیلئے ایصال ثواب کیا جائے گا، خواہ دوسرے دن ہو یا تیسرے دن، پانچویں دن فاتحہ دلائی جائے یا دسویں دن، اس کا نام چہلم رکھ دیا جائے یا سال کی فاتحہ یا کوئی بھی مناسب نام رکھ دیا جائے سب جائز ہے) اور پھر جس کیلئے چاہے نیاز و فاتحہ دلا سکتا ہے۔

حضرت خاتون جنت کی نیاز کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

حضرت خاتون جنت کی نیاز کا کھانا پردے میں رکھنا اور مردوں کو نہ کھانے دینا یہ عورتوں کی جہالتیں ہیں انہیں اس سے باز رکھا جائے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۲۲۵)

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ کے ثبوت کو بہت مدلل طور پر بیان فرمایا۔ فرماتے ہیں۔

نووی نے کتاب الاذکار باب تلاوت القرآن میں فرمایا کہ انس بن مالک ختم قرآن کے وقت اپنے گھر والوں کو جمع کر کے دعا مانگتے۔ حکیم ابن عتبہ فرماتے ہیں کہ ایک مجمع کو مجاہد و عبدہ ابن ابی لبابہ نے بلایا اور فرمایا کہ ہم نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ آج ہم قرآن پاک ختم کر رہے ہیں اور ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت مجاہد سے بروایت صحیح منقول ہے کہ بزرگان دین ختم قرآن کے وقت جمع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ لہٰذا تیجہ و چہلم کا اجتماع سنت سلف ہے۔ (جاء الحق حصہ اول ص ۲۶۲)

نیز فرماتے ہیں:

حدیث میں ہے جو شخص گیارہ بار سورۃ اخلاص پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔ (جاء الحق حصہ اول ص ۲۶۳)

فاتحہ کا طریقہ اور اسے بخشنے کے متعلق بحوالہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

جو ممکن ہو قرآن پڑھے، سورہ فاتحہ، بقرہ کی اول آیات اور آیۃ الکرسی اور آمن الرسول اور سورہ یٰسین، ملک اور سورہ تکاثر، سورہ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات یا تین دفعہ پھر کہے کہ اے اللہ جو کچھ میں نے پڑھا فلاں کو یا فلاں لوگوں کو پہنچا دے۔

شامی کی اس عبارت پہ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان عبارات میں فاتحہ مروجہ کا پورا طریقہ بتایا گیا ہے۔ یعنی مختلف جگہ سے قرآن پڑھنا۔ پھر ایصال ثواب کی دعا کرنا اور دعا میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ لہٰذا ہاتھ اٹھائے غرضیکہ فاتحہ مروجہ پوری پوری ثابت ہوئی۔ (جاء الحق حصہ اول ص ۲۶۳)

علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ

عصر حاضر کے عظیم محقق شارح صحیح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

امت کیلئے ایصال ثواب دعائے استغفار مسنون ہے۔ بکثرت احادیث اس بارے میں وارد ہیں خصوصاً ماں باپ' بھائی' دوست کی دعا کا تو مردہ انتظار کرتا ہے۔ ایصال ثواب کا طریقہ یہ ہے کہ کھانا پکا کر میت کے نام تقسیم کیا جائے۔ غریبوں کو کپڑے اور ہر ضرورت کی چیز مہیا کی جائے قرآن پڑھ کر اموات کو بخشا جائے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نوافل پڑھ کر اس کا ثواب والدین کو بخشا جائے۔ (اسلامی تقریبات ص ۳۶)

سید صاحب دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

بزرگان دین اور وفات شدہ مسلمانوں کو ایصال ثواب کرنا جائز ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ یہ تقاریب خلاف شروع امور سے پاک ہونی چاہئیں۔ عرس' مشہور کے دن تاریخ اسلام کے اہم واقعات کی یاد منانے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسلام کی ان مقتدر شخصیات کی سیرت وصورت' اخلاق وتعلیم سے عوام کو روشناس کرایا جائے تاکہ ان بزرگان دین کے اسوہ کو اختیار کرنے کی مسلمانوں میں تڑپ پیدا ہو۔ اسی طرح تاریخی واقعات کو منانے کا مدعا یہ ہونا چاہیے کہ افراد امت سبق حاصل کریں اور ان میں عمل کا جذبہ پیدا ہو۔ اس ضمن میں بزرگوں کو ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی' کلمہ شریف کا ورد' درود شریف کی تلاوت' حاضرین میں شرینی وکھانے وغیرہ کی تقسیم کا حسب توفیق اہتمام کیا جائے۔ (اسلامی تقریبات ص ۱۰۲)

اس کے علاوہ بخاری شریف کی شرح کرتے ہوئے بھی ایصال ثواب کا مدلل طور پر تجزیہ کرتے ہوئے اسے ثابت کیا ہے۔ (فیوض الباری فی شرح بخاری ج ۳ ص ۸)

تیجا' دسواں' چہلم' عرس وگیارہویں شریف

علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فیوض الباری میں ارشاد فرماتے ہیں۔

واضح ہو کہ تیجا' دسواں' چہلم' بزرگان دین کو ایصال ثواب کی مجالس' عرس و گیارہویں وغیرہ سب ایصال ثواب ہی کی صورتیں ہیں اور جائز ومستحب ہیں۔ مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ تیسرے اور چالیسویں دن کی قید' اسی طرح تاریخ مقرر کرکے بزرگان دین کو ایصال ثواب کی مجلس (عرس) وگیارہویں شریف بدعت ہے مگر سوال یہ ہے کہ دن تاریخ اور وقت مقرر کیے بغیر تو مخالفین بھی کوئی دینی ودنیاوی کام نہیں کرتے وہ کیوں جائز ہے؟ دن تاریخ اور وقت کے تقرر کو کوئی مسلمان واجب اور لازم نہیں سمجھتا کہ مہینہ کی گیارہ تاریخ کو ہی ایصال ثواب جائز ہوگا اور کسی اور تاریخ کو جائز نہیں۔ اگر کوئی جاہل ایسا سمجھتا ہے تو اس کو بتا دینا چاہیے کہ تیرا ایسا خیال شرعاً غلط ہے۔ بلکہ اگر تعصب اور ضد سے علیحدہ ہو کر غور کیا جائے تو تیجا' دسواں اور چہلم کی تاریخ میں بھی لوگ اپنی سہولت کیلئے کمی بیشی کر لیتے ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ عام مسلمان دن' تاریخ اور وقت کے تعین کو ایصال ثواب کیلئے ضروری نہیں سمجھتے۔ بہرحال مسئلہ یہ ہے کہ ایصال ثواب جب اور جس وقت چاہیں کر سکتے ہیں اور شرعاً دن یا تاریخ مقرر کرنا ایصال ثواب کیلئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اگر لوگ دن وقت اور تاریخ کے تقرر کو ایصال ثواب کیلئے ضروری نہ سمجھتے ہوئے پھر دن یا تاریخ مقرر کر کے ایصال ثواب کر دیں۔ اس کو بدعت کہنا شریعت اسلامیہ پر افتراء ہے۔ منع کرنے والے کوئی دلیل شرعی ممانعت میں پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایصال ثواب جسے عرف عام میں فاتحہ کہتے ہیں جائز ہے۔

علاوہ ازیں اگر دیانت داری کے ساتھ دلائل شرعیہ پر غور کیا جائے تو مروجہ فاتحہ کے اجزاء کا ثبوت احادیث میں بھی مل جاتا ہے۔ احادیث میں طعام پر قرآن

مجید کی تلاوت کر کے ایصال ثواب کرنے کا صریح طور پر ثبوت موجود ہے۔ اسی طرح بخاری ومسلم میں حضرت عبدالرحمٰن بن عمر سے مروی ہے۔

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی مسجد قباء کل سبت ماشیا وراکبا ویصلی فیه رکعتین۔ (بخاری)

نبی کریم ﷺ ہر ہفتہ کے دن مسجد قبا کو تشریف لے جاتے۔ کبھی سوار کبھی پیدل اور دو رکعت نماز پڑھتے۔

اسی طرح حضور اقدس ﷺ کا ہر سال شہداء احد کے مزارات پر تشریف لے جانے کا ذکر صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اب ہفتہ کے دن جانا' یہ دن مقرر کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہفتہ کے علاوہ کسی اور دن جانا منع ہے البتہ حضور اقدس ﷺ کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ دن مقرر کر کے دعا مغفرت کرنا جائز ہے بلکہ سنت رسول ہے۔ اسی طرح کھانا سامنے رکھ کر کچھ پڑھنا اور دعا کرنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری پارہ یازدہم ص ۸۹،۸۸)

مفتی وقار الدین قادری رضوی

دارالعلوم امجدیہ کراچی کے مفتی وقار الدین قادری رضوی استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"اہلسنت کے نزدیک بالاتفاق ایصال ثواب جائز ہے۔ جس دن چاہیں کریں' دس یا بیس دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ لوگوں نے اپنی سہولت کیلئے سوئم' دسویں' بیسویں اور چالیسویں کیلئے دن اس لئے مقرر کئے کہ بلانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ لوگ خود ہی ان دنوں میں قرآن خوانی اور فاتحہ میں شریک ہو جائیں گے"۔

(وقار الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۳ کراچی)

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

عصر حاضر کی مایہ ناز شخصیت شیخ الاسلام مفکر اسلام مفسر قرآن پروفیسر محمد طاہر القادری ایک سوال کے جواب میں ایصال ثواب کے متعلق فرماتے ہیں' سوال کیا گیا؟

سوال: کیا فوت شدگان کو کسی قسم کا ثواب پہنچانا جائز ہے؟

جواب: نہ صرف جائز ہے بلکہ باصرار اس کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا خود انسان کو بھی نفع دیتا ہے اور جس کو ثواب پہنچایا جائے اس کو بھی نفع ہوتا ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' صدقہ' تلاوت قرآن اور ذکر پاک غرض ہر قسم کی عبادات اور ہر عمل صالح فرض و نفل کا ثواب قبر والوں کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ (ترتیبی نصاب ج ۱ ص ۲۷۷)

ان کے علاوہ تمام اکابر اصاغر علماء اہلسنت نے ایصال ثواب کے متعلق تفصیلی محققانہ دلائل پیش کئے ہیں جن میں مفسر قرآن محقق دوراں ادیب شہیر پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ضیاء القرآن میں' محدث العصر علامہ شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی نے شرح مسلم میں' علامہ عبدالمصطفیٰ الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے جنتی زیور میں' خطیب پاکستان الحاج محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے ثواب العبادات میں' شاعر اہلسنت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے "گیارہویں شریف" کے نام سے موسوم ضخیم کتاب میں ایصال ثواب کا ثبوت قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

یہ تو تھے علماء اہلسنت جن کی آراء آپ نے مطالعہ فرمالیں۔

مذہب دیوبند کے سرخیل

اب ان اکابرین اور نامور ہستیوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جنہیں علماء دیوبند اپنے مذہب کی بنیاد قرار دیتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ انہی بزرگوں کے مشن کی تکمیل کیلئے کوشاں ہیں اور اپنے مذہب کا سرخیل تسلیم کرتے ہیں۔ مذہب دیوبند کے سرخیل

ایصال ثواب کے متعلق کیا نظریات رکھتے ہیں' ان کا اپنا عمل کیا رہا ہے اور ان کے ارشادات کیا ہیں؟ ان کا مطالعہ کیجئے اور فیصلہ دیجئے کہ موجودہ ایصال ثواب کا طریقہ کار ان کے افکار اور عمل کے مطابق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر مذہب دیوبند کے افراد کو اس پہ قطعی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کوئی اعتراض کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود ہی اپنی تعمیر کردہ دیواروں کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا ہے آپ بتایئے کیا اس سے عمارت زمین بوس نہیں ہوگی؟ لیجئے دلائل حاضر ہیں۔

طعام' شرینی سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا اور ایام کی تعیین

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ملت دیوبند کے ہاں شریعت کے بادشاہ ہیں۔ بادشاہ شریعت کی زبانی طعام یا شرینی پر فاتحہ پڑھنے کے جواز کا حکم سنیں' شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

ختم قرآن کریں اور طعام یا شرینی پر فاتحہ پڑھنے اور اس کو حاضرین میں تقسیم کرنے میں زندوں اور مردوں دونوں کا فائدہ ہے۔ (فتاوٰی عزیزی ج ۱ ص ۳۸)

مزید لکھتے ہیں۔

جس طعام کا ثواب امام حسن اور حسین کی نیاز ہو اور اس پر سورہ فاتحہ اور قل شریف اور درود شریف پڑھا جائے وہ تبرک ہے اور اس کا کھانا بہت اچھا ہے۔

(فتاوٰی عزیزی ج ۱ ص ۱۷)

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

صالحین کی قبروں کی زیارت اور ان کی قبروں سے برکت حاصل کرنا اور ایصال ثواب' تلاوت قرآن' دعائے خیر اور تقسیم طعام و شرینی سے ان کی مدد کرنا بہت ہی بہتر

اور خوب ہے اور اس پر علماء امت کا اجماع ہے۔ (فتاوٰی عزیزی)

عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد شریف میں سرکاری طور پر گیارہویں شریف منائے جانے کا بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ ذکر کیا ہے' فرماتے ہیں۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو مسلمان و اکابرین شہر جمع ہوتے عصر سے مغرب تک تلاوت وقصائد و منقبت پڑھتے مغرب کے بعد ذکر جہر کرتے جس سے وجدانی کیفیت طاری ہوتی۔ پھر طعام شرینی وغیرہ جو نیاز تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے۔

(ملفوظات عزیزی ص ۶۲)

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کا معمول

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے ایام وصال میں ان کے پاس آپ کی نیاز کیلئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ آخر کار کچھ بھنے ہوئے چنے اور گڑ پر نیاز دی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ نبی کریم علیہ السلام کے پاس انواع واقسام کے طعام حاضر ہیں اور ان کے درمیان وہ گڑ اور چنے بھی رکھے ہیں۔ آپ نے کمال مسرت والتفات فرمایا اور کچھ آپ نے تناول فرمایا اور کچھ آپ نے اصحاب میں تقسیم کر دیا۔

(انفاس العارفین ص ۴۱)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پس بعد ازاں تین سو ساٹھ مرتبہ سورہ الم نشرح پڑھے پھر تین سو ساٹھ مرتبہ دعائے مذکور پڑھے پھر دس مرتبہ درود شریف پڑھے اور ختم تمام کرے قدرے شرینی پر

فاتحہ عام خواجگان چشت کے نام سے پڑھے۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۴)

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اور کچھ قرآن پڑھے اور والدین وپیر واستاد اور اپنے دوستوں اور بھائیوں اور سب مومنین اور مومنات کی ارواح کو ثواب بخشے۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۱۶)

نیز شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

اور اسی ضمن میں بزرگوں کے عرسوں کی حفاظت کرنا ہے اور ان کی قبروں پر ہمیشہ جاتے رہنا اور ان کیلئے فاتحہ کو لازم کرنا اور ان کیلئے صدقہ کرنا۔ (ہمعات ص ۵۸)

شاہ رفیع الدین

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

مجلس میں فاتحہ وختم برائے حاضرین مجلس ہے۔ اگر یہ جماعت بر سر قبر ہے اس جگہ تقسیم ہو اور ثواب اس کا ان اموات کو پہنچے اور اگر گھر میں ہو تو حاضرین میں تقسیم کرے اس قسم میں کوئی قباحت نہیں۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین ص ۸)

شاہ رفیع الدین نے چالیسواں، فاتحہ، عرس، تعیین یوم مزارات پر جاکر فاتحہ دلاکر شرینی تقسیم کرنا، گھر میں فاتحہ دلاکر کچھ پکی ہوئی چیز یا شرینی تقسیم کرنا اور کسی بھی بزرگ کے نام سے موسوم جانوروں مثلاً گائے، بکرا اور مرغ وغیرہ وغیرہ کو جائز لکھا ہے۔

(فتاویٰ شاہ رفیع الدین ص ۱۶)

ان تمام حضرات کے ایصال ثواب کے متعلق کثیر دلائل ہیں مگر اختصار کے پیش نظر انہی دلائل پر اکتفا کیا جاتا ہے البتہ چلتے چلتے تیجہ کے متعلق بھی مزید کچھ سنتے جایئے۔

میت پر خاص کر تین دن سوگ کیا جاتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا تین دن سوگ کیا ہے اب اٹھنے سے پہلے چند گھر کے افراد مل کر کچھ صدقہ کرو۔ کچھ پڑھو اور اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچا کر اٹھو۔ اس کا نام سوئم یا تیجہ مشہور ہو گیا۔

(ثواب العبادات ص ۲۸)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا بھی تیجہ ہوا جنہیں علماء دیوبند شریعت میں واحد سہارا سمجھتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

تیسرے دن لوگوں کا ہجوم اس قدر تھا کہ شمار سے باہر ہے اکیاسی کلام پاک ختم ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوئے ہوں گے اور کلمہ طیبہ کا تو اندازہ ہی نہیں کہ کتنا پڑھا گیا ہوگا۔ (ملفوظات عزیزی ص ۵۵)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ اور شاہ رفیع الدین کے معمولات اور ارشادات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ ان حضرات کے نزدیک موجودہ دور میں جتنی بھی صورتیں ایصال ثواب کی پائی جاتی ہیں وہ سب جائز ہیں۔

۱) قرآن خوانی کرنا، طعام یا شرینی پہ فاتحہ پڑھ کر حاضرین میں تقسیم کرنا اور اس میں زندہ افراد کیلئے بھی اور مردہ دونوں کیلئے فائدہ ہے۔

۲) جو طعام نیاز کیلئے ہو اس پر سورہ فاتحہ، قل شریف یعنی قرآن کریم اور درود شریف پڑھا جائے تو وہ کھانا اللہ کی کلام اور درود شریف پڑھنے کی وجہ سے برکت والا ہو جاتا ہے اس کا کھانا بہت ہی باعث سعادت ہے۔

۳) صالحین کی قبروں کی زیارت کرنا اور ان سے برکت حاصل کرنا، ایصال ثواب، تلاوت قرآن، دعائے خیر اور تقسیم طعام وشرینی سے ان کی مدد کرنا بہت ہی خوب ہے اور بہتر ہے اور اسی پر علماء امت کا اجماع ہے۔

۴) حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی محفل گیارہویں شریف اس میں لوگوں کا جمع ہو کر تلاوت قرآن، نعت خوانی، قصائد ومنقبت پڑھنا اور ذکر بالجہر کرنا بزرگوں کا طریقہ ہے۔

۵) اگر کوئی عمدہ چیز نہ بھی ہو تو معمولی اشیاء پر محبت سے فاتحہ دلا دینے سے بھی

حضور ﷺ کمال درجہ مسرت والتفات فرماتے ہیں۔

۶) فاتحہ میں قرآن درود اور مختلف سورتیں پڑھ کر اس کا ثواب والدین' استاد' پیر' بھائیوں' دوستوں اور تمام رشتہ داروں بلکہ تمام مومنین اور مومنات کو بخش دینا چاہیے۔

۷) قبروں پر ہمیشہ جاتے رہنا چاہیے اور ان کیلئے دعا مغفرت کرنی چاہیے' فاتحہ پڑھنی چاہیے۔ بزرگوں کو یاد رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ ان کے اعراس کرواتا ہیں۔

۸) اگر قبرستان میں کوئی چیز لے جا کر فاتحہ دلائی جائے تب بھی جائز ہے اور وہیں طعام یا شرینی وغیرہ تقسیم کردی جائے اور اگر فاتحہ گھر مجلس و محفل میں دلائی جائے تب بھی جائز ہے اور اگر فاتحہ گھر میں دلائی تو کھانا وغیرہ وہیں گھر پہ تقسیم کردے اور اموات المسلمین کو ثواب بخش دے۔

۹) کسی بزرگ کے نام سے کسی جانور کو پالنا' اس طرح کہ ذبح کے وقت اللہ تعالٰی کا نام لیا جائے اور مقصود بزرگ کیلئے ایصال ثواب ہو تو یہ جائز ہے۔

اگر موجودہ دور میں بنظر غائر دیکھا جائے تو مذکورہ بالا افعال اہلسنت و جماعت کا معمول ہیں جو ہر لحاظ سے مناسب ہیں ان میں بہتری ہے' بھلائی ہے صرف زندوں کیلئے نہیں اور نہ ہی صرف مردوں کیلئے بلکہ دونوں کیلئے فائدہ ہے۔

اکابرین علماء دیوبند

اکابرین علماء دیوبند سے بھی ایصال ثواب کا ثبوت ملتا ہے۔ بعض علماء کے حوالہ جات سے اختصار کے ساتھ ثبوت پیش خدمت ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی

حاجی امداد اللہ صاحب اکثر علماء دیوبند کے پیر ہیں اور ان کے نزدیک مسلم بزرگ ہیں۔ حاجی صاحب کی زبانی سنیے بعض لوگ دن مقرر کرنے کو شرک یا بدعت

کہتے ہیں لیکن حاجی صاحب اسے جائز سمجھتے ہیں۔

"نفس ایصال ثواب ارواح اموات میں کسی کو کلام نہیں۔ اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھے یا فرض و واجب اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تقلید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں۔ جیسا کہ مصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہاء و محققین نے جائز رکھا ہے۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷)

اس سے ثابت ہوا کہ لوگ ایصال ثواب کیلئے جو دنوں کی تعیین کرتے ہیں' وہ جائز ہے۔ اگر دن مقرر کرنے کو فرض یا واجب سمجھا جائے یا یہ سمجھ لیا جائے کہ مخصوص ایام میں ہی ثواب پہنچے گا اور اگر مقررہ ایام میں ایصال ثواب نہ کیا گیا تو ثواب نہیں پہنچے گا ایسا خیال باطل ہے اور اس کا اعتقاد ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ مطلقاً کسی بھی دن ایصال ثواب جائز سمجھے تو دن مقرر کرنا مذکورہ بالا حوالہ سے جائز ہے۔

گیارہویں' دسویں' بیسویں' چہلم' سالانہ اور تمام اقسام ختم

حاجی صاحب مروجہ ایصال ثواب کے متعلق لکھتے ہیں۔

مروجہ ایصال ثواب کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں اور گیارہویں حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی' دسویں' بیسویں' چہلم' ششماہی' سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ ابو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب برأت اور دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۸)

اس عبارت پہ غور کریں اور دیکھیں کہ ایصال ثواب کی کون سی ایسی شق ہے جو باقی رہ گئی ہو کیونکہ تمام ایصال ثواب کے طریقوں کو چند لفظوں میں کہہ کر کہ "دیگر طریق ایصال ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں" بیان کردیا۔

طریقہ ایصال ثواب

نیز حاجی صاحب نے تفصیل کے ساتھ طریقہ ایصال ثواب کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

سلف میں تو یہ عادت تھی کہ کھانا پکا کر ایصال ثواب کی نیت کی' کھانا سامنے رکھا' کچھ کلام الٰہی پڑھا کیونکہ اس سے قبولیت دعا کی امید ہے نیز کھانے کے ساتھ پانی کو بھی رکھ لیا اور اب ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور یوں کہے کہ یا اللہ! اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے۔ یہ بہتر ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۷)

یہ تو تھا طریقہ ایصال ثواب کا جس کو حاجی صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ اب خود ان کا اپنا عمل بھی ملاحظہ فرمائیں۔

معمولات ختم شریف

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا اپنا معمول تھا کہ فاتحہ دلایا کرتے تھے۔ ان کے ملفوظات میں لکھا ہے۔

جب مثنوی شریف ختم ہوگئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز بھی کی جائے گیارہ گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت تقسیم کیا گیا۔ (شمائم امدادیہ ص ۶۸)

نیز فرماتے ہیں۔

ثواب خدا کے بندوں کو پہنچانا جائز ہے۔ لوگ انکار کرتے ہیں لیکن اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ عمل سے انکار کیا جائے۔ (شمائم امدادیہ ص ۶۸)

اپنے عمل کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

مشرب فقیر کا اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرتا ہوں اور قرآن خوانی ہوتی ہے۔ اور گاہ گاہ اگر وقت میں وسعت ہوئی تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر ما حضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹)

یہ تو تھے علماء دیوبند کے پیر و مرشد جن سے ایصال ثواب کا ثبوت پیش کیا گیا۔ اب پیر صاحب کے مریدین کیا کہتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب سے سوال کیا گیا کہ اگر نیک عمل کا ثواب دوسروں کی روح کو بخشا جائے تو بخشنے والے کیلئے کیا نفع ہوا؟ اس کے جواب میں مولانا حدیث کا حوالہ دینے کے بعد لکھتے ہیں:

"ثواب بخش دینے سے بھی عامل کے پاس پورا ثواب رہتا ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۹۹)

نیز لکھتے ہیں:

ہر شخص کو اختیار ہے کہ عمل کا ثواب مردہ کو یا زندہ کو دے دے جس طرح مردہ کو ثواب پہنچتا ہے اسی طرح زندہ کو بھی پہنچ جاتا ہے۔ (التذکیر حصہ سوم ص ۵۵)

ایصال ثواب کا ایک ادب

تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ

ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھ کر علیحدہ بھی حضور ﷺ کی روح مبارک کو ثواب بخش دیا کرو زیادہ کی ہمت نہ ہو مثلاً تین بار "قل ھو اللہ احد" پڑھو ایک کلام مجید کا ثواب پہنچ جائے گا۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹۰)

ایصال ثواب کے بارے میں تھانوی کا معمول

کمالات اشرفیہ میں ہے۔

فرمایا میں جو کچھ روزمرہ پڑھتا ہوں اس کا ثواب حضور ﷺ کو اور تمام صحابہ کرام اور تمام انبیاء وصلحاء وعام مسلمین ومسلمات کو جو مر چکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے۔ سب کو بخش دیتا ہوں اور کسی خاص موقع پر کسی خاص مردے کیلئے بھی کچھ علیحدہ پڑھ کر بخش دیتا ہوں۔ (کمالات اشرفیہ ص ۱۹۱)

قبر پر جا کر ایصال ثواب کرنے کی مصلحتیں

بعض لوگ قبرستان جا کر دعا کرنے سے منع کرتے ہیں مگر تھانوی صاحب اس کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اس کی مصلحتیں بیان کر رہے ہیں اور کہتے ہیں۔

قبر پر جا کر ایصال ثواب کرنے میں تین مصلحتیں ہیں۔

۱) قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنے سے علاوہ ایصال ثواب کے خود پڑھنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہاں استحضار موت کا زیادہ ہوتا ہے۔

۲) باطنی مصلحت یہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہے۔ خواہ آہستہ آہستہ پڑھا جائے یا زور سے حق تعالیٰ مردہ کو آواز پہنچا دیتے ہیں۔ یہ بات اولیاء اللہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام مسلمین بھی سنتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح میں بہ نسبت حیات کے کسی قدر ایک اطلاق کی شان پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا ادراک بڑھ جاتا ہے مگر نہ اتنا کہ کوئی ان کو حاضر وناظر سمجھنے لگے۔

۳) ذکر کے انوار جو پھیلتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر راحت پہنچتی ہے۔

(ملفوظات کمالات اشرفیہ ص ۱۹۰)

مولوی رشید احمد گنگوہی

مولوی رشید گنگوہی کا کہنا ہے کہ

احادیث سے نفع پہنچنا محقق ہے اور جمہور صحابہ ائمہ کا یہ مذہب ہے۔

(تذکرۃ الرشید ص ۳۶)

مولوی قاسم نانوتوی

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند (جن کی وجہ سے دیوبندی' دیوبندی کہلاتے ہیں اور اسی سے مسلک دیوبند کی ابتدا ہوئی ہے) لکھتے ہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے کہا کہ اپنی ماں کو بروئے مکاشفہ دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے۔ اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا اور اس کی اطلاع نہ کی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان ہشاش وبشاش ہے۔ آپ نے پھر سبب پوچھا۔ اس نے عرض کیا اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں سو آپ نے اس پر یہ فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہو گئی۔ (تحذیر الناس ۴۴)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ ایک لاکھ پانچ ہزار بخشنے سے مردے کی بخشش کی امید ہے اور تیجہ میں چنوں پر کلمہ طیبہ ہی پڑھا جاتا ہے جس کا فائدہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔

مولوی اسماعیل دہلوی اور فاتحہ' عرس ونذر ونیاز

غیر مقلدین اہلحدیث وعلماء دیوبند کے مشترکہ پیشوا مولوی اسماعیل دہلوی نے

لکھا ہے:

پس ہر وہ عبادت جو مسلمان ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچائے اور اس کیلئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرے تو یہ بہت ہی بہتر اور خوب ہے اور رسوم میں فاتحہ پڑھنے' عرس کرنے' مردوں کی نذر و نیاز کرنے کی رسموں کی خوبی میں شک وشبہ نہیں ہے۔ (صراط مستقیم ص ۵۵)

نیز لکھتے ہیں:

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مردوں کو طعام اور فاتحہ کے ساتھ نفع پہنچانا خوب نہیں ہے کیونکہ یہ بات بہتر اور افضل ہے۔ (صراط مستقیم ص ۶۴)

نیز لکھتے ہیں:

طریقہ چشتیہ کے بزرگوں کے نام کا فاتحہ پڑھ کر...... دعا کرے۔

(صراط مستقیم ص ۱۵۷)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی فوت شدہ کو اپنی عبادت کا ثواب پہنچائے اور دعا کرے تو بہتر ہے اور فاتحہ پڑھنے' عرس کرنے' مردوں کی نذر و نیاز کی رسوم اچھی ہیں اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ مردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی سے نفع نہیں پہنچتا' بلکہ نفع پہنچتا ہے اور یہ عمل بہتر اور افضل بھی ہے۔

مولوی حسین احمد مدنی

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

گیارہویں شریف کے کھانے (پکانے) میں اگر نیت ہے کہ اس میں ایک حصہ ایصال ثواب کیلئے ہے دوسرا اہل خانہ واحباب کیلئے ہے تو کھلانا غیر فقراء کو بھی جائز ہے۔ (مکتوبات شیخ اسلام ج ۱ ص ۲۸۱)

مولوی احمد علی لاہوری دیوبندی

لاہوری کا بیان ہے:

ہم میں سے ہر شخص جمعرات کو ذکر جہر سے پہلے گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو اس کا ثواب پہنچاتا ہے۔ یہ ہماری گیارہویں ہے۔ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور فروری ۹ جون ۱۹۶۱ء ص ۱۷)

ہم مہینہ بعد گیارہویں شریف کریں تو ناجائز اور اگر دیوبندی علماء ہفت روزہ گیارہویں کریں تو درست ہو' یہ کیسی منطق ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مقصد ایصال ثواب ہے چاہے ماہانہ ہو یا ہفت روزہ' سالانہ ہو یا روزانہ جب بھی ایصال ثواب کیا جائے درست ہے اور اس میں فوائد ہی فوائد ہیں۔ اپنے لئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی۔

مولوی سرفراز گکھڑوی

گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں۔

بلاشبہ ایصال ثواب صحیح ہے۔ اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں۔ مالی قسم کے صدقہ میں جملہ ائمہ فتویٰ متفق ہیں۔ (تنقید متین ص ۳۹)

مولانا انور شاہ کشمیری

کشمیری صاحب لکھتے ہیں:

میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا' صدقات دینا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۱۳)

مولانا شبیر احمد عثمانی

عثمانی صاحب نے متعدد کتب کے حوالہ جات سے ایصال ثواب کے ثبوت میں احادیث بیان کیں۔ اور اس کے بعد لکھا ان احادیث اور آثار کے علاوہ بکثرت احادیث اور آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان کے ایصال ثواب ثابت ہے خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے اور یہ چیز تواتر سے ثابت ہے۔ (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۹)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی

مولوی محمد یوسف لدھیانوی علماء دیوبند کی بڑی قد آور شخصیت ہے۔ اس کا ایصال ثواب کے متعلق کیا نقطہ نظر ہے اس کو ہم تفصیل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کیلئے ایصال ثواب

ایصال ثواب کے ضمن میں ایک بحث عموماً مخالفین ایصال ثواب یہ چھیڑتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کیلئے ایصال ثواب سے کیا فائدہ پہنچانا مقصود ہے جبکہ آپ تو اللہ کے حبیب ہیں اور تمام انسانوں سے افضل اور آپ کی مغفرت و بخشش کا وعدہ اللہ نے کیا ہے جس کی رو سے آپ مغفور ہیں۔

اہلسنت و جماعت کا اعتقاد نبی کریم ﷺ کے بارے میں صرف یہ نہیں کہ آپ مغفور ہیں بلکہ آپ ﷺ تو شافع یوم النشور ہیں اور محبت رکھنے والے ہر امتی کو قبر میں اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں۔ جہاں تک ایصال ثواب برائے آنحضرت ﷺ کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں ایک مضمون مولانا محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی کا درج کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ مضمون جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے شائع ہونے والے ماہنامہ ''بینات'' کراچی میں ایک سائل کے سوال کے جواب میں شائع

ہوا ہے۔

(سوال) میں قرآن مجید کی تلاوت اور صدقہ و خیرات کر کے آنحضرت ﷺ اور بعد کے اکابر اور بزرگان دین کو ایصال ثواب کرتا ہوں۔ لیکن چند روز سے ایک خیال ذہن میں آتا ہے جس کی وجہ سے بے حد پریشان ہوں وہ خیال یہ ہے کہ ہم لوگ ان ہستیوں کو ثواب پہنچا رہے ہیں جن پر خدا خود درود و سلام پیش کرتا ہے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ کو توبہ توبہ! معاذ اللہ! ہم اتنے بڑے ہیں کہ چند آیات پڑھ کر اس کا ثواب حضور ﷺ اور امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا رہے ہیں۔ یہ تو نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ (شہزادہ عالم۔ کراچی)

(جواب) ایصال ثواب کی ایک صورت تو یہ ہے کہ دوسرے کو محتاج سمجھ کر ثواب پہنچایا جائے۔ یہ صورت تو آنحضرت ﷺ اور دیگر مقبولان الٰہی کے حق میں نہیں پائی جاتی اور یہی منشا ہے آپ کے شبہ کا اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان اکابر کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں اور احسان شناسی کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کیا کریں۔ ظاہر ہے کہ ان اکابر کی خدمت میں ایصال ثواب اور دعائے ترقی درجات کے سوا اور کیا ہدیہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ پس ہمارا ایصال ثواب اس بنا پر نہیں کہ معاذ اللہ یہ حضرات ہمارے ایصال ثواب کے محتاج ہیں بلکہ یہ حق تعالیٰ شانہ کی ہم پر عنایت ہے کہ ایصال ثواب کے ذریعے ہمارے لئے ان اکابر کی خدمت میں ہدیے پیش کرنے کا دروازہ کھول دے۔ جس کی بدولت ہمارا حق احسان شناسی بھی ادا ہو جاتا ہے اور ان اکابر کے ساتھ ہمارے تعلق و محبت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے ان اکابر کے درجات میں بھی مزید ترقی ہوتی ہے۔ اس کی برکت سے ہماری سیئات کا کفارہ بھی ہوتا ہے اور ہمیں حق تعالیٰ شانہ کی عنایت بے پایاں سے حصہ ملتا ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لیجئے کہ کسی غریب مزدور پر بادشاہ کے بہت سے احسانات ہوں اور وہ اپنے

تقاضائے محبت کی بنا پر کوئی ہدیہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا چاہے اور بادشاہ ازراہ مراحم خسروانہ اس کے ہدیہ کو قبول فرما کر اسے اپنے مزید انعامات کا مورد بنائے۔ یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہوگا کہ اس فقیر درویش کا ہدیہ پیش کرنا بادشاہ کی ضرورت کی بنا پر ہے۔ نہیں! بلکہ یہ خود اس مسکین کی ضرورت ہے۔

اسی طرح کے ایک اور سوال کے جواب میں مولوی لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں۔

امت کی طرف سے آنحضرت ﷺ کیلئے ایصال ثواب نصوص سے ثابت ہے۔ چنانچہ ایصال ثواب کی ایک صورت آپ کیلئے ترقی درجات کی دعا اور مقام وسیلہ کی درخواست ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا علي، فانه من صلى علي صلوٰة صلى الله عليه بها عشراً. ثم سلوا الله لي الوسيلة فانها منزلة في الجنة لا ينبغي الا لعبد من عباد الله، وارجوا ان اكون انا هو، فمن سال لي الوسيلة حلت عليه شفاعتي۔ (مشکوٰۃ ص ۶۴)

جب تم مؤذن کو سنو تو اس کی اذان کا اسی کی مثل الفاظ سے جواب دو، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ تعالیٰ اسکے بدلے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" کی درخواست کرو۔ یہ ایک مرتبہ ہے جنت میں، جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کے شایان شان ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جس شخص نے میرے لئے وسیلہ کی درخواست کی اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔

اور صحیح بخاری میں ہے۔

من قال حين يسمع النداء اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة، ات محمدان الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاماً محمودان الذي وعدته حلت له شفاعتي يوم القيامة. (مشکوٰۃ ص ۶۵)

جو شخص اذان سن کر یہ دعا پڑھے۔ اے اللہ! جو مالک ہے اس کامل دعوت کا اور قائم ہونے والی نماز کا، عطا کر حضرت محمد ﷺ کو "وسیلہ" اور فضیلت، اور کھڑا کر آپ کو "مقام محمود" میں جس کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔ قیامت کے دن اس کو میری شفاعت نصیب ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے، آنحضرت ﷺ سے اجازت طلبی کیلئے حاضر ہوئے تو آپ نے رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

لاتنسنا يا اخي من دعائك وفي رواية اشركنا يا اخي في دعائك۔ (ابوداؤد ص ۲۱۰ ج ۱ ترمذی ص ۱۹۵ ج ۲)

بھائی جان! ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا، اور ایک روایت میں ہے کہ بھائی جان! اپنی دعا میں ہمیں شریک رکھنا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح حیات طیبہ میں آپ ﷺ کیلئے دعا مطلوب تھی، اسی طرح وصال شریف کے بعد بھی آپ ﷺ کیلئے دعا مطلوب ہے۔

ایصال ثواب ہی کی ایک صورت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کی جائے، حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کا حکم فرمایا تھا۔

عن حنش قال رايت علياً رضي الله عنه يضحي بكبش، فقلت له ما هذا؟ فقال ان رسول الله صلى الله علي وسلم اوصاني

حنش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مینڈھوں کی قربانی کرتے ہیں، میں نے عرض کیا یہ کیا؟ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے

ان اضحی عنه فانا اضحی عنه ۔ (ابوداؤد باب الاضحیه عن المیت ص ۲۹، ج ۲)

وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ سو میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔

وفی روایة فلا ادعه ابداً ۔ (ایضا ص ۳۹، ج ۱)

ایک روایت میں ہے کہ میں اس کو کبھی نہیں چھوڑتا۔

علاوہ ازیں زندوں کی طرف سے مرحومین کو ہدیہ پیش کرنے کی صورت ایصال ہے اور کسی محبوب و معظم شخصیت کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ اس ہدیہ سے اس کی ناداری کی مکافات ہوگی، کسی بہت بڑے امیر کبیر کو اس کے احباب کی طرف سے ہدیہ کا پیش کیا جانا عام معمول ہے اور کسی کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں کہ ہمارے اس حقیر ہدیہ سے اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو جائے گا۔ بلکہ صرف ازدیاد محبت کیلئے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی بارگاہ عالی میں گنہگار امتیوں کی طرف سے ایصال ثواب کے ذریعہ ہدیہ پیش کرنا اس وجہ سے نہیں کہ آپ ﷺ کو ان حقیر ہدایا کی احتیاج ہے بلکہ یہ ہدیہ پیش کرنے والوں کی طرف سے اظہار تعلق و محبت کا ایک ذریعہ ہے جس سے جانبین کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کا نفع خود ایصال ثواب کرنے والوں کو پہنچتا ہے اور آنحضرت ﷺ کے درجات قرب میں بھی اس سے اضافہ ہوتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے رد المحتار میں باب الشہید سے قبل اس مسئلہ پر مختصر سا کلام کیا ہے۔ اتمام فائدہ کیلئے اسے نقل کرتا ہوں۔

ذکر ابن حجر فی الفتاوی الفقهیة ان الحافظ ابن تیمیة زعم منع اهدا ثواب القراة للنبی

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ فقہیہ میں ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ کو تلاوت کے

صلی الله علیه وسلم' لان جنابه الرفیع لایتجرا علیه الابما اذن فیه' وهو الصلوٰة علیه وسوال الوسیلة له۔

ثواب کا ہدیہ کرنا ممنوع ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بارگاہ عالی میں صرف اسی کی جرأت کی جا سکتی ہے جس کا اذن ہو اور وہ ہے آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا اور آپ کیلئے دعائے وسیلہ کرنا۔

قال: وبالغ السبکی وغیره فی الرد علیه' بان مثل ذالك لایحتاج لاذن خاص' الاتری ان ابن عمر کان یعتمر عنه صلی الله علیه وسلم عمراً بعد موته من غیر وصیة' وحج ابن الموفق وهو طبقة الجنید عنه سبعین حجة و ختم ابن السراج عنه صلی الله علیه وسلم اکثر من عشرة آلاف ختمة' وضحی عنه مثل ذالك۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ابن تیمیہ پر خوب رد کیا ہے کہ ایسی چیز اذن خاص کی محتاج نہیں ہوتی۔ دیکھتے نہیں ہو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی طرف سے عمرے کیا کرتے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اس کی وصیت بھی نہیں فرمائی تھی۔ ابن الموفق نے، جو جنید کے ہم طبقہ ہیں، آپ کی طرف سے ستر حج کئے ابن السراج نے آنحضرت ﷺ کی طرف سے دس ہزار ختم کئے اور آپ ﷺ کی طرف سے اتنی ہی قربانیاں کیں۔

قلت رأیت نحو ذالك بخط مفتی الحنفیه الشهاب احمد بن الشلبی شیخ صاحب البحر نقلاً

میں کہتا ہوں کہ میں نے اسی قسم کی بات مفتی حنفیہ شیخ شہاب الدین احمد بن الشلبی جو صاحب بحر الرائق کے استاد

عن شرح الطيبة للنويري ومن جملة ما نقله ان ابن عقيل من الحنابلة قال يستحب اهداؤ هاله صلى الله عليه وسلم۔

ہیں' کی تحریر میں بھی دیکھی ہے جو موصوف نے علامہ نویری کی "شرح الطیبہ" سے نقل کی ہے۔ اس میں موصوف نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حنابلہ میں سے ابن عقیل کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ہدیہ ثواب مستحب ہے۔

قلت وقول علمائنا له ان يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فانه احق بذالك حيث انقذنا من الضلالة' ففي ذالك نوع شكر واسدا جميل له والكامل قابل لزيادة الكمال' وما استدل به بعض المانعين من انه تحصيل الحاصل لان جميع اعمال مته في ميزانه' يجاب عنه بانه لا مانع من ذالك' فان الله تعالىٰ اخبرنا بانه صلى الله عليه وسلم امرانا بالصلوٰة عليه' بان نقول اللهم صل على محمد' والله اعلم۔

(شامی ص ۲۴۳ ج ۲ طبع مصر)

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء کا یہ قول کہ "آدمی کو چاہیے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسروں کو بخش دے" اس میں آنحضرت ﷺ بھی داخل ہیں اور آپ ﷺ اس کا زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ ہی نے ہمیں گمراہی سے نجات دلائی' پس آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ثواب کا ہدیہ کرنے میں ایک طرح کا تشکر اور آپ کے احسانات کا اعتراف ہے اور (آپ ﷺ اگرچہ ہر اعتبار سے کامل ہیں) مگر کامل زیادت کمال کے قابل ہوتا ہے اور بعض مانعین نے جو استدلال کیا ہے کہ یہ تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ امت کے تمام عمل خود ہی آپ کے نامہ عمل میں درج ہوتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ یہ چیز ایصال ثواب کے مانع نہیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ کیلئے رحمت طلب کرنے کیلئے "اللھم صل علی محمد" کہا کریں۔ واللہ اعلم۔ (بشکریہ ماہنامہ "بینات" کراچی)

مولانا محمد زکریا دیوبندی

مکتب دیوبند کی نامور شخصیت تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد زکریا سہارنپوری ایصال ثواب کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ ان کا ذکر ذرا تفصیل سے پڑھیے جس میں ان کے ارشادات اور تحریر کردہ واقعات شامل ہیں۔

غیرت مندی کا تقاضا

مولانا لکھتے ہیں۔

اپنے ماں باپ' بہن بھائی' اور اولاد اور دوسرے رشتہ دار خصوصاً وہ لوگ جن کے مرنے کے بعد ان کا کوئی مال اپنے پاس پہنچا ہو یا ان کے خصوصی احسانات اپنے اوپر ہوں جیسے اساتذہ اور مشائخ ان کیلئے ایصال ثواب کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ بڑی بے غیرتی ہے کہ ان کے مال سے آدمی منتفع ہوتا رہے' ان کی زندگی کے احسانات سے فائدہ اٹھاتا رہے اور جب وہ اپنے عطایا اور اپنے ہدایا کے ضرورت مند ہوں تو ان کو فراموش کر دے۔ آدمی مر جاتا ہے تو اس کے اپنے اعمال ختم ہو جاتے ہیں بجز اس صورت کے کہ وہ کوئی صدقہ جاریہ چھوڑ گیا ہو۔ یا کوئی اور ایسا عمل کر گیا ہو جو صدقہ جاریہ کے حکم میں ہو۔ اس وقت وہ دوسروں کے ایصال ثواب اور ان کی دعا وغیرہ سے امداد کا محتاج اور منتظر رہتا ہے' ایک حدیث میں آیا ہے کہ مردہ اپنی قبر میں اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور ہر طرف سے کسی مددگار کا خواہش

مند ہو اور اس کا منتظر رہتا ہے کہ باپ بھائی وغیرہ کسی دوست کی طرف سے کوئی دعا
کی (کم از کم) اس کو پہنچ جائے اور جب اس کو کوئی مدد پہنچتی ہے تو وہ اس کیلئے ساری
دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ (فضائل صدقات ص ۹۲-۹۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ماں باپ' بہن بھائی' اولاد دوسرے رشتہ دار استاذ پیر اور
وہ لوگ جن کے مال سے آدمی فائدہ اٹھا رہا ہے ان کو ایصال ثواب نہ کرنا نظر انداز کر
دینا بے غیرتی ہے اور غیرت مندی کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں دعا میں یاد رکھے۔ مغفرت
بخشش کیلئے دعائیں مانگے اور ان کو ایصال ثواب سے فائدہ پہنچائے اس لئے کہ مردہ
اپنی قبر میں پانی میں ڈوبنے والے شخص کی طرح ہوتا ہے اور وہ اس چیز کا خواہشمند ہوتا
ہے کہ اسے کسی کی طرف سے مدد پہنچ جائے اور جب اسے کوئی مدد پہنچتی ہے تو وہ اس
کیلئے ساری دنیا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ مدد کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ اس کیلئے دعا
مغفرت کی جائے اور ایصال ثواب کیا جائے۔

مذہب حق

نیز لکھتے ہیں۔

صدقہ کا ثواب میت کو پہنچنے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے' یہی
مذہب حق ہے اور بعض لوگوں نے جو یہ لکھ دیا ہے کہ میت کو اس کے مرنے کے بعد
ثواب نہیں پہنچتا' یہ قطعاً باطل ہے اور کھلی ہوئی خطا ہے یہ قرآن پاک کے خلاف ہے
یہ حضور ﷺ کی احادیث کے خلاف ہے یہ اجماع امت کے خلاف ہے' اس لئے یہ
قول ہرگز قابل التفات نہیں۔ (فضائل صدقات ص ۹۲)

اس سے ثابت ہوا کہ ایصال ثواب نہ ماننے والے اہل حق میں سے نہیں ہیں
ان کا یہ کہنا کہ ایصال ثواب جائز نہیں یہ قرآن واحادیث کے خلاف ہے اور ان کا قول
باطل و مردود ہے اور اجماع امت کے بھی خلاف ہے اور مذہب حق یہ ہے کہ ایصال

ثواب کے بارے میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں' یعنی اگر کوئی ایصال ثواب کا
انکار کرتا ہے تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ قرآن واحادیث اور اجماع امت
کا منکر ہے۔

زندہ یا مردہ

مردہ کو تو ایصال ثواب کرنا جائز ہے آیا زندوں کو بھی ایصال ثواب کرنا جائز
ہے یا کہ نہیں۔ اس کے متعلق مولوی زکریا لکھتے ہیں۔

بذل المجہود میں بحر سے نقل کیا ہے کہ جو شخص روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا صدقہ
کرے اور اس کا ثواب دوسرے کو بخش دے خواہ وہ شخص جس کو بخشا ہے زندہ ہو یا مردہ
اس کا ثواب اس کو پہنچتا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ جس کو ثواب بخشا ہے وہ زندہ
ہو یا مردہ۔

ابوداؤد شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ کوئی شخص ایسا
ہے جو اس کا ذمہ لے کر مسجد عشار (بصرہ کے قریب ہے) میں جا کر دو رکعت یا چار
رکعت نماز پڑھ کر یہ کہے کہ یہ نماز (یعنی اس کا ثواب) ابوہریرہ کیلئے ہے۔ اس حدیث
کو نقل کرنے کے بعد تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اپنے عزیز مردوں کو ثواب پہنچانے کا بہت زیادہ اہتمام چاہیے' ان کے حقوق
کے علاوہ عنقریب مرنے کے بعد ان سے ملنا ہوگا۔ کیسی شرم آئے گی جب ان کے
حقوق ان کے احسانات اور ان کے مالوں میں جو آدمی اپنے کام میں خرچ کرتا رہتا
ہے۔ ان کو یاد نہ رکھے۔ (فضائل صدقات ص ۹۲)

قرآن پاک پڑھ کر بخشنے کی برکات

انسان قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے اس کا ثواب اور برکات تو اسے نصیب

ہوتی ہی ہیں۔ لیکن اگر قرآن کریم پڑھ کر اس کا ثواب اموات المسلمین کو بخشے تو اس کا فائدہ بھی مردوں کو حاصل ہوتا ہے اس کے دلائل قرآن وحدیث کی روشنی میں اور علماء ومحدثین اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں آپ سابقہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے ہیں لیکن اب علماء دیوبند کے سرخیل تبلیغی جماعت کے بانی کے جانشین مولوی زکریا کی زبانی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

مولوی زکریا لکھتے ہیں۔

ایک نیک عورت کا قصہ روض میں لکھا ہے جس کو بامیہ کہتے تھے بڑی کثرت سے عبادت کرنے والی تھی۔ جب اس کا انتقال ہونے لگا تو اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے وہ ذات جو میرا توشہ اور میرا ذخیرہ ہے اور اسی پر میری زندگی اور موت کا بھروسہ ہے مجھے مرتے وقت رسوانہ کیجیو اور قبر میں مجھے وحشت میں نہ رکھیو۔ جب وہ انتقال کر گئی تو اس کے لڑکے نے یہ اہتمام شروع کر دیا کہ ہر جمعہ کو وہ ماں کی قبر پر جاتا اور قرآن شریف پڑھ کر اس کو ثواب بخشتا اور اس کیلئے اور سب قبرستان والوں کیلئے دعا کرتا۔ ایک دن اس لڑکے نے اپنی ماں کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اماں تمہارا کیا حال ہے؟ ماں نے جواب دیا موت کی سختی بڑی سخت چیز ہے۔ میں اللہ کی رحمت سے قبر میں بڑی راحت سے ہوں۔ ریحان میرے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ ریشم کے تکیے لگے ہوئے ہیں' قیامت تک یہی برتاؤ میرے ساتھ رہے گا۔ بیٹے نے پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہو۔ اس نے کہا کہ تو ہر جمعہ کو میرے پاس آ کر قرآن پاک پڑھتا ہے اس کو نہ چھوڑنا۔ جب تو آتا ہے سارے قبرستان والے خوش ہو کر مجھے خوشخبری دینے آتے ہیں کہ تیرا بیٹا آ گیا مجھے بھی تیرے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے اور ان سب کو بھی بہت خوشی ہوتی ہے وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں اسی طرح ہر جمعہ کو اہتمام کے ساتھ جاتا تھا۔ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ بہت بڑا مجمع مردوں اور

عورتوں کا میرے پاس آیا تو میں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم فلاں قبرستان کے آدمی ہیں ہم تمہارا شکریہ ادا کرنے آئے ہیں تم جو ہر جمعہ کو ہمارے پاس آتے ہو اور ہمارے لئے دعائے مغفرت کرتے ہو۔ اس سے ہم کو بڑی خوشی ہوتی ہے اس کو جاری رکھنا۔ اس کے بعد سے میں نے اور بھی زیادہ اہتمام اس کا شروع کر دیا۔ (فضائل صدقات ص ۱۹۱)

صدقہ' دعا' درود اور قرآن کی برکات

مولوی زکریا لکھتے ہیں۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کی سب قبریں ایک دم شق ہو گئیں اور مردے ان میں سے باہر نکل کر زمین پر سے کوئی چیز جلدی جلدی چن رہے ہیں ایک شخص فارغ بیٹھا ہے وہ کچھ نہیں چنتا۔ میں نے اس کے پاس جا کر سلام کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا چن رہے ہیں اس شخص نے کہا جو لوگ کچھ صدقہ' دعا' درود وغیرہ کر کے اس قبرستان والوں کو بھیجتے ہیں' اس کی برکات سمیٹ رہے ہیں میں نے کہا تم کیوں نہیں چنتے اس نے کہا مجھے اس وجہ سے استغنا ہے کہ میرا ایک لڑکا ہے جو فلاں بازار میں زلابیہ (حلوے کی ایک قسم ہے جو منہ کو چپک جاتی ہے) بیچا کرتا ہے وہ روزانہ مجھے ایک قرآن پاک پڑھ کر بخشتا ہے۔ میں صبح کو اٹھ کر اس بازار میں گیا۔ میں نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ زلابیہ فروخت کر رہا ہے اور اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں میں نے پوچھا تم کیا پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر کے اپنے والد کو ہدیہ پیش کیا کرتا ہوں۔ اس قصہ کے عرصہ کے بعد میں نے پھر ایک مرتبہ اس قبرستان کے آدمیوں کو اسی طرح چنتے دیکھا اور اس مرتبہ اس شخص کو بھی چنتے دیکھا۔ جس سے پہلی مرتبہ بات ہوئی تھی۔ پھر میری آنکھ کھل گئی مجھے اس پر تعجب تھا۔ صبح اٹھ کر پھر میں اسی بازار میں گیا تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس لڑکے کا انتقال ہو گیا ہے۔ (فضائل صدقات ص ۹۶'۹۷)

غمی خوشی میں تبدیل ہوگئی

تبلیغی جماعت کے مولوی زکریا دیوبندی لکھتے ہیں:

حضرت صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی شب میں اخیر رات میں جامع مسجد جا رہا تھا کہ صبح کی نماز وہاں پڑھوں۔ صبح میں دیر تھی راستے میں ایک قبرستان تھا میں وہاں ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ سب قبریں شق ہوگئیں اور اس میں سے مردے نکل کر ہنسی خوشی باتیں کر رہے ہیں ان میں سے ایک نوجوان بھی قبر سے نکلا جس کے کپڑے میلے اور وہ مغموم سا ایک طرف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں آسمان سے بہت سے فرشتے اترے جن کے ہاتھوں میں خوان تھے جن پر نور کے رومال ڈھکے ہوئے تھے وہ ہر شخص کو خوان دیتے تھے اور جو خوان لے لیتا تھا وہ اپنی قبر میں چلا جاتا تھا جب سب لے چکے تو یہ جوان بھی خالی ہاتھ اپنی قبر میں جانے لگا میں نے اس سے پوچھا کیا بات ہے تم اس قدر غمگین کیوں ہو اور یہ خوان کیسے تھے؟ اس نے کہا یہ خوان ان ہدایا کے تھے جو زندہ لوگ اپنے اپنے مردوں کو بھیجتے ہیں۔ میرے کوئی اور تو ہے نہیں جو مجھے بھیجے۔ ایک والدہ ہے مگر وہ بھی دنیا میں پھنس رہی ہے۔ اس نے دوسری شادی کر لی ہے وہ اپنے خاوند میں مشغول رہتی ہے مجھے کبھی بھی یاد نہیں کرتی۔ میں نے اس سے اس کے لڑکے کو پوچھا اور یہ خواب اسے سنایا۔ اس عورت نے کہا بے شک وہ میرا لڑکا تھا۔ میرے جگر کا ٹکڑا تھا۔ میری گود اس کا بستر تھا۔ اس کے بعد اس عورت نے مجھے ایک ہزار درہم دیئے کہ میرے لڑکے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کیلئے اس کو صدقہ کر دینا اور میں آئندہ ہمیشہ اس کو دعا اور صدقہ سے یاد رکھوں گی۔ کبھی نہ بھولوں گی۔ حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں اس مجمع کو اسی طرح دیکھا اور اس نوجوان کو بھی بڑی اچھی پوشاک میں بہت خوش دیکھا وہ میری طرف دوڑا ہوا آیا اور

کہنے لگا کہ صالح حق تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ تمہارا ہدیہ میرے پاس پہنچ گیا۔ (فضائل صدقات ۹۸)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ

۱) ایصال ثواب مردہ اور زندہ دونوں کو کیا جا سکتا ہے۔

۲) اپنے عزیز مردوں کیلئے ایصال ثواب کا خوب اہتمام کیا جائے کیونکہ یہ ان کے حقوق میں شامل ہے۔ اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو مرنے کے بعد ان سے ملاقات ہوگی اور شرمساری سے دوچار ہونا پڑے گا۔

۳) ہر جمعہ کو والدین کی قبر پر حاضری دینی چاہیے اور قرآن پڑھ کر ان کو ثواب بخشا جائے اس سے والدین مرنے کے بعد بھی خوش رہتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ اس کے بیٹے ان کے ساتھ یہی سلوک کریں۔

۴) قبرستان جا کر تمام قبرستان والوں کیلئے دعا کی جائے کیونکہ وہ بھی اس سے خوش ہوتے ہیں اور آنے والے کی ماں کو خوشخبری سناتے ہیں کہ تمہارا بیٹا آگیا اور قبرستان جانے والے دعا مغفرت کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہیں اس لئے کہ ان کو دعا کے باعث فائدہ پہنچتا ہے جس کے عوض وہ شکریہ ادا کرتے ہیں۔

۵) جو لوگ صدقہ، دعا، درود اور قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب بخشتے ہیں قبرستان والے اس کی برکات سمیٹتے ہیں۔

۶) جن کے لواحقین اپنے مردوں کو پڑھ کر بخشتے ہیں یا صدقہ خیرات کرتے ہیں وہ ہنسی خوشی آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ اور فرشتے ان کیلئے نور کے رومال سے ڈھکے ہوئے خوان لے کر آتے ہیں۔

۷) جن مردوں کو کوئی ہدایا وغیرہ بھیجنے والا نہیں ہوتا وہ میلے کپڑوں میں ملبوس بہت غمگین ہوتے ہیں۔

۸) اور اگر کوئی ان مردوں کو ثواب بخشتا ہے جو قبروں میں پریشان حال اور مغموم ہوتے ہیں تو ان کی غمی خوشی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

مولوی ذکریا کے بیانات سے ایصال ثواب بحمد اللہ ہر طرح سے ثابت ہوا اور دیگر علماء دیوبند سے مروجہ ایصال ثواب کے ثبوت کے بعد اب دیوبندی مکتب فکر افراد کیلئے ایصال ثواب کو ناجائز کہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی

نفس ایصال ثواب کے سلسلے میں مولوی مودودی کی رائے بھی ہمارے موقف کی دلیل ہے مولانا نے چند روایتیں ذکر کرنے کے بعد لکھا:

"یہ کثیر روایات جو ایک دوسری کی تائید کر رہی ہیں اس امر کی تصریح کرتی ہیں کہ ایصال ثواب نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے ثواب کا ایصال ہو سکتا ہے اور اس میں کسی خاص نوعیت کے اعمال کی تخصیص نہیں ہے"۔

(تفہیم القرآن ج ۵ ص ۲۱۷)

اکابرین اہلحدیث کا نظریہ

مروجہ ایصال ثواب کو جس شدومد کے ساتھ اہلحدیث حضرات ناجائز اور حرام و شرک کہتے ہیں اور کوئی بھی نہیں کہتا۔ لیکن انصاف پسندی کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھا جائے تو کوئی وجہ شرک و حرام نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اکابرین اہلحدیث سے ایصال ثواب کا ثبوت پیش کردوں تاکہ انہیں بھی اپنے علماء کی آراء کو مدنظر رکھتے ہوئے غور و فکر کا موقع ملے اور ان کے بیانات و ارشادات کی روشنی میں فیصلہ کریں۔

شیخ ابن تیمیہ

ابن تیمیہ اہلحدیث حضرات کی صفحہ اول کی شخصیت ہے اور عقائد میں تو ان کی

باتوں کو حجت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ایصال ثواب کے متعلق لکھتے ہیں:

جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے کہ وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے۔ اس سلسلے میں اکیس وجوہات بیان کیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک انسان اگر دوسرے کو ثواب بخشنا چاہے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا۔ (فتح البیان ج ۹ ص ۱۴۲۔۱۴۳)

نیز لکھتے ہیں:

اگر دوسرا شخص تبرع اور احسان کر کے اپنی طرف سے اس کو اپنی عبادات کا ثواب پہنچا دے تو جائز ہے اور مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے صدقات اور دعاؤں سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جس طرح دنیا میں انسان کا حق صرف اپنے مال پر ہوتا ہے لیکن دوسرا شخص تبرع و احسان کر کے اس کو اپنے مال سے دے تو جائز ہے اسی طرح مرنے کے بعد انسان کا استحقاق صرف اپنی عبادات پر ہے لیکن دوسرے مسلمان جو اس کو تبرع اور احسان سے نیک اعمال کا ثواب کریں وہ ثواب اس کو پہنچتا ہے۔

(مجموعہ الفتاویٰ ج ۲۴ ص ۳۶۷)

ابن تیمیہ نے اپنے بعض رسائل میں ایصال ثواب کے ثبوت پر تیس دلائل قائم کئے ہیں۔

ابن قیم

ابن قیم ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں یہ بھی اہلحدیث حضرات کے نزدیک مسلم بزرگ ہیں ایصال ثواب کے متعلق لکھتے ہیں:

ایصال ثواب کے دلائل میں سے دعا استغفار اور نماز جنازہ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور ان تمام کاموں کا سلف صالحین نے کیا ہے اور نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ کیلئے اذان کے بعد فضیلۃ اور وسیلۃ (بلند درجہ) کی دعا کی جائے اور آپ پر صلوٰۃ

پڑھی جائے اور یہ قیامت تک مشروع ہے اور ہم نے اپنے مشائخ اور قرابت داروں کو دعا، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا اور ہم نے خواب میں دیکھا کہ انہوں نے اس پر ہمارا شکریہ ادا کیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان تک ہمارا نفع پہنچا ہے۔

(السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵)

نیز سورہ یٰسین قبر پر پڑھنے کے فوائد ذکر کئے اور کئی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یٰسین قبر پر پڑھی جائے اس سے قبروں والوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ (السراج الوہاج ج ۲)

شیخ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی عبارات سے ثابت ہوا کہ ایک شخص اپنے نیک اعمال کا ثواب دوسرے مسلمان بھائیوں کو بخش سکتا ہے اور ابن قیم کے مطابق جب مشائخ اور قرابت داروں کو دعا، تلاوت قرآن اور صدقات کا ثواب پہنچایا گیا تو خواب کے ذریعے یہ بات منکشف ہو گئی کہ قبر والوں کو اس کا نفع پہنچتا ہے اور وہ بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی

نواب صدیق حسن بھوپالی مسلک اہلحدیث کے بلند پایہ عالم ہیں جن کی اپنے مسلک اہلحدیث کیلئے بیشمار خدمات ہیں انہیں بابائے وہابیہ بھی کہا جاتا ہے اور اکابرین اہلحدیث کو ان کی ذات پر بڑا ناز ہے۔ نواب صدیق حسن ایصال ثواب کے متعلق کیا عقیدہ اور نظریہ رکھتا ہے؟ اس کے عقیدے کو جاننے کیلئے ان کو تفصیلی طور پہ آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے تا کہ ایصال ثواب کے متعلق ان کی آراء کو پڑھ کر کسی نتیجہ پہ پہنچا جائے اور مروجہ ایصال ثواب کی تصویری جھلک دیکھی جا سکے۔

بھوپالی صاحب لکھتے ہیں۔

زندہ انسان نماز، روزہ، تلاوت قرآن، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور وہ زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کیلئے یہ عمل

نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت جو تحت الثریٰ میں رہین ہے اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہے، پھر اپنے فوت شدہ بھائی کیلئے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا دس گنا اجر ملتا ہے سو جو شخص میت کیلئے ایک دن کے روزے یا قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کا دوسروں کیلئے ہدیہ پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لئے ذخیرہ کرے، یہی وجہ ہے کہ جس صحابی نے کہا تھا کہ میں اپنی دعا کا تمام وقت آپ پر صلوٰۃ پڑھنے میں صرف کروں گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لئے کافی ہے! یہ وہ صحابی ہیں جو بعد کے تمام لوگوں سے افضل ہیں پھر اس قول کا کیا جواز ہے کہ سلف صالحین نے فوت شدہ لوگوں کیلئے ایصال ثواب نہیں کیا۔ ایصال ثواب میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے اور ہمارے لئے ایصال ثواب کی دلیل موجود ہے۔

(السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵)

اس عبارت سے تو مطلقاً ایصال ثواب کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اب آیئے ذرا ختموں کی تفصیل بھی دیکھئے کہ بھوپالی کے ہاں کون سے ختم ہیں؟

ختم خواجگان، شرینی پر ختم، ختم قادری، غوث اعظم کی فاتحہ، میت کیلئے ختم، ختم مجدد وقت اور دن کا مقرر کرنا

ختم خواجگان

بھوپالی صاحب ختم خواجگان کے متعلق لکھتے ہیں۔

"ایک طریقہ ختم خواجگان کا یہ ہے کہ سوا درود کے ہر چیز کو مع تسمیہ پڑھے۔
فاتحہ سات بار، درود ایک سو بار، الم نشرح انہتر بار، اخلاص ایک ہزار بار، درود ایک ہزار بار، پھر فاتحہ سات بار، درود ایک سو ایک بار، اور کسی قدر شرینی پر فاتحہ حضرات مشائخ پڑھ کر تقسیم کرے۔ (واللہ اعلم) (الداؤ الدواء ص ۱۱۱)

ختم حضرت مجدد شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مشکلات کے حل اور جمیع مقاصد کے حصول کیلئے بھوپالی صاحب لکھتے ہیں۔
یہ ختم واسطے حصول جمیع مقاصد وحل مشکلات کے مجرب ہے۔ پہلے سو مرتبہ درود پڑھے پھر پانچ سو بار لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بلا کم وبیش۔ پھر سو بار درود اس ختم کو ہمیشہ پڑھتا رہے۔ یہاں تک کہ مطلب حاصل اور مشکل حل نہ ہو۔ مرزا نے قاضی ثناء اللہ کو لکھا تھا کہ ختم خواجگان وختم مجدد رضی اللہ عنہ ہر دن بعد حلقہ صبح لازم کر لو۔
(الداؤ الدواء ص ۱۱۲)

ختم قادریہ

ختم قادریہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔
اس کے مشائخ نے واسطے برآمد مہم کے مجرب سمجھا ہے۔ عروج ماہ میں پنج شنبہ (جمعرات) سے شروع کرکے تین دن تک پڑھے۔ بسم اللہ مع فاتحہ وکلمہ تمجید ودرود وسورہ اخلاص ہر ایک کو ایک سو گیارہ بار پھر شرینی پر فاتحہ پڑھ کر اور ثواب اس کا روح پر فتوح آنحضرت ومشائخ طریقت کو دے کر تقسیم کرے۔ (الداؤ الدواء ص ۱۱۲)
نیز لکھتے ہیں۔
پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں سورہ اخلاص گیارہ بار پھر بعد سلام کے یہ درود ایک سو گیارہ بار پڑھے۔ اللھم صل علی محمد معدن الجود والکرم

وعلیٰ آل محمد وبارك وسلم۔
پھر شرینی پر فاتحہ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پڑھ کر تقسیم کرے۔ (الداؤ الدواء ص ۱۱۲)

ختم برائے میت

میت کی روح کو ثواب بخشنے کے سلسلے میں نواب صاحب لکھتے ہیں۔
جس کے پاس ختم قرآن یا تہلیل ہو اس سے کہے کہ دس بار قل ھو اللہ احد مع بسم اللہ پڑھے پھر دس بار درود شریف پڑھے۔ پھر دس بار سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر دس بار اللھم اغفرہ وارحمہ۔ پھر ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ پڑھ کر آواز بلند سے کہے کہ ثواب ان کلمات طیبات کا جو اس حلقہ میں پڑھے گئے اور ختم قرآن وختم تہلیل کا فلاں کی روح کو پیش کیا۔ لوگ حلقے کے یوں کہیں اے اللہ قبول فرما۔ (الداؤ الدواء ص ۱۱۲)
اس کے علاوہ ختم برائے حاجت ختم حزب الاعظم ختم بخاری شریف ختم یا سلام کا بھی ذکر کیا ہے۔ (الداؤ الدواء)
نواب صدیق حسن بھوپالی کے ان تمام ختموں سے ثابت ہوا کہ بزرگوں کی نیاز وفاتحہ دلانا جائز ہے۔ بلکہ اس سے مشکلات بھی حل ہوتی ہیں اور مقاصد کے حصول میں بھی کامیابی ہوتی ہے شرینی پر فاتحہ پڑھنی چاہیے اور اس شرینی کو تقسیم کر دینا چاہیے میت کیلئے قرآن خوانی، تسبیح وتہلیل، درود، کلمہ طیبہ اور صدقہ خیرات کا اہتمام کرنا چاہیے۔ نیز دعا خیر بھی کرنی چاہیے۔ غرضیکہ زندہ انسان کی کوئی نیکی بھی ہو اس کا ثواب فوت شدہ کو بخشا جا سکتا ہے اور ایسا کرنا چاہیے کیونکہ یہ مستحب عمل ہے۔
اور اپنے عمل کی بجائے ذخیرہ کرنے سے بہتر ہے کہ فوت شدہ مسلمانوں کو اس کا ثواب بخش دیا جائے اور ہاتھ اٹھا کر بخشش کی دعا کی جائے۔
اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مقررہ اوقات میں فاتحہ دلانا یعنی دن مقرر کرنا،

وقت کا مقرر کرنا اور جو چیزیں پڑھی جا رہی ہیں ان کا مقرر کرنا بھوپالی کے نزدیک سب جائز ہیں۔

تنبیہ

پیشوائے اہلحدیث نواب بھوپالی تنبیہ کے طور پر لکھتے ہیں۔

میں نے اس رسالہ میں ان اعمال کو تحریر کیا ہے، جن اعمال کی بنیاد آیات کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ پر ہے اور وہ اعمال جو مشائخ طریقت سے منقول ہیں۔ ان اعمال کے بجالانے میں وجود اثر کا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ عامل متقی اور معمول بہ معتقد ہو جن اشخاص اہل علم و مشائخ طریقت سے یہ اعمال ماثورہ ہیں وہ سب اہل تقویٰ اور صاحب نسبت تھے۔ (الداؤ الدواء ص ۱۲۶)

نواب بھوپالی کی اس تنبیہ سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ تمام قسم کے ختم شریف قرآن کریم اور حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ان کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری

مسلک اہلحدیث کے نامور مولوی ثناء اللہ امرتسری ایصال ثواب کے متعلق لکھتے ہیں۔

تلاوت قرآن کا ثواب بھی میت کو ملتا ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۲۶)

سورہ یٰسین پڑھنے کا ثواب

مولوی امرتسری لکھتے ہیں۔

ابوداؤد میں معقل بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے مردوں پر یٰسین پڑھو اور یہ حکم میت کو بھی شامل ہے۔ فی الحقیقت میت ہی کیلئے ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۳۶)

اجتماعی قرآن خوانی

مولوی ثناء اللہ سے پوچھا گیا کہ میت کو ثواب رسانی کی غرض سے بہ ہیئت اجتماعی قرآن خوانی کرنا درست ہے یا کہ نہیں؟

مولوی ثناء اللہ نے جواب دیا:

بہ نیت نیک جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۵۱)

سوچنے کی بات ہے کیا کوئی بدنیت سے بھی کسی کیلئے قرآن خوانی کرتا ہے؟ چلیں شکر ہے مان تو لیا۔

گیارھویں، بارھویں اور دن مقرر کرنا

کسی نے گیارھویں اور بارھویں میں برائے ایصال ثواب کھانا کھلانے کے بارے میں سوال کیا اور مطالبہ کیا کہ اس کے عدم ثبوت پہ دلائل دیں۔ مولوی ثناء اللہ جواب میں لکھتا ہے۔

گیارھویں، بارھویں کا کھانا بغرض ایصال ثواب کیا جائے یعنی نیت یہ ہو کہ ان بزرگوں کی روح کو ثواب پہنچے تو کوئی اختلاف نہیں جائز ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۲ ص ۱۷)

نیز لکھتے ہیں۔

گیارھویں بظاہر ایک بزرگ اسلام کی یادگار کا ایک جلسہ ہے، دنیاوی صورت میں بطور یادگار سالانہ جلسہ کیا جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ (حیات طیبہ ص ۱۱۲)

دن مقرر کرنے اور لوگوں کو پابند بنانے اور دعوت دینے کے متعلق مولوی ثناء اللہ نے فتویٰ دیا۔ لکھتے ہیں۔

یہ تمام امور بہ نیت خیر کرنے جائز ہیں۔ بزم غوثیہ، بزم چشتیہ وغیرہ بنا کر بزرگان

دین کے عرس شریف' میلادالنبی ﷺ اور گیارہویں شریف کے جلسے دن اور وقت مقرر کر کے کئے جاتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنہ میں دن مقرر کرنے کے متعلق لکھتے ہیں۔ یعنی دن مقرر کرنا علماء متاخرین کے نزدیک مستحسن ہے۔ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۱۲ اگست ۱۹۲۷ء ص ۱۳)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ قرآن خوانی اجتماعی و انفرادی طور پہ کی جائے اور اس کا ثواب بخشا جائے تو یہ جائز ہے۔

اسی طرح گیارھویں شریف اور بارھویں' بزرگان دین کے عرس' میلادالنبی ﷺ کے جلسے' دن اور وقت کا مقرر کرنا اور اس میں کھانا بغرض ایصال ثواب پکانا اور کھلانا سب مستحسن امر ہے۔

پیشوائے اہلحدیث

پیشوائے اہلحدیث دیوبند مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات کو ایک مرتبہ پھر ذرا توجہ سے پڑھیں اور فیصلہ کریں۔

مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

پس ہر وہ عبادت جو مسلمان ادا کرے اور اس کا ثواب کسی گذرے ہوئے کی روح کو پہنچائے اور اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے تو یہ بہت ہی بہتر اور خوب ہے اور رسوم میں فاتحہ پڑھنے' عرس کرنے' مردوں کی نذر و نیاز کرنے کی رسوں کی خوبی میں شک وشبہ نہیں ہے۔ (صراط مستقیم ص ۵۵)

نیز مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا خوب نہیں ہے کیونکہ یہ بات بہتر اور خوب ہے۔ (صراط مستقیم ص ۶۴)

ان تمام حوالہ جات کے بعد اب بھی اگر کوئی ایصال ثواب کا انکار کرے یا

ایصال ثواب کا اقرار کرلے اور اس کے ایسے عمل سے جو شرعاً جائز ہے اس میں کوئی قباحت بھی نہ ہو جیسے دن مقرر کرنا یا نام کی تعیین کر دینا اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی اور ضد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور اصلی حقیقت آپ کے سامنے ہے۔

خلاصہ

تفصیلی دلائل اور طریقوں کا ذکر کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ ایسا مسئلہ جو اختلافی تھا ہی نہیں' جس کا ثبوت قرآن وحدیث' عمل صحابہ' فقہاء کرام و اولیاء عظام سے ملتا ہے اور اس مسئلہ پہ اجماع امت رہا ہے خواہ مخواہ میں اختلافی رنگ دے دیا گیا اور عمل مستحب کو ناجائز وحرام کہا گیا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اختلاف ختم ہو اور اجماعی مسئلہ کا انکار نہ کیا جائے اسی بناء پہ مخالفین کے اکابرین کے دلائل بھی پیش کیے گئے۔

قابل توجہ باتیں

ایصال ثواب کے سلسلے میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

۱) ایصال ثواب جائز اور مستحسن امر ہے اسے باصرار کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲) ایصال ثواب قرآن کی تلاوت' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' صدقہ' خیرات' درود' کلمہ اور دعا سے کیا جاسکتا ہے اور انسان جو بھی عمل نیک کرتا ہے اس کا ثواب اموات المسلمین کو پہنچایا جاسکتا ہے۔

۳) ایصال ثواب کرنے میں اپنا بھی فائدہ ہے اور جس کو ثواب بخشا جارہا ہے اس کا بھی فائدہ ہے۔

۴) ثواب بخشنے سے بخشنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی بلکہ ثواب بخشنے سے جتنے افراد کو بخشا ہے ان تمام کے برابر ثواب بھی ملے گا۔

۵) ثواب بخشنے سے مردے راحت محسوس کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور

ثواب کی برکات سمیٹتے ہیں۔

عام طور پر ایصال ثواب کی یہ صورتیں ہیں۔

ا) کھانا پکا کر ایصال ثواب کی غرض سے غربا میں تقسیم کر دیا۔

ب) تلاوت قرآن' کلمہ' درود یا کوئی اور وظیفہ یا ورد کیا اس کا ثواب بخش دیا۔

ج) کھانا پکایا' سامنے رکھا اور ساتھ پانی وغیرہ بھی رکھ لیا۔ کچھ تلاوت کی اور دعا مانگ لی۔ دعا میں پڑھے ہوئے اور طعام کا ثواب بخش کر والدین' بہن بھائی' اولاد' رشتہ دار' قرابت دار' استاذ' پیر و مرشد اور دیگر تمام اموات المسلمین کی مغفرت و بخشش کی دعا کی جاتی ہے یہ فاتحہ کی صورت اجتماعی بھی ہوتی ہے اور انفرادی بھی سب طرح درست ہے۔

٦) رسوم میں تیجہ یعنی سوئم' ساتواں' دسواں' چہلم اور سالانہ سب جائز ہیں اس لئے کہ ان رسوم میں برے کام تو ہوتے نہیں۔ میت کیلئے اجتماعی ایصال ثواب کی ایک صورت ہے اور ایصال ثواب تمام مسالک کے نزدیک جائز ہے لہٰذا دن مقرر کرنا اور وقت کا تعین جائز ہیں کیونکہ ان میں ایصال ثواب ہی ہوتا ہے۔

٧) گیارھویں' بارھویں' عرس اور دیگر بزرگان دین کے ایام کے موقع پہ ایصال ثواب کرنا سب درست ہیں۔

٨) ایصال ثواب کسی دن بھی کیا جا سکتا ہے یہ خیال کرنا کہ مقررہ اوقات میں ہی ثواب پہنچتا ہے ٹھیک نہیں ہے اپنی سہولت اور مصلحت کے پیش نظر دن مقرر کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس کو ناجائز کہنا ہی ناجائز ہے۔

٩) قبرستان جا کر بھی فاتحہ کی جا سکتی ہے اور گھر میں بھی' والدین کی قبور پہ ہر جمعہ کو جانا افضل اور بہتر ہے۔ ایصال ثواب کہیں بھی کیا جائے بہتر عمل ہے۔

١٠) بزرگوں کے اعراس کے موقع پہ اس بات کا خصوصی خیال رکھا جائے کہ وہاں

وعظ و نصیحت' نعت خوانی' قرآن خوانی اور لنگر تقسیم کیا جائے فاتحہ پڑھی جائے اور اگر کہیں منکرات' افعال غیر شرع دیکھیں مثلاً وہاں مجرے' ڈرامے' فلمیں اور دیگر خرافات ہوں تو اسے دور کیا جائے۔ علماء حق اہلسنت و جماعت نے ہمیشہ ان کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ صرف انہی اعمال کو کیا جائے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل صراط مستقیم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بجاہ سید المرسلین یارب العالمین صلی اللہ علی النبی الامی والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

منکرین ایصال ثواب کی دلیل اور اس کے جوابات

میں نے ایصال ثواب کی برکات اور جواز کیلئے تمام مکاتب فکر کی کتب کا مطالعہ کیا جن میں بطور خاص اہلسنت و جماعت بریلوی' دیوبندی' اہلحدیث اور مودودی شامل ہیں اور اس کے علاوہ فقہاء اسلام میں سے حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی دیگر فقہاء کرام اور اولیاء کرام میں سے کوئی بھی ایصال ثواب کا منکر نہیں ہے۔ البتہ بعض کے ہاں طریقہ ایصال ثواب کے مسئلہ پہ بھی متفق و متحد نظر آتے ہیں۔

غلط فہمی

ایصال ثواب کے مسئلہ کی تحقیق کے بعد میں اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ منکرین یا تو ہٹ دھری اور ضد کی وجہ سے انکار کرتے ہیں یا مسئلہ کو صحیح سمجھ نہیں سکے۔ ایک طرف مختلف مسالک کے علماء کرام کی تحقیقات اور دوسری طرف چند بیباک لوگ چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن دلیلوں کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کے جھٹلانے کا سبب قرآن کریم کی ایک آیت کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے۔

وہ سورۃ النجم کی آیت ۳۹ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔

اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

کتاب و سنت' صحابہ کرام' تابعین' ائمہ کرام' محدثین و مفسرین اور اجماع علماء

سے واضح ہے کہ میت کی طرف سے عبادات کو ادا کرنا اور ایصال ثواب کرنا جائز ہے اور یہ آیت اس کے خلاف نہیں ہے۔

آیت کا صحیح مفہوم

منکرین ایصال ثواب کو اس آیت سے شبہ لاحق ہوا کہ "جو انسان کوشش کرتا ہے وہی کچھ اس کو ملتا ہے" لہٰذا انہوں نے صرف ظاہر معنی کو دیکھ کر یہ فیصلہ دے دیا کہ اب کسی دوسرے انسان کو نہ فائدہ پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی پہنچتا ہے۔ حالانکہ ہم روزمرہ زندگی میں دیکھتے ہیں کام والد کر رہے ہیں اور بغیر کوشش کے اس کی بیوی اور اس کے بچوں کو فائدہ پہنچ رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ گھر میں آرام کر رہے ہوتے ہیں اور صاحب محنت مزدوری کر کے شام کو آتے ہوئے فروٹ لا رہے ہوتے ہیں اور جنہوں نے ذرا سی بھی کوشش نہیں کی ہوتی شام کو پھل اور دیگر لائی ہوئی اشیاء بغیر ان کی کوشش کے استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔

منکرین کی رائے کے مطابق چاہیے تو یہ کہ بھوکے مریں اور جب تک خود نہ کما سکیں اس وقت تک بھوک ہڑتال کر دیں اور کچھ نہ کھائیں اور اگر زندگی میں والدین' بھائیوں' دوستوں اور رشتہ داروں سے ان کی کوشش کا صلہ انسان کو مل سکتا ہے تو مرنے کے بعد کیوں نہیں مل سکتا؟

اگر وہ کہیں کہ جی زندوں کا زندوں کو نفع پہنچانا جائز ہے مردوں کو نہیں پہنچا سکتے۔ تو پھر ہماری گذارش ہے کہ صرف منطقی انداز میں جو کہ حقیقت میں غیر منطقی ہے گفتگو کرنے سے بغیر کسی دلیل شرعی کے کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اس آیت میں زندوں اور مردوں کی کوئی تخصیص تو نہیں ہے۔

علماء اہلسنت' دیوبند' اہلحدیث اور مودودی کا نظریہ

چونکہ عموی طور پہ اس آیت کریمہ کی روشنی میں لوگوں کو ایصال ثواب سے منع کیا جاتا ہے۔ میں تمام مشہور مسالک کے علماء کرام کی تحقیقات تفصیل کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کررہا ہوں۔ جن میں علماء اہلسنت میں سے غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ 'مفسر قرآن جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ' علماء دیوبند سے مولوی شفیع دیوبندی' علماء اہلحدیث سے مولوی نواب صدیق حسن بھوپالی اور جماعت اسلامی کے مولوی مودودی شامل ہیں۔

غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں سب سے پہلے غزالی زماں محدث کبیر حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ ایک مضمون قارئین کرام کی نذر کروں گا۔
اس مضمون میں حضور قبلہ نے اس آیت کے معنی ومطلب اور اس پر شبہات کا جواب مدلل طور پر ایک اچھوتے انداز میں دیا ہے۔ میں یہ مضمون "فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری پارہ یازدہم کتاب الوصایا" سے نقل کررہا ہوں۔

"قائد" رجب المرجب ۱۳۶۹ھ کے باب الاستفسار میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مجیب محترم نے زیر ترجمہ وتفسیر آیہ کریمہ لیس للانسان الا ماسعی تحریر فرمایا ہے کہ آیۂ مبارکہ باعتبار اپنے مرادی معنی کے دار آخرت سے متعلق ہے اور مطلب یہ کہ آخرت میں انسان کو انہی نیکیوں کا ثواب ملے گا جو اس نے بذات خود کی ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ نیکیاں کسی نے کی ہوں اور بدلہ دوسرے کو مل جائے۔ ہاں یہ علیحدہ امر ہے کہ کوئی شخص اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کردے اور اس کے ہبہ کرنے کی وجہ سے دوسرے کو اس کی نیکیوں کا ثواب پہنچ جائے یعنی نیکی کرنے والے کی اجازت

کے بغیر کسی کو اس کی نیکی کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

آیۂ شریفہ کے متعلق باقی تصریحات جیسا کہ ظاہر ہے بالکل موجب اطمینان ہیں لیکن اس وقت جس چیز سے اشکال کی صورت پیدا ہو کر مجبوراً چند معروضات خدمت والا میں پیش کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے وہ ایک مسلمان کا اپنی نیکیوں کا ثواب کسی دوسرے کو ہبہ کردینے سے متعلق ہے یعنی ایک مسلمان اپنی حیات مستعار میں کوئی نیک کام تو خود کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ میں نے جو نیک کام کیا ہے اس کا ثواب جو مجھ کو ملنا چاہیے وہ فلاں شخص کو ملے یا کوئی مسلمان کوئی نیک کام کرے اس نیت سے اور اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر کہ میں یہ کام فلاں مسلمان کی طرف سے کررہا ہوں اس لئے اس کا ثواب اسی کو ملے۔

ان دونوں طریقوں سے ایصال ثواب کے متعلق جو چند شبہات وترددات قلب پروار ہوئے ہیں۔ چند لفظوں میں عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ اگر یہ خیالات غلط فہمی پر مبنی ہوں تو اصلاح ہوجائے۔

سوال یہ ہے کہ عبادات نماز' روزہ' تلاوت' حج' زکوۃ' صدقات' قربانی وغیرہ اعمال صالحہ سے غرض نفس کو پاک کرنا ہے یا نہیں؟ کیونکہ آخرت کی کامیابی نفس کی پاکیزگی پر موقوف ہے۔ (قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی) اور امر الٰہیہ کی بجاآوری اور نواہی سے بچنا سن بلوغ سے مرتے دم تک ہر مسلمان کیلئے حتی الوسع لازمی چیز ہے۔

اب جو مسلمان اپنی مدت عمر میں اپنے صحیح عقائد کے ساتھ اگر نیک عمل کرتا رہا اور دنیا سے باایمان اٹھا (اَلْاِعْتِبَارُ بِالْخَوَاتِیْمِ) تو یا تو وہ مقربوں سے ہے یعنی اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ میں ہے اور رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ والی جماعت میں شامل ہے یا اصحاب الیمین میں ہے یعنی وَآخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّآخَرَ

سَیِّئًا تو ان کیلئے بھی وعدہ الٰہی ہے کہ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْہِمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اہل جنت اور نیکو کار لوگوں کی یہی تقسیم ہے۔ اسی کے ساتھ قرآن حکیم کی تعلیم یہ بھی ہے کہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم ۳۹) اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ (حم سجدہ ۴۶) اور کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ (والطور ۲۱) ان تینوں آیتوں سے تین باتیں صاف ثابت ہو رہی ہیں (۱) انسان کا حق اپنی ہی کوشش اور عمل پر ہے دوسرے کی کوشش اور عمل پر نہیں (۲) جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کا نفع اسی کرنے والے کو حاصل ہوتا ہے' کسی دوسرے کو نہیں (۳) ہر شخص اپنے کسب و عمل میں رہن ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری نماز ہمیں کو برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے ہمارے روزے ہم ہی میں تقویٰ پیدا کر سکتے ہیں اور ہماری تلاوت قرآن کریم ہمارے ہی دل کو اللہ کی طرف لگا کر ہمارے ہی ایمان میں زیادتی پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرح دیگر نیک عمل جو ہم کرتے ہیں اس سے ہمارا ہی تزکیہ نفس ہوتا ہے جو ہم ہی کو رضا و رحمت الٰہی کے قریب لے جا کر مستحق فلاح و نجات ٹھہراتا ہے۔

غرض کہ نفس کا پاک ہونا عین عبادت کے صحیح ہونے پر موقوف ہے اور عبادت کا صحیح ہونا نفس کے پاک ہونے کے بغیر معتبر نہیں' کہا جاتا ہے کہ کتنے لوگوں کی نمازیں اور روزے قیامت میں ان کے منہ پر پھینک دیئے جائیں گے یعنی قبول نہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کے اثر سے نفس کو پاکیزگی حاصل نہیں ہوئی تھی جو اصل مقصود تھا اور ان کے سب عمل دکھاوے کے تھے۔ (العیاذ باللہ)

اب اگر ہم یہ چاہیں کہ برائی یا بے حیائی سے رک کر جو پاکیزگی ہم میں پیدا ہوئی ہے یا جو تقویٰ ہم میں آ گیا۔ ہے۔ خدا کا خوف یا ایمان کی زیادتی جو ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ ان چیزوں کو کسی دوسرے کی طرف کس طرح پہنچا دیں تو یہ دعائے محال

ہے اور ناممکن بات کی دعا بالکل منع ہے خصوصاً جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ انسان کا حق اپنی ہی کوشش و عمل پر ہے اور جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کا نفع اسی کو حاصل ہوتا ہے دوسرے کو نہیں اور یہ کہ ہر شخص اپنی کمائی میں گرو ہے اللہ تعالیٰ ہی اپنے بیان کردہ قرآنی اصول کے مطابق اس گرو کو توڑ سکتا ہے کوئی شخص بطور خود کسی ایسے طریقے سے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتایا اس کو نہیں توڑ سکتا۔ قرآن پاک میں جس عام مرے ہوئے مسلمانوں کیلئے دعائے مغفرت کی تعلیم فرمائی گئی ہے کیا اسی طرح اپنی نیکیوں کا ثواب ہبہ کر دینے کی تعلیم موجود ہے۔ عام مسلمان نہیں تو کم از کم عزیز رشتہ داروں اور والدین کیلئے ثواب پہنچانے کا حکم ہے؟ دعائے رحمت و مغفرت جو بارگاہ الٰہی میں ایک سفارش ہے اس میں اجر و ثواب منتقل یا ہبہ کرنے میں کوئی فرق ہے؟

براہ کرم اس مسئلہ میں ہماری راہنمائی فرمایئے اگر استدلال قرآن حکیم کی روشنی میں ہو تو اصولی طور پر زیادہ اطمینان کا باعث ہوگا۔ بینوا و توجروا رحمکم اللہ تعالیٰ "قائد" چند ماہ سے باقاعدہ نظر مطالعہ سے گزر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اس کی پرخلوص خدمات ملک و ملت کیلئے مفید ثابت ہوں اور "قائد" اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہو۔

عریضہ زیر نظر ایک استفتاء ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ "قائد" کی تازہ اشاعت میں اسے باب الاستفسار میں جگہ دے کر جواب سے سرفراز فرمائیں۔ فجزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزا۔

مخلص محبوب احمد

آپ کے سوال کا منشا اور مبنی یہ ہے کہ ہر عبادت' تقویٰ' طہارت اور نیکیوں کا ثواب اور ان کے نتائج و اثرات اسی شخص کیلئے مخصوص ہیں جو ان کا عامل اور کرنے والا ہے۔ غیر عامل کیلئے بغیر کچھ کئے کسی نیکی کا ثواب یا اس کے فوائد کا حصول کسی طرح ممکن نہیں اس دعوے کے ثبوت میں آپ نے تین آیتیں لکھی ہیں وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ اور کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ

آپ نے لکھا ہے ان تینوں آیتوں سے تین باتیں صاف ثابت ہو رہی ہیں۔ (۱) انسان کا حق اپنی ہی کوشش اور عمل پر ہے دوسرے کی کوشش اور عمل پر نہیں ہے (۲) جو شخص بھی نیک عمل کرتا ہے اس کا نفع اسی کرنے والے کو حاصل ہو سکتا ہے کسی دوسرے کو نہیں (۳) ہر شخص اپنے کسب و عمل میں رہین ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کی نیکی اور کوشش دوسرے کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی (اس لئے ایصال ثواب بھی ممکن نہیں) میں عرض کروں گا کہ ان آیات سے جو نتیجہ اخذ کیا گیا ہے وہ قرآن مجید کی دوسری بکثرت آیات بینات اور بیشمار احادیث صحیحہ کے خلاف ہے ملاحظہ فرمائیے۔

آیت نمبر ۱: مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ (پ ۳ سورہ بقرہ ع ۳۴)

وہ کون ہے جو بارگاہ ایزدی میں اس کے اذن کے بغیر شفاعت کرے۔ معلوم ہوا کہ اس کے اذن والے شفاعت کریں گے اور وہ انبیاء علیہم السلام، ملائکہ کرام اور مومنین عظام ہیں۔ ظاہر ہے کہ شفاعت بھی ایک عمل ہے اور شفاعت کے ذریعے ان لوگوں کو فائدہ بھی ضرور پہنچے گا۔ جن کے حق میں شفاعت ہوگی ورنہ شفاعت لغو اور بے سود قرار پائے گی۔ نعوذ باللہ۔ اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ عالم آخرت میں ایک کے عمل سے دوسرے کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔

آیت نمبر ۲: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَاللّٰہِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَۃٌ لَّھُمْ سَیُدْخِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۲)

کچھ گاؤں والے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی نزدیکیوں اور رسول اللہ ﷺ سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں خبردار ہو جاؤ وہ ان کیلئے باعث قرب ہے اور اللہ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل

کرے گا بیشک اللہ بخشنے والا بے حد مہربان ہے "اعراب" جو کچھ خرچ کرتے تھے اسے اللہ تعالیٰ کی نزدیکیوں اور رسول اللہ ﷺ سے دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل کو مقام مدح میں بیان فرما کر اس کے جواز پر نص فرمائی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ دعائیں بھی عمل ہیں اور اگر وہ دعائیں ان کے حق میں مفید نہ ہوتیں تو ان کو حاصل کرنے کیلئے ذریعہ تلاش کرنا عبث تھا اور فعل لغو و عبث مدح کے قابل نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کی مدح و ستائش فرما رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ لغو و عبث نہیں بلکہ مفید ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

آیت نمبر ۳: وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ۔ (پ ۱۱ سورہ توبہ ع ۱۳)

پیارے حبیب ﷺ ان کیلئے دعائے خیر فرمائیے بیشک آپ کی دعا ان کیلئے سکون ہے۔ اگر ایک کا عمل دوسرے کیلئے مفید نہ ہو سکے تو حضور اکرم ﷺ کی دعائے مبارک آپ کے غلاموں کے حق میں مطلقاً سکون و اطمینان کا موجب کیونکر ہو سکتی ہیں۔

آیت نمبر ۴: رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (پ ۱۳ سورہ ابراہیم ع ۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل فرمائی۔ ابراہیم علیہ السلام بارگاہ صمدی میں عرض کرتے ہیں اے اللہ میری اور میرے والدین اور ایمان والوں کی مغفرت فرما جس دن حساب قائم ہو۔

دعا عمل ہے اور ظاہر ہے کہ مومنین کے حق میں دعائے مغفرت خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کی ضرور مقبول ہے اور اس دعا کے لازمی مقبول ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ مومنین کی مغفرت ہو اور اس دعا سے انہیں فائدہ پہنچے۔ ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

آیت نمبر۵: وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔

(پ۱۶ سورہ کہف ع۱۰)

اور دیوار کے نیچے ان (دونوں یتیم بچوں) کا خزانہ تھا اور ان کا باپ مرد صالح تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام کا دو یتیم بچوں کے خزانہ کی حفاظت کیلئے دیوار کو سیدھا کرنا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے تھا ورنہ جملہ وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا بالکل بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ (العیاذ باللہ) معلوم ہوا کہ ایک کے اعمال صالحہ دوسرے کے حق میں مفید ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔

آیت نمبر۶: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا۔ (پ۲۴ سورہ مومن ع۱)

وہ (فرشتے) جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے آس پاس ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں اور اس پر ایمان لائے اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔

فرشتے معصوم ہیں وہ جو کچھ کرتے ہیں امر الٰہی سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے۔ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ یعنی فرشتے وہ کام کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ امر الٰہی سے وہ مومنین کیلئے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ دعا فرشتوں کا عمل اور ایمان والوں میں یقیناً مفید ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک کا عمل دوسرے کیلئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

آیت نمبر۷: وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ۔ (پ۲۸ سورہ حشر ع۱)

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے کہتے ہیں۔ اے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے بعد آنے والے مومنین میں دعا نقل فرمائی ہے۔ جن میں قیامت تک پیدا ہونے والے مومن داخل ہیں۔ ان سب کی دعائیں اپنے سے پہلے مسلمانوں کے حق میں وارد ہیں اور وہ ان کیلئے یقیناً مفید ہیں۔ یہ بات بارہا بتائی جا چکی ہے کہ دعا بھی عمل ہے اور اس آیت مبارکہ سے بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ ایک کا عمل دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

بخوف طوالت صرف سات آیتوں پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ قرآن کریم میں اور آیتیں بھی اس مضمون پر بکثرت موجود ہیں۔ عمل خیر سے فائدہ پہنچنے کے ثبوت میں چند احادیث بھی تحریر کرتا ہوں تا کہ مسئلہ اچھی طرح واضح ہو جائے۔

حدیث نمبر۱: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّيَ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ حضور میری والدہ کا انتقال اچانک ہو گیا۔ میرا گمان ہے کہ اگر وہ بولتی تو صدقہ کرتی۔ تو کیا اس کیلئے اجر ہے۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کر دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم کی متفق علیہ ہے۔ مطلب واضح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مضمون حدیث اثبات مدعا میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔

حدیث نمبر۲: عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيْهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلْتُ ثُمَّ اَخَذَهَا

وَاَخَذَ الْكَبْشَ فَاَضْجَعَهٗ ثُمَّ ذَبَحَهٗ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحّٰى بِهٖ۔ (رواہ مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر سے تیز کرو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے چھری لی اور مینڈھے کو پکڑ کے لٹایا پھر اسے ذبح فرمایا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ اللہ کے نام سے ذبح کرتا ہوں اے اللہ محمد (ﷺ) اور آل محمد (ﷺ) کی طرف سے قبول کر۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اگر ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزاء میں ...... مقید ہے اور کسی کو کسی کے نیک عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی قربانی کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ اے اللہ قبول کر محمد (ﷺ) اور آل محمد و امت محمد (ﷺ) کی طرف سے

حدیث ۳: وَفِىْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَاَبِىْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِىْ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّىْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِىْ۔ (امام احمد ابوداؤد ترمذی)

امام احمد ابوداؤد ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ تعالیٰ یہ قربانی میری طرف سے ہے اور میری امت کے ان لوگوں کی طرف سے ہے جنہوں نے قربانی نہیں کی۔

حدیث نمبر ۴: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّهٗ تُوُفِّيَتْ اَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔

(رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہو گئی۔ اگر میں اس کی طرف سے

صدقہ کروں تو کیا وہ اس کو نفع دے گا؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں نفع دے گا۔ اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا۔ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کی نیکی کا ثواب دوسرے مسلمان کو پہنچتا ہے اور مسلمانوں کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے مردوں کو ثواب پہنچائیں۔

حدیث نمبر ۵: عَنْ عُثْمَانَ قَالَ كَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو ٹھہر جاتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے اپنے بھائی کیلئے طلب مغفرت کرو پھر اس کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو۔ کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا۔ اگر کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان کے عمل سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو رسول اللہ ﷺ نے میت کیلئے استغفار اور دعا کا حکم کیوں دیا؟

حدیث نمبر ۶: رَوَى الدَّارَقُطْنِىُّ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ كَانَ لِىْ اَبَوَانِ اَبَرُّهُمَا حَالَ حَيَاتِهِمَا فَكَيْفَ اَبَرُّهُمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّىَ لَهُمَا مَعَ صَلٰوتِكَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ۔ (دارقطنی)

دارقطنی نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص سے حال دریافت فرمایا تو اس نے کہا حضور میرے والدین تھے ان کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کیا کرتا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد کس طرح ان کے ساتھ نیکی کروں؟ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا موت کے بعد نیکی یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ان کیلئے نماز پڑھ اور اپنے روزے کے ساتھ ان کیلئے روزہ رکھ۔ یہ حدیث دارقطنی کی ہے۔

(شامی ج ۲ ص ۳۲۵ سے نقل کی گئی)

حدیث نمبر ۷: عَنْ اَنَسٍ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْهُمْ وَنَدْعُوْا لَهُمْ فَهَلْ یَصِلُ ذَالِكَ لَهُمْ قَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ لَیَصِلُ اِلَیْهِمْ وَاِنَّهُمْ لَیَفْرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا یَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُهْدِیَ اِلَیْهِ۔ (رواہ ابوحفص العکبری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے مردوں کی طرف سے خیرات کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور ان کیلئے دعائیں مانگتے ہیں۔ حضور کیا یہ سب کچھ انہیں پہنچتا ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہاں بیشک وہ انہیں ضرور پہنچتا ہے اور وہ اس کے ساتھ اسی طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تمہاری طرف جب کوئی طبق ہدیہ کیا جائے اور تم اس سے خوش ہوتے ہو۔ اس حدیث کو ابوحفص العکبری نے روایت کیا ہے اور یہ شامی ج ۲ ص ۳۲۵ سے نقل کی گئی۔

ہمارے دعوے پر بکثرت احادیث موجود ہیں مگر بخوف طوالت صرف سات حدیثوں پر اکتفا کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک یہ بات بھی عرض کردوں کہ اگر یہ نظریہ درست تسلیم کرلیا جائے کہ ایک کے عمل سے دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا اور کسی کی نیکی سے کسی دوسرے کو نفع حاصل نہیں ہوسکتا تو مسلمانوں کے وہ ناسمجھ اور شیر خوار بچے جو بچپن میں فوت ہوجاتے ہیں ان میں سے ایک بھی جنت میں نہیں جاسکتا کیونکہ نہ وہ ایمان لائے نہ انہوں نے نیک عمل کئے۔ اگر کہا جائے کہ انہوں نے گناہ نہیں کئے اس لئے وہ جنتی قرار پائے تو میں عرض کروں گا کہ کفار و مشرکین کے بچوں نے بھی گناہ نہیں کئے ان پر بھی اسلام کے احکام جاری ہونے چاہئیں مگر ایسا نہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے بچوں پر جو بچپن میں فوت ہوجاتے ہیں احکام اسلام کا جاری ہونا اور ان کا جنت میں

جانا ان کے والدین یا دونوں میں سے ایک کے ایمان و اسلام کی وجہ سے ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک کی نیکی دوسرے کیلئے مفید ہے آپ دریافت فرماتے ہیں کہ دعائے مغفرت اور ایصال ثواب میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق گزارش ہے کہ دونوں میں اتنا فرق تو ظاہر ہے کہ دعائے مغفرت میں صرف دعا ہے اور ایصال ثواب میں دعا کے ساتھ ثواب بھی لیکن اصولی طور پر کوئی فرق نہیں اور اصل مسئلہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ آیہ کریمہ ان لیس للانسان الا ماسعیٰ سے آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہر شخص کیلئے اسی کی کوشش اور نیکی کا فائدہ ہے دوسرے کی کوشش اور عمل کا فائدہ کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔

اب غور فرمایئے کہ ایک مسلمان کی دعائے مغفرت دوسرے مسلمان کے حق میں جو ہوتی ہے وہ کس کی کوشش اور کس کا عمل ہے۔ ظاہر ہے کہ دعا کو دعا کرنے والے ہی کا عمل اور اسی کی کوشش کہا جاسکتا ہے۔ جب اس کا فائدہ دوسرے کو پہنچا تو آپ کا نتیجہ بداہتاً غلط ہوا یا نہیں؟

پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں ایصال ثواب کا حکم ہے یا نہیں۔ جواباً عرض ہے کہ ایصال ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کو اپنی نیکی اور اپنے عمل سے فائدہ پہنچاتا ہے اور یہ بات قرآن مجید سے ہم ثابت کرچکے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ثواب کی اصل موجود ہے۔ رہا یہ امر کہ ایصال ثواب کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں موجود نہیں ہے تو اس کے متعلق عرض کردوں کہ قرآن مجید میں نماز کا تفصیلی بیان موجود نہیں حالانکہ نماز افضل العبادات اور عماد الدین ہے۔

"خمس صلوٰۃ" کا لفظ قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ اوقات صلوٰۃ کی مکمل تفصیل وارد نہیں ہوئی۔ تعداد رکعات کا کوئی ذکر قرآن مجید میں موجود نہیں۔ بیشمار مسائل دین کی تشریح و توضیح تمام تفصیل کے ساتھ کتاب اللہ میں نہیں پائی جاتی لیکن اس کا یہ مطلب

ہرگز نہیں کہ جس مسئلہ کی تفصیل قرآن پاک میں نہ ہو وہ غلط ہے۔ اگر تمام تفصیلات قرآن مجید میں ہوتیں تو سنت نبوی اور احادیث مبارکہ کی کیا ضرورت تھی؟ اس میں شک نہیں کہ دین متین تمام قرآن مجید میں ہے۔ قرآن کریم ایسی جامع اور کامل کتاب ہے جس میں ذرہ بھر کسی بات کی کمی نہیں پھر وہ تمام علوم قرآنیہ نگاہ رسالت کے سامنے تفصیلاً موجود ہیں لیکن ہم بیان اور وضاحت کے محتاج ہیں۔

آپ نے فرمایا ہماری نماز ہماری عبادت اور ہمارا تقویٰ اور ہماری طہارت ہم ہی کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔ ہماری نیکیوں سے ہمارے ہی نفس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہماری عبادات اور نیکیوں سے دوسروں کا تزکیہ قلب ہو جائے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ تزکیہ نفس اور چیز ہے اور ثواب اخروی دوسری چیز ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں لیلۃ القدر کی فضیلت رب تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ لیلۃ القدر خیر من الف شھر تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ لیلۃ القدر میں عبادت کرنے سے ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اب آپ خود غور فرمایئے کہ ایک رات کی عبادت سے تزکیہ نفس زیادہ ہوگا یا ہزار ماہ کی عبادت سے؟ اگر ہزار ماہ کی عبادت سے تزکیہ نفس زیادہ ہوگا تو پھر ایک رات کا ثواب اس سے بڑھ کر کیسے ہے؟

مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ جو تزکیہ ایک لاکھ نمازوں سے ہوگا وہ ایک نماز سے نہیں ہوگا لیکن اس ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں جتنا ہونے میں خود آپ کو بھی شبہ نہ ہوگا۔ اسی قسم کی دیگر بیشمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں اور ان کے بیان کا مفاد دراصل یہ بتاتا ہے کہ ثواب اور تزکیہ نفس دو مختلف چیزیں ہیں۔ آپ کے اعتراض یا شبہ کی بنیاد یہ مغالطہ بنا کر آپ نے ثواب یا تزکیہ کو لازم وملزوم یا مترادفات میں تصور کیا۔ اگر ہماری عبادت سے کسی دوسرے کا

تزکیہ نفس نہیں ہوتا تو اس سے یہ کب لازم آیا کہ ہماری نیکیوں کا فائدہ بھی کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔

اب ان آیات پر کلام کرتا ہوں۔ جن کی وجہ سے آپ کو یہ شکوک وشبہات پیدا ہوئے اور اس سے پہلے ایک مختصری تمہید پیش کرتا ہوں جس کو غور سے پڑھنے کے بعد آیات کے مطالب اچھی طرح واضح ہو جائیں۔

عقل سلیم کے نزدیک شہنشاہ عادل وحکیم کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ حق دار کے حق کو تلف ہونے سے بچائے اور غیر مستحق کو اس بات کا موقع نہ دے کہ وہ کسی کے حق میں دست درازی کر سکے۔ نیز یہ کہ جس شخص نے کوئی جرم کیا ہے اس کی سزا اسی کو دے اور اس بات کا پورا خیال رکھے کہ کسی جرم کی پاداش میں کوئی بیگناہ نہ پکڑا جائے۔ بادشاہ عادل نہیں تو اس کی سلطنت کا نظام کبھی درست نہیں رہ سکتا۔ اگر لوگوں کی حق تلفی شروع ہو جائے اور بے گناہوں کو سزائیں ہونے لگیں تو ملک میں شدید بے چینی اور بدنظمی پیدا ہو جائے اور ایک آن کیلئے امن وسکون باقی نہ رہے۔ مثلاً سرکاری کاموں کی انجام دہی کیلئے جو تنخواہیں خزانہ عامرہ سے دی جاتی ہیں شاہی قانون کے مطابق ان کے حق دار وہی لوگ ہیں جنہوں نے وہ کام کئے ہوں۔ جن لوگوں نے وہ کام نہیں کئے انہیں کوئی حق نہیں کہ خزانہ عامرہ سے کام کرنے والوں کی تنخواہیں برآمد کرا کے خورد برد کرلیں اور کام کرنے والے منہ تکتے رہ جائیں۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لیس للانسان الا ماسعی نہیں ہے انسان کے مگر وہ جو اس نے کوشش کی۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سرکاری کاموں کی انجام دہی کی سعی نہیں کرتے وہ اس کے صلہ اور انعام کے بھی حق دار نہیں ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا کہ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ جس نے کوئی نیک کام کیا وہ اس کی ذات کیلئے ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کی کارکردگی کا صلہ دوسرے لے اڑیں لیکن

یادر ہے کہ حق دار اپنا حق اپنی خوشی سے کسی کے نام منتقل کردے تو یہ قانون اس کو ایسا کرنے سے ہرگز نہیں روکتا۔ اگر کوئی سرکاری ملازم اپنی خوشی سے اپنے کسی رشتہ دار یا دوست کے نام منتقل کردے تو اس قانون کی رو سے اس کیلئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ وہ ملازم اپنی تنخواہ خود وصول کرے تو وہ اس کا حق قرار پائے گی اور اس کی اجازت سے اس کا رشتہ دار یا دوست وصول کرے گا تو اس کیلئے ایک قسم کا ہدیہ یا تحفہ ہوگا۔ ان دونوں آیتوں سے امر اول کی وضاحت ہوگئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امر دوم کو واضح کرنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ یعنی کسی کے جرم میں کسی اور کو نہیں پکڑا جائے گا بلکہ ہر مجرم اپنے جرم کی سزا خود بھگتے گا۔ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا اور جس نے کوئی برائی کی تو وہ اسی پر ہے یعنی اس کی برائی کی سزا اسی کو ملے گی۔ دوسرے سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔
شاید یہاں یہ شبہ پیدا ہو کہ جب اپنی نیکی کے بدلے کا دوسرے کی طرف منتقل کرنا اس قانون کے خلاف نہیں تو پھر اپنی بدی کے بدلے کا دوسرے کی طرف منتقل کرنا بھی خلاف قانون نہ ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بادشاہ عادل وحکیم کا قانون عدل و حکمت کے عین مطابق ہے۔ کسی پر احسان کرنا چونکہ عدل وحکمت کے عین مطابق ہے اس لئے اپنی نیکی کا ثواب کسی کو پہنچانا قانون ایزدی کے موافق ہے اور اپنی کی ہوئی برائی کا بدلہ دوسرے کو دلوانا عدل وحکمت کے سخت خلاف ہے۔ اس لئے قادر مطلق عادل وحکیم جل مجدہٗ کے قانون میں اس کیلئے کوئی گنجائش نہیں۔ اس تمہید اور تشریح و توضیح آیات سے غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک مسلمان کو دوسرے کی نیکی سے فائدہ پہنچنا آپ کی مروجہ آیات کے خلاف نہیں مزید تفصیل کیلئے عرض ہے کہ جب قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ایک مسلمان کی نیکی کا نفع دوسرے مسلمان کو پہنچتا ہے تو اب اگر آپ کی مرقومہ آیات کا

مطلب یہی لیا جائے کہ کسی کی نیکی کا فائدہ دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا تو اس صورت میں قرآن وحدیث بھی آپس میں متخالف ہو جائیں گے اور خود قرآن کی آیتیں بھی دوسری آیتوں سے متعارض ہو جائیں گی اور قرآن پاک کے درمیان تعارض ہونا محال ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آپ کی مرقومہ آیتوں کا مطلب یہ بیان کیا جائے کہ کسی کی نیکیوں کا ثواب اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ ہاں البتہ وہ اپنی خوشی سے اپنی نیکی کا ثواب کسی کو منتقل کرنا چاہے تو ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی دوسری آیات بینات اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اس تقریر سے آیات قرآنیہ اور قرآن وسنت کے درمیان تطابق بھی ہو جاتا ہے اور کسی قسم کا کوئی محظور شرعی بھی لازم نہیں آتا۔ آیۂ کریمہ ان لیس للانسان الا ماسعی کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس آیہ میں قانون عدل بیان کیا گیا ہے یعنی عدل کا تقاضا تو یہی ہے کہ انسان کو اس کی سعی سے زائد کچھ نہ ملے۔ مگر بمقتضائے رحم ہم نے اس کو اس کی سعی سے زائد بھی عطا فرمایا جیسا کہ ارشاد فرمایا مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جس نے کوئی نیکی کی تو اس کیلئے اس کی مثال دس نیکیاں ہیں۔
اب دیکھئے کرنے والے نے تو صرف ایک نیکی کی تھی آیہ کریمہ لیس للانسان الا ماسعی کے مطابق اسے صرف ایک نیکی کا ثواب ملنا چاہیے تھا کیونکہ ایک ہی نیکی اس کی سعی میں داخل ہے اس سے زائد اس کی سعی نہیں لیکن ثواب دس نیکیوں کا مل رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک نیکی کرنے والے کو ایک نیکی کا ثواب عدل ہے اور دس نیکیوں کا ثواب رحم وفضل ہے اور عدل رحم کے منافی نہیں اس لئے انسان کو سعی سے زیادہ ملنا آیہ کریمہ لیس للانسان الا ماسعی کے معارض نہیں۔ اب رہی آپ کی تیسری آیت کُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ سو یہ آپ کے نظریہ کی تائید سے بہت دور ہے۔ آپ نے آیہ کریمہ کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ہر شخص اپنے عمل میں گرو ہونے کی

وجہ سے اپنے کسی عمل کا ثواب کسی طرف منتقل نہیں کرسکتا کیونکہ اگر وہ اپنے عمل کا بدلہ دوسرے کی طرف منتقل کردے تو وہ خود اپنے عمل کا بدلہ اور اس کے اثرات وعواقب و نتائج سے آزاد ہوگیا۔

آپ کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ مسلمان اپنی نیکی کے ثواب کو دوسرے کی طرف منتقل کرنے کی وجہ سے اپنے ثواب عمل سے خالی اور محروم نہیں ہوگیا بلکہ دوسرے کو ثواب منتقل کرنے کے باوجود بھی اس کو اپنے عمل کا پورا پورا ثواب ملے گا اور اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ انتقال ثواب کے بعد بھی اپنے کسب میں رہین نہیں۔

اب رہا اس کا دوسرا پہلو اور وہ یہ کہ اگر ایصال ثواب کے ذریعے کسی گنہگار کے عذاب میں تخفیف ہوجائے تو پھر بھی آیہ کریمہ کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِينٌ کے خلاف ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ مومن کے حق میں دعائے استغفار کا جواز اور اس کا مفید ہونا قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں وارد ہے جیسا کہ اوپر آپ پڑھ چکے ہیں تو آپ کے خیال کے مواقف یہ اختلاف پھر بھی باقی رہا۔ اس کا صحیح اور معقول جواب یہی ہوسکتا ہے کہ آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے کسب و عمل میں رہن ہے جب تک کہ اس کا وہ عمل باقی ہے کیونکہ بعض اوقات کسی برائی کی وجہ سے انسان کا نیک عمل ضائع ہوجاتا ہے اور کبھی نیکیوں کی وجہ سے برائیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وہ لوگ وہ ہیں جن کے (نیک) عمل مٹ گئے۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ بیشک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔

اب دیکھئے آیہ کریمہ کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِينٌ میں کُلُّ امْرِیءٍ مومن و کافر سب کو شامل ہے اور مَا کَسَبَ نیکی و بدی سب کو عام ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ اگر کسی کافر نے کوئی نیکی کی ہے تو اس میں وہ رہین ہے اور اگر کسی مومن نے کوئی

بدی کی ہے تو وہ اس میں گرو ہے لیکن بعض نیکی کرنے والے حبط اعمال کی وجہ سے اپنی نیکیوں میں رہن نہیں رہے اور بعض برائیاں کرنے والے برائیوں کے ختم ہوجانے کے باعث برائیوں سے آزاد ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ یہ آزادی اور فک رہن آیہ کریمہ کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِينٌ کے ظاہری معنوی کے بالکل خلاف اور معارض ہے۔

معلوم ہوا کہ آیہ مبارکہ کے یہ معنی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عمل میں رہین ہے جب تک اس کا وہ عمل عنداللہ باقی ہے اور اگر کسی کا عمل کسی وجہ سے ختم ہوگیا اس کا رہن ہونا بھی باقی نہ رہا۔ مثلاً کافر کی نیکیاں حبط اعمال کی وجہ سے باقی نہ رہیں تو وہ اپنی نیکیوں میں رہن ہونے سے چھوٹ گیا اور اگر کسی مومن کی برائیاں نیکیوں کی وجہ سے اور یا اس کی توبہ کے باعث یا اس وجہ سے کہ مومن نے اپنے عمل سے اس کو فائدہ پہنچایا ہے۔ عام اس سے کہ وہ فائدہ شفاعت کی صورت میں ہو یا دعائے مغفرت کے ضمن میں یا ایصال ثواب کے طور پر (جیسا کہ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ہم ثابت کرچکے ہیں) غرضیکہ کسی وجہ سے بھی جب مومن کی برائیاں ختم ہوگئیں تو اس کا رہن ہونا بھی ختم ہوگیا۔

بعض مفسرین نے ”کل امری“ سے کافر مراد لئے ہیں اور بما کسب سے عمل کفر مراد لیا ہے اور آیہ کریمہ کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ کافر اپنے عمل کفر میں گرفتار ہے۔ اس تقسیم کا مبنی وہی آیات واحادیث ہیں جو ہم سابقاً تحریر کرچکے ہیں۔

آپ نے آیہ مبارکہ کا ایک ٹکڑا لکھ دیا پوری آیت ارقام نہیں فرمائی۔ پوری آیت یہ ہے۔ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِیءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی یعنی ان کے پیچھے آئے ہم نے ان کی اولاد کو ان سے ملا دیا اور ان کے عمل سے کچھ کم نہ کیا۔ سب آدمی اپنے کئے

میں گرفتار ہیں۔یعنی نیکوں کی اولاد جوان کے بعد پیدا ہوتی ہے اگرچہ ان کے عملوں
میں قصور اور کوتاہی کیوں نہ ہو۔اگر وہ ایماندار رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آباؤ اجداد کے
اعمال صالحہ کے طفیل جنت میں ان کے درجے ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ ملا دے گا
اور ان کے آباؤ اجداد کے عملوں سے کچھ کمی نہ کرے گا کیونکہ اگر ان کے عملوں سے کچھ
کمی ہو جائے تو جتنی کمی ہو گی اسی قدر وہ اپنے عمل سے محروم ہو جائیں گے حالانکہ ہر
شخص اپنے عمل میں گرو ہے۔پوری آیت۔اس تشریح سے مسئلہ بالکل واضح ہو گیا اور
آپ کے شبہ کی بنیاد منقطع ہو گئی غالباً اس آیت پر اب اس سے زیادہ کلام کرنے کی
ضرورت نہیں۔

بحث کو طوالت سے بچانے کیلئے صرف ایک بات پر گفتگو ختم کرتا ہوں کہ اگر
آپ کے اس نظریہ کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ لیس للانسان الا ماسعی کے موافق
ہر شخص کیلئے وہی کچھ ہے جو اس نے کیا اس سے زیادہ اس کو کچھ نہیں مل سکتا تو یہ نظریہ
اللہ تعالیٰ کے فضل کے بالکل منافی قرار پائے گا کیونکہ فضل کے معنی زیادتی کے ہیں اور
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اپنے فضل کا ذکر بار بار فرماتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ
یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے
دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نیکوں کو ان کی نیکیوں
کے بدلے سے زائد بھی عطا فرماتا ہے جس میں ان کی سعی کو کوئی دخل نہیں ہوتا اور یہ
بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے اعمال صالحہ کا فائدہ
پہنچایا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ کی۔

بنا بریں قرآن وحدیث کی روشنی میں بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر شخص کو صرف
اس کے عمل وسعی کا بدلہ ملنا قانون عدل ہے اور اس سے زائد کا ملنا قانون فضل ہے اور
اس طرح یہ بھی ماننا ہوگا کہ ہر شخص کا عمل اس کیلئے دوسرے کیلئے نہیں جب تک وہ اپنی

رضامندی سے اپنے عمل کا فائدہ دوسرے کو پہنچانا نہ چاہے نیز کہ ہر شخص اپنے عمل میں
رہن ہے جب تک اس کا وہ عمل باقی ہے اور اگر کسی وجہ سے اس کا وہ عمل (نیک ہو یا
بد) باقی نہیں رہا تو اس کا رہین ہونا بھی ختم ہو گیا۔

مفتی شفیع دیوبندی اور مسئلہ ایصال ثواب

جناب مفتی شفیع جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی کے عہدہ پر فائز رہے ہیں'
ایصال ثواب کے بارے میں تفسیر معارف القرآن میں "وان لیس للانسان الا ما
سعی" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے "ایصال ثواب کا مسئلہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے فرائض ایمان' نماز و
روزہ کو ادا کر کے دوسرے کو سبکدوش نہیں کر سکتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایک شخص
کے نفلی عمل کا کوئی فائدہ اور ثواب دوسرے شخص کو نہ پہنچ سکے۔ایک شخص کی دعا اور صدقہ
کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچنا نصوص شرعیہ سے ثابت اور تمام امت کے نزدیک اجماعی
مسئلہ ہے۔صرف اس مسئلہ میں امام شافعی کا اختلاف ہے کہ تلاوت قرآن کا ثواب
کسی دوسرے کو بخشا اور پہنچایا جا سکتا ہے یا نہیں' امام شافعی اس کا انکار کرتے ہیں اور
آیت مذکورہ کا مفہوم عام لے کر اس سے استدلال فرماتے ہیں۔جمہور ائمہ اور امام اعظم
ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس طرح دعا اور صدقہ کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جا سکتا
ہے اسی طرح تلاوت قرآن اور ہر نفلی عبادت کا ثواب دوسرے شخص کو بخشا جا سکتا ہے
اور وہ اس کو ملے گا۔قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں کہ
مومن کو دوسرے شخص کی طرف سے عمل صالح کا ثواب پہنچتا ہے۔

(معارف القرآن ج۸ سورۃ النجم آیت ۳۹)

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد اہلحدیث

نواب صدیق حسن بھوپالی کی شخصیت اہلحدیث علماء میں بڑی اہمیت کی حامل ہے انہوں نے جو آیت کریمہ "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی" کی تفسیر بیان کی ہے۔ انہی کی زبانی سنیئے۔

نواب صدیق حسن بھوپالی تفسیر فتح البیان میں آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔
شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کو صرف اس کے عمل سے نفع ہوتا ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور یہ متعدد وجہ سے باطل ہے۔

۱) ایک وجہ یہ ہے کہ انسان کو دوسرے شخص کی دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور یہ عمل غیر سے فائدہ پہنچا۔

۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدان محشر میں پہلے حساب کیلئے شفاعت فرمائیں گے پھر جنت میں دخول کیلئے سفارش کریں گے اور آپ کے عمل سے دوسروں کو فائدہ پہنچے گا۔

۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ (گنہگار) شفاعت کے ذریعہ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور یہ نفع عمل غیر سے ہوگا۔

۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ فرشتے زمین والوں کیلئے دعا اور استغفار کرتے ہیں۔

۵) پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض ایسے گنہگاروں کو جہنم سے نکالے گا جن کا کوئی عمل صالح نہیں ہوگا اور یہ نفع بغیر عمل اور سعی کے حاصل ہوا۔

۶) چھٹی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے جنت میں جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

۷) ساتویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو یتیم لڑکوں کے قصہ میں بیان فرمایا:

وکان ابوھما صالحا ان لڑکوں کو اپنے باپ کی نیکی سے فائدہ پہنچا۔

۸) آٹھویں وجہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ میت کو دوسروں کے کئے ہوئے صدقات سے فائدہ پہنچتا ہے۔

۹) نویں وجہ یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کے ولی کی طرف سے حج کرنے سے میت سے حج مفروض ساقط ہو جاتا ہے اور یہ فائدہ بھی عمل غیر سے ہے۔

۱۰) دسویں وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نذر مانا ہوا حج اور نذر مانا ہوا روزہ بھی غیر کے کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔

۱۱) گیارھویں وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھی حتیٰ کہ ابو قتادہ نے اس کا قرض ادا کر دیا اس طرح غیر کے عمل سے قرض ادا ہو۔

۱۲) بارھویں وجہ یہ ہے کہ ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص اس پر صدقہ کیوں نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور اس کو جماعت کا ثواب مل جائے۔

۱۳) تیرھویں وجہ یہ ہے کہ اگر کسی میت کی طرف سے لوگ قاضی کے حکم سے قرض ادا کریں تو میت کا قرض ادا ہو جاتا ہے۔

۱۴) چودھویں وجہ یہ ہے کہ جس شخص پر لوگوں کے حقوق ہیں اگر لوگ وہ حقوق معاف کر دیں تو وہ بری ہو جاتا ہے۔

۱۵) پندرھویں وجہ یہ ہے کہ نیک پڑوسی سے زندگی میں اور موت کے بعد بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔

۱۶) سولھویں وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ذکر کرنے والوں کی مجلس میں بیٹھا ہوا ایک ایسا شخص بخشا گیا جس نے ذکر نہیں کیا تھا صرف ان کی مجلس میں بیٹھنے کی وجہ سے بخشا گیا۔

۱۷) سترھویں وجہ یہ ہے کہ میت پر نماز جنازہ پڑھنا اور اس کیلئے استغفار کرنا عمل غیر کا نفع ہے۔

۱۸) اٹھارھویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم "جب تک آپ ان میں ہیں ان کو عذاب نہیں ہوگا۔

۱۹) اور فرمایا لولا رجال مومنون ونساء مومنات اور فرمایا: لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض "اگر بعض لوگوں کی نیکیوں کے سبب اللہ تعالیٰ بعض بروں سے عذاب نہ ٹالے تو زمین تباہ و برباد ہو جائے" اور یہ عمل غیر سے نفع ہے۔

۲۰) بیسویں وجہ یہ ہے کہ نابالغ کی طرف سے بالغ صدقہ فطر ادا کرتا ہے۔

۲۱) اکیسویں وجہ یہ ہے کہ (ائمہ ثلاثہ کے نظریہ کے مطابق) نابالغ کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے تو ہو جائے گی اور یہ عمل غیر سے نفع حاصل کرنا ہے۔ معلوم ہوا کہ کتاب، سنت اور اجماع کی روشنی میں عمل غیر سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

ابوالاعلیٰ مودودی کا نقطہ نظر

تفہیم القرآن ج ۵ سورہ النجم کی آیات کی تشریح میں "وان لیس للانسان الا ماسعی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اس ارشاد سے بھی تین اہم اصول نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی پائے گا اپنے عمل کا ہی پھل پائے گا۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص کے عمل کا پھل دوسرا نہیں پا سکتا، الا یہ کہ اس عمل میں اس کا اپنا کوئی حصہ ہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی شخص سعی عمل کے بغیر کچھ نہیں پا سکتا۔

ان تین اصولوں کو بعض لوگ دنیا کے معاشی معاملات پر غلط طریقے سے منطبق کر کے ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی محنت کی کمائی کے سوا کسی چیز کا جائز

مالک نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ بات قرآن مجید ہی کے دیئے ہوئے متعدد قوانین اور احکام سے ٹکراتی ہے۔ مثلاً قانون وراثت، جس کی رو سے ایک شخص کے ترکے میں سے بہت سے افراد حصہ پاتے ہیں اور اس کے جائز وارث قرار پاتے ہیں درانحالیکہ یہ میراث ان کی اپنی محنت کی کمائی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک شیر خوار بچے کے متعلق تو کسی کھینچ تان سے بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں اس کی محنت کا بھی کوئی حصہ تھا۔ اسی طرح احکام زکوٰۃ و صدقات، جن کی رو سے ایک آدمی کا مال دوسروں کو محض ان کے شرعی و اخلاقی استحقاق کی بنا پر ملتا ہے اور اس کے جائز مالک ہوتے ہیں، حالانکہ اس مال کے پیدا کرنے میں ان کی محنت کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اس لئے قرآن کی کسی ایک آیت کو لے کر اس سے ایسے نتائج نکالنا جو خود قرآن کریم ہی کی دوسری تعلیمات سے متصادم ہوتے ہوں، قرآن کے منشا کے بالکل خلاف ہے۔

بعض دوسرے لوگ ان اصولوں کو آخرت سے متعلق مان کر یہ سوالات اٹھاتے ہیں کہ آیا ان اصولوں کی رو سے ایک شخص کا عمل دوسرے شخص کیلئے کسی صورت میں بھی نافع ہو سکتا ہے؟ اور کیا ایک شخص اگر دوسرے شخص کیلئے یا اس کے بدلے کوئی عمل کرے تو وہ اس کی طرف سے قبول کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے عمل کے اجر کو دوسرے کی طرف منتقل کر سکے؟ ان سوالات کا جواب اگر نفی میں ہو تو ایصال ثواب اور حج بدل وغیرہ سب ناجائز ہو جاتے ہیں، بلکہ دوسرے کے حق میں دعائے استغفار بھی بے معنی ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ دعا بھی اس شخص کا اپنا عمل نہیں ہے جس کے حق میں دعا کی جائے۔ مگر یہ انتہائی نقطہ نظر معتزلہ کے سوا اہل اسلام میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا ہے۔ صرف وہ اس آیت کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ ایک شخص کی سعی دوسرے کیلئے کسی حال میں بھی نافع نہیں ہو سکتی۔ بخلاف اس کے اہلسنت ایک شخص کیلئے دوسرے کی دعا کے نافع ہونے کو تو بالاتفاق مانتے ہیں، کیونکہ وہ قرآن سے ثابت ہے،

البتہ ایصال ثواب اور نیابۃً دوسرے کی طرف سے کسی نیک کام کے نافع ہونے میں ان کے درمیان اصولاً نہیں بلکہ صرف تفصیلات میں اختلاف ہے۔

۱) ایصال ثواب یہ ہے کہ ایک شخص کوئی نیک عمل کر کے اللہ سے دعا کرے کہ اس کا اجر وثواب کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیا جائے۔ اس مسئلے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خالص بدنی عبادات، مثلاً نماز، روزہ اور تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب دوسرے کو نہیں پہنچ سکتا، البتہ مالی عبادات، مثلاً صدقہ یا مالی وبدنی مرکب عبادات، مثلاً حج کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے؟ کیونکہ اصل یہ ہے کہ ایک شخص کا عمل دوسرے کیلئے نافع نہ ہو، مگر چونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے صدقہ کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے اور حج بدل بھی کیا جاسکتا ہے، اس لئے ہم اسی نوعیت کی عبادات تک ایصال ثواب کی صحت تسلیم کرتے ہیں، بخلاف اس کے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ انسان اپنے ہر نیک عمل کا ثواب دوسرے کو ہبہ کرسکتا ہے خواہ وہ نماز ہو یا روزہ یا تلاوت قرآن پاک یا ذکر یا صدقہ یا حج وغیرہ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آدمی جس طرح مزدوری کر کے مالک سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی اجرت میرے بجائے فلاں شخص کو دے دی جائے، اسی طرح وہ کوئی نیک عمل کر کے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کرسکتا ہے کہ اس کا اجر میری طرف سے فلاں شخص کو عطا کر دیا جائے۔ اس میں بعض اقسام کی نیکیوں کو مستثنیٰ کرنے اور بعض دوسری اقسام کی نیکیوں تک اسے محدود رکھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ یہی بات بکثرت احادیث سے بھی ثابت ہے۔

بخاری، مسلم، مسند احمد، ابن ماجہ، طبرانی (فی الاوسط) مستدرک اور ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو رافع، حضرت ابوطلحہ انصاری اور حذیفہ بن اسید الغفاری کی متفقہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے لے کر ایک اپنی اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربان کیا اور دوسرا اپنی

امت کی طرف سے۔

مسلم، بخاری، مسند احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرنے کیلئے کہتی۔ اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا ان کیلئے اجر ہے؟ فرمایا ہاں!

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت ہے کہ ان کے دادا عاص بن وائل نے زمانہ جاہلیت میں سو اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی تھی۔ ان کے چچا ہشام بن العاص نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کردیئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میں کیا کروں حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہارے باپ نے توحید کا اقرار کرلیا تھا تو تم ان کی طرف سے روزہ رکھو یا صدقہ کرو، وہ ان کیلئے نافع ہوگا۔

مسند احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اسی مضمون کی متعدد دوسری روایات بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے میت کی طرف سے صدقہ کرنے کی اجازت دی ہے اور اسے میت کیلئے نافع بتایا ہے۔

دار قطنی میں ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا میں اپنے والدین کی خدمت ان کی زندگی میں تو کرتا ہوں، ان کے مرنے کے بعد کیسے کروں؟

فرمایا ''یہ بھی ان کی خدمت ہی ہے کہ ان کے مرنے کے بعد تو اپنی نماز کے ساتھ ان کیلئے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کیلئے بھی روزے رکھے''۔

ایک دوسری روایت دار قطنی میں اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص کا قبرستان پر گزر ہو اور وہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اس کا اجر مرنے والوں کو بخش دے تو جتنے مردے ہیں اتنا ہی اجر عطا کر دیا جائے گا۔

یہ کثیر روایات جو ایک دوسری کی تائید کر رہی ہیں' اس امر کی تصریح کرتی ہیں کہ ایصال ثواب نہ صرف ممکن ہے بلکہ ہر طرح کی عبادات اور نیکیوں کے ثواب کا ایصال ہو سکتا ہے اور اس میں کسی خاص نوعیت کی تخصیص نہیں ہے۔ مگر اس سلسلے میں دو باتیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہئیں۔

ایک یہ کہ ایصال اسی عمل کے ثواب کا ہو سکتا ہے جو خالصتاً اللہ کیلئے اور قواعد شریعت کے مطابق کیا گیا ہو' ورنہ ظاہر ہے کہ غیر اللہ کیلئے یا شریعت کے خلاف جو عمل کیا جائے اس پر خود عمل کرنے والے ہی کو کسی قسم کا ثواب نہیں مل سکتا' کجا کہ وہ کسی دوسرے کی طرف منتقل ہو سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں صالحین کی حیثیت سے مہمان ہیں ان کو تو ثواب کا ہدیہ یقیناً پہنچے گا مگر جو وہاں مجرم کی حیثیت سے حوالات میں بند ہیں انہیں کوئی ثواب پہنچنا متوقع نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مہمانوں کو ہدیہ تو پہنچ سکتا ہے' مگر امید نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مجرم کو تحفہ پہنچ سکے۔ اس کیلئے اگر کوئی شخص کسی غلط فہمی کی بنا پر ایصال ثواب کرے گا تو اس کا ثواب ضائع نہ ہوگا بلکہ مجرم کو پہنچنے کی بجائے اصل عامل ہی کی طرف پلٹ آئے گا۔ جیسے منی آرڈر اگر مرسل الیہ کو نہ پہنچے تو مرسل کو واپس مل جاتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ایصال ثواب تو ممکن ہے مگر ایصال عذاب ممکن نہیں

ہے۔ یعنی یہ تو ہو سکتا ہے کہ آدمی نیکی کر کے کسی دوسرے کیلئے اجر بخش دے اور وہ اس کو پہنچ جائے' مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ آدمی گناہ کر کے اس کا عذاب کسی کو بخشے اور وہ اسے پہنچ جائے۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ نیک عمل کے دو فائدے ہیں۔ ایک اس کے وہ نتائج جو عمل کرنے والے کی اپنی روح اور اس کے اخلاق پر مرتب ہوتے ہیں اور جن کی بنا پر وہ اللہ کے ہاں بھی جزا کا مستحق ہوتا ہے۔ دوسرے اس کا وہ اجر جو اللہ تعالیٰ بطور انعام اسے دیتا ہے۔ ایصال ثواب کا تعلق پہلی چیز سے نہیں ہے بلکہ صرف دوسری چیز سے ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص ورزش کر کے کشتی کے فن میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس سے جو طاقت اور مہارت اس میں پیدا ہوتی ہے وہ بہرحال اس کی ذات ہی کیلئے مخصوص ہے۔ دوسرے کی طرف وہ منتقل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر وہ کسی دربار کا ملازم ہے اور پہلوان کی حیثیت سے اس کیلئے ایک تنخواہ مقرر ہے تو وہ بھی اسی کو ملے گی' کسی اور کو نہ دے دی جائے گی۔ البتہ جو انعامات اس کی کارکردگی پر خوش ہو کر اس کا سرپرست اسے دے اس کے حق میں وہ درخواست کر سکتا ہے کہ وہ اس کے استاد یا ماں باپ یا دوسرے محسنوں کو اس کی طرف سے دے دیئے جائیں۔ ایسا ہی معاملہ اعمال حسنہ کا ہے کہ ان کے روحانی فوائد قابل انتقال نہیں ہیں اور ان کی جزا بھی کسی کو منتقل نہیں ہو سکتی۔ مگر ان کے اجر و ثواب کے متعلق وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کر سکتا ہے کہ وہ اس کے کسی عزیز یا اس کے کسی محسن کو عطا کر دیا جائے۔ اسی لئے اس کو ایصال جزا نہیں بلکہ ایصال ثواب کہا جاتا ہے۔

۲) ایک شخص کی سعی کے کسی اور شخص کیلئے نافع ہونے کی دوسری شکل یہ ہے کہ آدمی یا تو دوسرے کی خواہش اور ایماء کی بنا پر اس کیلئے کوئی نیک عمل کرے' یا اس کی خواہش اور ایماء کے بغیر اس کی طرف سے کوئی ایسا عمل کرے جو دراصل واجب تو اس

کے ذمہ تھا مگر وہ خود اسے ادا نہ کر سکا۔ اس کے بارے میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ عبادات
کی تین قسمیں ہیں۔ ایک خالص بدنی' جیسے نماز' دوسری خالص مالی' جیسے زکوٰۃ اور
تیسری مالی و بدنی مرکب' جیسے حج' ان میں سے پہلی قسم میں نیابت نہیں چل سکتی' یعنی
ایک شخص کی طرف سے دوسرا شخص نیابۃً نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دوسری قسم میں نیابت
ہو سکتی ہے' مثلاً بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر دے سکتا ہے۔ تیسری قسم میں نیابت
صرف اس حالت میں ہو سکتی ہے جبکہ اصل شخص' جس کی طرف سے کوئی فعل کیا جا رہا ہو'
اپنا فریضہ خود ادا کرنے سے عارضی طور پر نہیں بلکہ مستقل طور پر عاجز ہو' مثلاً حج بدل
ایسے شخص کی طرف سے ہو سکتا ہے جو خود حج کیلئے جانے پر قادر نہ ہو اور نہ یہ امید ہو کہ
وہ کبھی اس کے قابل ہو سکے گا۔ مالکیہ اور شافعیہ بھی اس کے قائل ہیں۔ البتہ امام مالک
حج بدل کیلئے یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر باپ نے وصیت کی ہو کہ اس کا بیٹا اس کے بعد
اس کی طرف سے حج کرے تو وہ حج بدل کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ مگر احادیث اس معاملہ
میں بالکل صاف ہیں کہ باپ کا ایما یا وصیت ہو یا نہ ہو' بیٹا اس کی طرف سے حج بدل
کر سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے رسول
اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے باپ کو فریضہ حج کا حکم ایسی حالت میں پہنچا ہے کہ
وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے' اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا
فحجی عنہ "تو اس کی طرف سے تو حج کر لے" (بخاری' مسلم' احمد' ترمذی' نسائی)

قریب قریب اسی مضمون کی روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کی ہے۔
(احمد' ترمذی)

حضرت عبداللہ بن زبیر قبیلہ خثعم ہی کے ایک مرد کا ذکر کرتے ہیں کہ اس نے
بھی اپنے بوڑھے باپ کے متعلق یہی سوال کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کیا تو

اس کا سب سے بڑا لڑکا ہے؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: ارایت لو کان علی
ابیک دین فقضیتہ عنہ اکان یجزی ذلک عنہ؟ تیرا کیا خیال ہے اگر تیرے
باپ پر قرض ہو اور تو اس کو ادا کردے تو وہ اس کی طرف سے ادا ہو جائے گا؟ اس نے
عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: فاحجج عنہ "بس اسی طرح تو اس کی طرف سے حج بھی
کر لے"۔ (احمد' نسائی)

ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے آکر عرض کیا کہ میری ماں
نے حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گئی' اب کیا میں اس کی طرف
سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا "تیری ماں پر اگر قرض ہوتا تو
کیا تو اس کو ادا نہ کر سکتی تھی؟ اسی طرح تم لوگ اللہ کا حق بھی ادا کرو اور اللہ اس کا زیادہ
مستحق ہے کہ اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد پورے کئے جائیں"۔ (بخاری' نسائی)

بخاری اور مسند احمد میں ایک دوسری روایت یہ ہے کہ ایک مرد نے آکر اپنی
بہن کے بارے میں وہی سوال کیا جو اوپر مذکور ہوا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو
بھی یہی جواب دیا۔

ان روایات سے مالی و بدنی مرکب عبادات میں نیابت کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

رہیں خالص بدنی عبادات تو بعض احادیث ایسی ہیں جن سے اس نوعیت کی
عبادات میں بھی نیابت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ
قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا "میری ماں نے روزے کی نذر
مانی تھی اور وہ پوری کئے بغیر مر گئی' کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ سکتی ہوں؟ حضور
ﷺ نے فرمایا "اس کی طرف سے روزہ رکھ لے"۔ (بخاری' مسلم' احمد' نسائی' ابوداؤد) اور
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ ایک عورت نے اپنی ماں کے متعلق پوچھا کہ اس
کے ذمہ ایک مہینے (یا دوسری روایت کے مطابق دو مہینے) کے روزے تھے' کیا میں یہ

روزے ادا کروں؟ آپ ﷺ نے اس کو بھی اس کی اجازت دے دی۔ (مسلم، احمد، ترمذی، ابوداؤد) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کہ حضور ﷺ نے فرمایا من مات و علیه صیام صام عنه ولیه "جو شخص مرجائے اور اس کے ذمہ کچھ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کا ولی وہ روزے رکھ لے"۔ بخاری، مسلم، احمد، بزار کی روایت میں حضور ﷺ کے الفاظ یہ ہیں کہ فلیصم عنه ولیه ان شاء یعنی اس کا ولی اگر چاہے تو اس کی طرف سے یہ روزے رکھ لے) انہی احادیث کی بنا پر اصحاب الحدیث اور امام اوزاعی اور ظاہریہ اس کے قائل ہیں کہ بدنی عبادات میں بھی نیابت جائز ہے۔ مگر امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی اور امام زید بن علی کا فتوٰی یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاسکتا اور امام احمد، امام لیث اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ صرف اس صورت میں ایسا کیا جاسکتا ہے جبکہ مرنے والے نے اس کی نذر مانی ہو اور وہ اسے پورا نہ کرسکا ہو۔ مانعین کا استدلال یہ ہے کہ جن احادیث سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے ان کے راویوں نے خود اس کے خلاف فتوٰی دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوٰی نسائی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے کہ لا یصل احد عن احد ولا یصم احد عن احد کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فتوٰی عبدالرزاق کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ لا تصوموا عن موتاکم واطعموا عنهم "اپنے مردوں کی طرف سے روزہ نہ رکھو بلکہ کھانا کھلاؤ"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی عبدالرزاق نے یہی بات نقل کی ہے کہ میت کی طرف سے روزہ نہ رکھا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً بدنی عبادات میں نیابت کی اجازت تھی، مگر آخری حکم یہی قرار پایا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے ورنہ کس طرح ممکن تھا کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ احادیث نقل کی ہیں وہ خود ان کے خلاف فتوٰی دیتے۔ (تفہیم القرآن)

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تفسیر ضیاء القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یہ حکم صحف موسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام میں بھی موجود تھا اور شریعت اسلامیہ میں بھی یہ قانون باقی ہے، لیکن بعض کج فہموں نے اس آیت کو ایسے معانی پہنائے ہیں جن سے متعدد دوسری آیات کی تردید اور تکذیب ہوتی ہے اس لئے ہمیں بڑے اطمینان سے ان باطل معانی کا جائزہ لینا چاہیے اور اس کے حقیقی مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ یہ طریقہ کسی طرح بھی مستحسن نہیں کہ ایک آیت کی ایسی من مانی تشریح کی جائے جس سے متعدد آیات کی تغلیط ہوتی ہو۔

اشتراکی ذہنیت رکھنے والے جو محنت کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ اس آیت کا یہ مفہوم بیان کرتے ہیں کہ

ہر انسان صرف اسی چیز کا حق دار ہے جو اس نے اپنی محنت اور کوشش سے حاصل کی ہو اور اپنے اس نظریے کو قرآن کریم کی اس آیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ہمیں ان سے کسی بحث کی ضرورت نہ تھی۔ ہر شخص اپنی پسند کے مطابق جس نظریے کو چاہے اپنائے۔ ہمیں اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے، لیکن اپنے من گھڑت نظریات کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرنا، ایک ایسی زیادتی ہے جس پر خاموش رہنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ ہم ان صاحبان سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن کریم کی متعدد آیات میں میراث کے احکام مذکور نہیں۔ باپ کے مرنے کے بعد اولاد کو جو جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ ورثہ میں ملتی ہے، کیا اس میں ان کی محنت اور کوشش کا کوئی دخل تھا۔ ایسی جائیداد کا قرآن کریم نے انہیں کامل مالک ٹھہرایا ہے، خصوصاً بچیاں یا شیر خوار بچے جنہوں نے کسی طرح بھی اس جائیداد کے بنانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، وہ

بھی وارث ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ زکوۃ' صدقات جب کوئی شخص کسی مستحق کو دیتا ہے تو مستحق اس کا کامل مالک بن جاتا ہے۔ اس میں ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے' حالانکہ اس نے اس مال کے کمانے میں ایک قدم تک نہیں اٹھایا۔ آیت کا یہ خود ساختہ مفہوم اختیار کر کے کیا یہ لوگ ان صدہا آیات پر قلم تنسیخ پھیر دیں گے جن میں میراث' وصیت' زکوۃ' صدقات اور ہبہ کے احکام مذکور ہیں۔

ان اشتراکی اذہان کے علاوہ ایک اور فرقہ گزرا ہے جو تاریخ اسلام میں معتزلہ کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ کسی کے عمل کا ثواب کسی دوسرے انسان کو نہیں پہنچ سکتا۔ ہر شخص کو انہی اعمال کا اجر ملے گا جو اس نے خود کیے ہیں' کیونکہ قرآن کریم کی اس آیت میں تصریح کی گئی ہے کہ لیس للانسان الا ماسعیٰ۔

ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر کسی کا عمل کسی کیلئے نفع بخش نہیں ہے تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں مسلمانوں کیلئے استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور متعدد آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ فرشتے مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ کئی ایسی آیتیں ہیں جن میں انبیائے کرام ﷺ نے اپنے والدین' اپنی اولاد اور مومن مردوں اور عورتوں کیلئے بخشش کی دعائیں مانگی ہیں۔ اگر استغفار اور دعاؤں کا میت کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تو پھر ان لاحاصل کاموں میں انبیاء اور ملائکہ کیوں وقت ضائع کرتے رہے اور ہمیں مسلمان بھائیوں کیلئے دعائے مغفرت کا کیوں حکم دیا گیا ہے۔ ساری امت مسلمہ نماز جنازہ ادا کرتی ہے۔ اس میں کسی فرقہ کی تخصیص نہیں۔ یہ نماز جنازہ بھی دعائے مغفرت ہے۔ اگر یہ بے سود اور لاحاصل ہے تو اس تکلف کو بجالانے کا اسلام نے کیوں حکم دیا۔ معتزلہ کے اس مفہوم کو اگر صحیح تسلیم کرلیا جائے تو قرآن کریم کی کثیر التعداد آیتیں بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں' اس لئے امت کا اجماع اس بات پر ہے

کہ ہم اپنے اعمال کا ثواب اپنے والدین اور دوسرے مومنین کو پہنچا سکتے ہیں اور اس سے انہیں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ اصولی طور پر تو تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔

حضور پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ ایصال ثواب کے سلسلے میں چند احادیث بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

کثرت سے ایصال ثواب کے بارے میں احادیث موجود ہیں تو پھر اس کا انکار کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا' لیکن آیت کے بارے میں کیا کہا جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنابھم ذریتھم۔

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتی رہی تو ہم (مدارج اور مراتب میں) ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آباؤ اجداد کی نیکیاں اولاد کے مراتب کو بلند کردیتی ہیں۔ بعض نے اس آیت کی توجیہہ یہ کی ہے کہ یہاں الانسان سے مراد کافر ہے کہ کفار کو کسی کی نیکیاں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں' لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو الجھن خود بخود دور ہو جاتی ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایصال ثواب سے صرف اس شخص کو نفع پہنچتا ہے جو ایمان کی حالت میں فوت ہوا ہو۔ جس کی موت کفر پر ہوئی ہو اسے قطعاً کوئی نفع نہیں پہنچتا' تو معلوم ہوا کہ یہ سارے اعمال صالحہ جن کا ثواب ایک مومن کو پہنچایا جارہا ہے درحقیقت اس کے ایمان کے درخت کا پھل ہیں اور ایمان کا درخت اس شخص کی اپنی سعی کا نتیجہ ہے تو گویا یہ ساری چیزیں اس کی ذاتی کوشش میں شمار ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کے درخت کی اعمال صالحہ سے آبیاری کرتے رہتے ہیں اور گناہوں کی ژالہ باری سے اس کو بچائے رکھتے ہیں' ان پر پھل بھی زیادہ

لگتا ہے اور لوگ کثرت سے ان کی ارواح کو ایصال ثواب کرتے ہیں۔ اولیائے کرام کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے والوں کا ہجوم اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان مقبول ترین بندوں نے ایمان کا جو درخت لگایا اور عمر بھر اپنے گریہ سحری سے اسے سینچتے رہے اس کی بہار اور اس کا جوبن قابل دید ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء توتی اکلها کل حین باذن ربها.

کہ کلمۂ طیبہ کی مثال ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑیں پاتال تک چلی گئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ یہ درخت ہر لحظہ پھل دے رہا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۵)

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی تحقیق

جب کوئی شخص کسی کیلئے ایصال ثواب کی نیت کرتا ہے تو لازماً اس کے ذہن میں جس کیلئے ایصال ثواب کرنا مقصود ہو تو اس کا خیال بھی آتا ہے۔ اور ایصال ثواب کیلئے اس کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ عموماً ہمارے ہاں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔

غلہ' لباس' نقدی وغیرہ کسی مستحق کو دی جاتی ہے۔ کسی مدرسہ' مسجد' ہسپتال یا کسی بھی فلاحی کام میں تعاون کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید کی تلاوت کی جاتی ہے۔ درود شریف یا اوراد و وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ بعض اوقات محفل ذکر یا محفل نعت' محفل میلاد مصطفیٰ ﷺ کا انعقاد کیا جاتا ہے اور اس محفل میں اعزاء واقرباء' دوست و احباب اور محلہ داروں کو دعوت دی جاتی ہے' کبھی انفرادی طور پر اور کبھی اجتماعی طور پر پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے' کبھی بغیر کھانے کے اور کبھی کھانا پکا کر حاضرین کو کھلا دیا جاتا ہے۔ ان تمام امور کیلئے پہلے سے نیت ہوتی ہے کہ یہ فلاں کے ایصال ثواب کیلئے اہتمام کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح اکثر دیہاتوں میں اولیاء کرام سے محبت کرنے والے لوگ بزرگوں کے ایصال ثواب کیلئے مرغا' بکری' بھیڑ اور گائے وغیرہ پالتے ہیں اور جب وہ خوب فربہ ہو جائیں تو ایصال ثواب کی نیت سے انہیں ذبح کرکے گوشت یا تو تقسیم کر دیتے ہیں یا انہیں پکا کر لوگوں کو کھلا دیتے ہیں اور باقاعدہ ان جانوروں کو جنہیں ایصال ثواب

کیلئے منتخب کیا ہوتا ہے یہ نام دیتے ہیں کہ

یہ جانور فلاں بزرگ کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔ یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔ یہ خواجہ معین الدین یا حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے ہے۔

اسی طرح بعض لوگ فاتحہ دلاتے ہیں اور اس سلسلے میں بھی اسی طرح ہی نام لیا جاتا ہے کہ یہ فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے۔ کوئی کپڑے غلہ یا نقدی کسی مستحق کو دے تو بھی یہی نیت ہوتی ہے کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے۔ ایصال ثواب امت مسلمہ کا ایک متفقہ مسئلہ ہے جیسا کہ آپ کثیر دلائل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اختلاف کی ایک صورت

بعض لوگ مسروراً یا مجبوراً ایصال ثواب کو تو جائز سمجھتے ہیں مگر اس کے طریقہ کار میں اختلاف کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ ایصال ثواب تو ٹھیک ہے مگر ان کا نام لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ کسی کا نام لینے سے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔ حرام اس لئے ہوتی ہے کہ اس پر غیر اللہ (یعنی اللہ کے سوا کسی اور) کا نام آ جاتا ہے۔ منکرین کا کہنا یہ ہے کہ جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام آ جائے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے وہ قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اور غلط ترجمہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (البقرۃ ۱۷۳)

اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو (حرام ہے)

یہ ترجمہ وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی چیز پر غیر اللہ کے نام آنے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اور اسی بنیاد پہ وہ ایصال ثواب کو بھی حرام قرار دیتے ہیں۔

حقیقت حال

آیئے ہم جائزہ لیتے ہیں کہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے یہ استدلال درست ہے کہ کسی چیز پر بھی غیر اللہ کا نام آ جائے تو وہ حرام ہو جاتی ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر ہر وہ چیز جس پر غیر اللہ کا نام آ جائے اور وہ حرام قرار پائے تو دنیا کے اندر بیشمار چیزیں حرام قرار پائیں گی جسے کوئی بھی حرام نہیں سمجھتا۔ مثلاً

۱) قرآن کریم کی سورتیں

بہت سی ایسی سورتیں ہیں جن کا نام غیر اللہ کے نام پہ رکھا گیا۔

سورہ البقرۃ۔ آل عمران۔ النسآء۔ المائدہ۔ یونس۔ ھود۔ ابراہیم۔ النحل۔ بنی اسرائیل۔ الکھف۔ مریم۔ النمل۔ العنکبوت۔ الدخان۔ محمد۔ القمر۔ الحدید۔ الجمعہ۔ الطلاق۔ نوح وغیرہ۔

اللہ کے کلام پر غیر اللہ کا نام آیا لیکن پھر بھی یہ کلام مقدس ہے پاک ہے سورتوں کا نام غیر اللہ کے نام آنے سے حرام نہیں ہوا۔

۲) مساجد کے نام

مسجد نبوی ﷺ۔ مسجد اقصیٰ۔ مسجد قباء۔ مسجد ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ مسجد عمر رضی اللہ عنہ۔ مسجد عثمان رضی اللہ عنہ۔ مسجد علی رضی اللہ عنہ۔ مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ مسجد بلال رضی اللہ عنہ۔ مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

مساجد جو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر بہترین مقامات ہیں ان پر بھی غیر اللہ کا نام آتا ہے۔

نماز اور روزہ والے کا نام

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

أَحَبُّ الصِّيَامِ إِلَى اللّٰهِ دَاوُدَ۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب روزوں سے محبوب داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔

أَحَبُّ الصَّلٰوةِ إِلَى اللّٰهِ صَلٰوةُ دَاوُدَ۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۸۶)

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب نمازوں سے محبوب داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔

روزہ اور نماز جو کہ بہت اعلیٰ ترین عبادت ہے اور کھانے پینے کی چیزوں سے کئی درجے بہتر ہے ان پر بھی غیر اللہ (یعنی داؤد علیہ السلام) کا نام آیا ہے۔

۴) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

صحابی رسول حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوا کر کہا کہ

ھذہٖ لام سعد۔

یہ سعد کی ماں کیلئے ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد عشار میں نوافل ادا کرنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ وہ کہے۔

یہ ابوہریرہ کیلئے ہے۔

دیکھئے یہاں کنویں پر غیر اللہ (ام سعد) کا نام آیا لیکن اس وجہ سے اس کا پانی پینا حرام نہیں ہوا۔ اور اسی طرح نوافل ابوہریرہ کیلئے کہنے سے حرام نہ ہوئے۔

۵) کتب احادیث

احادیث کی تمام کتابوں پر بھی غیر اللہ کا نام آتا ہے مثلاً

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد، بیہقی، دارقطنی، دارمی وغیرہ۔

اسی طرح کتب فقہ کا نام بھی غیر اللہ کے نام پر رکھا جاتا ہے۔

۶) عورتوں کا نام

عورتوں پر بھی غیر اللہ کا نام ہی آتا ہے۔ کبھی کسی نے اللہ کی بیوی نہیں کہا۔ بلکہ نبی کی بیوی، صحابی کی بیوی، امام کی بیوی، کسان کی بیوی، مزدور کی بیوی، یعنی عورت کو غیر اللہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بچوں کو ان کے باپوں سے نسبت دی جاتی ہے۔ ماں کو بچوں کی ماں کہا جاتا ہے اور اسی طرح دیگر رشتے ناطے بھی غیر اللہ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

۷) عام اشیاء

ضرورت زندگی کی جتنی بھی اشیاء ہیں انہیں بھی غیر اللہ سے نسبت ہوتی ہے مثلاً حمزہ کی زمین، حسان کا مکان، غفران کی دکان، عثمان کی گائے، محسن کی بکری، سکندر کی بھینس، میر کی گاڑی، زین کی ٹوپی۔

لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی محض غیر اللہ کا نام آنے سے حرام نہیں ہو جاتی۔

جو حرام سمجھتے ہیں

اس آیت مبارکہ کی تفسیر و تشریح سے پہلے وہ لوگ اچھی طرح جان لیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ

"جس چیز پر بھی غیر اللہ کا نام آجائے وہ چیز حرام ہو جاتی ہے"۔

ان کیلئے بیشمار حلال چیزیں حرام ہوں گی۔ مثلاً

والد، والدہ، بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن، شوہر، بیوی، دادا، دادی، نانا، نانی، چچا، پھوپھی، خالہ اور جتنے بھی رشتے ناطے ہیں سب حرام قرار پائیں گے۔ کیونکہ ان سب پر غیر اللہ کا نام آتا ہے۔ اسی طرح رہائش کیلئے مکان اور کھانے پینے کی تمام چیزیں بھی حرام قرار پائیں گی۔

لہذا ثابت ہوا کہ

یہ ترجمہ اور اس کے عاملین وموافقین تو غلط ہو سکتے ہیں مگر یہ ساری چیزیں حرام نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی اس کی آڑ میں ایصال ثواب کی چیزوں کو حرام کہا جا سکتا ہے۔

اور اس ترجمے کی آڑ میں جو کوئی بھی حاشیہ آرائی کرتا ہے یقیناً وہ غلط ہوگا۔ اسلاف میں سے کسی نے بھی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں نہ ایصال ثواب کو غلط کہا اور نہ ہی بے بنیاد و بے سروپا تفسیر بیان کی ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی صحیح تفسیر

اس آیت مبارکہ کے غلط ترجمہ کرنے کے نقصانات کی وضاحت کے بعد اب اس کا صحیح ترجمہ اور اس کی وضاحت اکابرین اسلام کی تفاسیر کی روشنی میں کی جاتی ہے۔

یہ آیت مبارکہ قرآن کریم میں چار مقامات میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم فرقان حمید میں بیان فرمایا۔

۱) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (البقرہ:۱۷۳)

اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔

۲) وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (المائدہ:۳)

اور وہ جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

۳) اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (الانعام:۱۴۵)

جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

۴) وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ (النحل:۱۱۵)

اور وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

ان تمام آیات مبارکہ کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ ترجمہ امام اہلسنت مجدد دین وملت پروانہ شمع رسالت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اصل مسئلہ نکھر کر سامنے آجاتا ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام پکارے۔ چاہے وہ نام کسی نبی کا ہو یا ولی کا مسلمان کا ہو یا کافر ومشرک کا۔ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ شریعت کے اصول کے منافی ذبح ہوا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند میں سب سے پہلے جو ترجمہ بزبان فارسی کیا گیا وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ علماء اہلحدیث اور علماء دیوبند کی مسلمہ شخصیت ہیں۔ آپ اس آیت مبارکہ کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا"

اور وہ (جانور) جس پر بلند کیا گیا ہو ذبح کے وقت غیر خدا کا نام۔

چاروں مقامات پر شاہ صاحب نے لفظی ترجمہ میں وقت ذبح کی قید کو ملحوظ رکھا ہے۔ جس سے کسی قسم کی نفس مسئلہ میں کوئی پیچیدگی واقع نہیں ہوئی اور یہ اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ ہے کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرنے سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے۔

اور اسی طرح ذبح سے قبل یا ذبح کے بعد کسی کے نام سے موسوم کرنے سے جانور حرام نہیں ہوتا۔ اس کیلئے تفاسیر کا مطالعہ فرمائیں۔

مسلمہ اکابرین کی تفاسیر

اس آیت مبارکہ کی تفاسیر کے متعلق تمام مفسرین کرام نے وہی مؤقف اپنایا ہے جس کا ابھی میں نے ذکر کیا۔ اور جو مؤقف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنایا ہے۔ بعض مفسرین کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

۱) سید المفسرین حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

صحابی رسول مفسر اول، تلمیذ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان چاروں مقامات پر جو تفسیر بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

آپ نے فرمایا:

مَا ذُبِحَ لِغَیْرِ اِسْمِ اللّٰہِ عَمَدًا لِلْاَصْنَامِ۔ (تفسیر ابن عباس)

اور (وہ جانور حرام ہے) جو اللہ کے نام کے سوا بتوں کیلئے عمداً ذبح کیا جائے۔

۲) امام علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر خازن میں امام علی بن محمد خازن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یَعْنِیْ مَا ذُبِحَ علی غیر اسم اللہ۔ (تفسیر خازن ج ۲ ص ۹۴ مطبوعہ مصر)

یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور نام پر ذبح کیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

وہ جانور جس کے ذبح کرنے پر غیر اللہ کا نام لیا جائے اور وہ یہ ہے کہ عرب جاہلیت میں ذبح کرنے کے وقت اپنے بتوں کا نام لیا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس کو حرام کر دیا۔

۳) امام ابو محمد الحسین بغوی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور مفسر و محدث امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وما اهل به لغیر اللہ۔ یعنی جو بتوں اور طاغوتوں کیلئے ذبح ہوا اور اصل میں (اہلال آواز بلند کرنا ہے اور کفار کا معمول تھا۔ جب جانور ذبح کرتے تو اپنے معبودان باطلہ کی شان ظاہر کرنے کیلئے انہی کے نام کے ساتھ ذبح کرتے تھے۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۴۰ حاشیہ خازن)

ابن تیمیہ کی رائے

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معالم التنزیل کے متعلق ابن تیمیہ نے یہ رائے دی ہے کہ امام بغوی کی تفسیر ثعلبی کا اختصار ہے لیکن یہ موضوع حدیثوں اور بدعتی آراء سے محفوظ ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱۳ ص ۳۵۴)

۴) امام ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

جس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ ذکر کیا جائے اور وہ مجوسی کا اور بت پرست کا ذبح کیا ہوا ہے۔ کیونکہ بت پرست ذبح کرتے ہیں بتوں کیلئے اور مجوسی ذبح کرتے ہیں آگ کیلئے اور معطلہ کسی چیز کا اعتقاد نہیں رکھتے وہ ذبح کرتے ہیں اپنے لئے اور علماء کا اس معاملہ میں کوئی اختلاف نہیں جس کو مجوسی آگ کیلئے اور بت پرست بت کیلئے ذبح کرے نہ کھایا جائے اور نہ کھلایا جائے ان دونوں کا ذبیحہ۔

(تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ بیروت)

۵) علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

تفسیرات احمدیہ میں علامہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وما اھل بہ لغیر اللہ ۔ کے معنی یہ ہیں کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو' مثلاً لات وعزّیٰ وغیرہ بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو اگر تنہا غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ عطف کر کے دوسرے کا نام ذکر کیا اس طرح باسم اللہ و محمد رسول اللہ کہا اور لفظ محمد کے جر یعنی زیر کے ساتھ عطف کرے تو ذبیحہ حرام ہے اور اگر نام خدا کے ساتھ ملا کر دوسرے کا نام بغیر عطف کے ذکر کیا مثلاً یہ کیا باسم اللہ محمد رسول اللہ تو مکروہ ہے حرام نہیں اور اگر غیر کا جدا ذکر کیا اس طرح کہ بسم اللہ کہنے سے پہلے اور جانور کو لٹانے سے قبل یا اس کے بعد غیر کا نام لیا تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ ایسا ہی ہدایہ میں ہے۔

ومن ھٰھُنَا علم ان البقرة المنذورة للاولیاءِ کما ھو الرسم فی زماننا حلالٌ طیبٌ لانہ' لم یذکرِ اسمُ غیر اللہ علیھا وقت الذبح وان کانوا ینذرونھا لہ'۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۴۰)

یہاں سے معلوم ہوا کہ جو گائے اولیاء کیلئے نذر کی جاتی ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں رسم ہے وہ حلال طیب ہے اس لئے کہ اس پر وقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ وہ ان کیلئے نذر کرتے ہوں۔

۶) صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ

صدر الافاضل علامہ حکیم سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ خزائن العرفان علی کنز الایمان میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر ذبح فقط اللہ تعالیٰ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا

کہ عقیقہ کا بکرا' ولیمہ کا دُنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا یا جن اولیاء کیلئے ایصال ثواب منظور ہے۔ ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں۔

(خزائن العرفان علی کنز الایمان)

۷) پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(وما اھل بہ لغیر اللہ) میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے "اور وہ جانور جس پر بلند کیا گیا ہو ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام" میں نے اس ترجمہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی ترجمہ کا اتباع کیا ہے۔ قرآن کریم میں یہ آیت چار بار آئی ہے اور ہر جگہ حضرت شاہ صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے اور مَآ اُھِلَّ کے لفظی ترجمہ میں "وقت ذبح" کی قید کو ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ مثلاً آپ نے اس آیت کا ترجمہ "وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا" کے الفاظ سے کیا ہے۔ (فتح الرحمٰن) اور مفسرین کرام نے اس آیت کا یہی معنی بیان فرمایا ہے۔ میں ابوبکر جصاص کی عبارت نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

"ولا خلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحۃ اذا اھل بھا لغیر اللہ عند الذبح"

یعنی سب مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اس سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

(مزید تحقیق کیلئے ملاحظہ ہوں تفاسیر قرطبی' مظہری' بیضاوی' روح المعانی' ابن کثیر' وکبیر وغیرہا) بعض لوگ ان چیزوں کو بھی حرام کہہ دیتے ہیں جن پر کسی ولی یا نبی کا نام لے دیا جائے خواہ ذبح کے وقت اللہ کے نام سے ہی ذبح کیا جائے کیونکہ اس طرح مشرکین کے مشرکانہ عمل سے تشبیہ ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے بتوں کے نام لے دیا

کرتے تھے۔لیکن اگر نظرِ انصاف سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین
کے عمل سے ظاہری یا باطنی صوری یا معنوی کسی قسم کی بھی مشابہت نہیں۔کفار جب ایسے
جانوروں کو ذبح کرتے تھے تو اپنے بتوں کا نام لے کر ان کے گلے پر چھری پھیرتے وہ
کہتے بسم اللات والعزّٰی۔لات اور عزّیٰ کے نام سے ہم ذبح کرتے ہیں اور
مسلمان ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا کسی کا نام لینا گوارا ہی نہیں کرتے۔
اس لئے ظاہری مشابہت نہ ہوئی۔ نیز کافر ان جانوروں کو ذبح کرتے تو ان بتوں کی
عبادت کی نیت سے ان کی جان تلف کرتے' کسی کو ثواب پہنچانا مقصود نہ ہوتا اور مسلمان
کسی غیر خدا کی عبادت کی نیت سے یا کسی کی خاطر ان کی جان تلف نہیں کرتے بلکہ ان
کی نیت یہی ہوتی ہے کہ اس جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کرنے کے بعد یا یہ کھانا پکانے
کے بعد فقراء اور عام مسلمان کھائیں گے۔اور اس کا جو ثواب ہوگا وہ فلاں صاحب کی
روح کو پہنچے۔واضح ہو گیا کہ مسلمانوں کے عمل اور مشرکین کے طریقہ میں زمین و آسمان
سے بھی زیادہ فرق ہے۔ہاں اگر کوئی ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لے یا کسی غیر خدا
کی عبادت کیلئے کسی جانور کی جان تلف کرے تو اس چیز کے حرام ہونے اور ایسا کرنے
والے کے مشرک و مرتد ہونے میں کوئی شک نہیں اگر مقصد صرف ایصالِ ثواب ہو جیسے
ہر کلمہ گو کا مقصد ہوا کرتا ہے تو اس کو طرح طرح کی تاویلات سے حرام کہنا اور مسلمانوں پر
شرک کا فتویٰ دیتے چلے جانا کسی عالم کو زیب نہیں دیتا۔(تفسیر ضیاء القرآن ج ۱ ص ۱۱۶'۱۱۷)

۸) شاہ عبدالقادر دہلوی

شاہ عبدالقادر دہلوی نے تفسیر "موضح القرآن" تحریر کی۔ جسے علماء دیوبند اور
علماء اہلحدیث نے بہت سراہا ہے۔ خصوصاً اہلحدیث عالم دین میر ابراہیم سیالکوٹی اور
نواب صدیق حسن بھوپالی نے اسے نافع ترجمہ بتایا ہے۔

(تاریخ اہلحدیث ص ۲۱۹' القالۃ المفیدہ)

شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں۔

اور وہ جانور جس پر آواز نکالی جاوے سوائے خدا کے اس کے ذبح کرنے کے
وقت یعنی بتوں کے نام جو ذبح کریں۔ (تفسیر موضح القرآن)

۹) مولوی نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

غیر مقلدین اہلحدیث حضرات کے مجتہد نواب صدیق حسن خاں بھوپالی اپنی
عربی تفسیر فتح البیان میں تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وما اهل به لغير الله يعنى ما ذُبح للاصنام والطواغيت وصحيح
فى الذبح لغير الله۔ (تفسیر فتح البیان عربی ج ۱ ص ۲۲۲)

وما اهل به لغير الله یعنی جو اصنام اور طاغوتوں کیلئے ذبح کیا جائے اور
درست یہ ہے غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا۔

۱۰) مولوی وحید الزمان

مسلک اہلحدیث کی مقتدر شخصیت جس نے صحاح ستہ کی تمام کتب کا ترجمہ بھی
کیا ہے اور قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا ہے۔مولوی وحید الزمان صاحب نے اس آیت
کی تفسیر میں لکھا۔

وما اهل به لغير الله۔مخصوص حیوان کے ساتھ خاص ہے' پھر اس میں
اختلاف ہوا اور بعض حضرات نے کہا اس سے مراد ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام اس پر پکارنا
ہے پس اگر حیوان پر غیر اللہ کا نام ذکر کیا جائے جسے کہا جاتا ہے کہ سید احمد کبیر کی گائے یا
شیخ صدر الدین کا مرغ یا...... پھر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پس وہ حلال ہے۔

(ہدیۃ المہدی ص ۳۹)

اپنے موقف کو ثابت کرنے کیلئے میں نے دس تفاسیر کا حوالہ دیا ہے۔ان کے

علاوہ دیگر مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تفاسیر میں بھی انہی سے ملتا جلتا عنوان اور وضاحت ملے گی۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

(۱۱) تفسیر روح البیان (۱۲) تفسیر مدارک (۱۳) تفسیر روح المعانی (۱۴) تفسیر ابن جریر (۱۵) تفسیر ابوسعود (۱۶) تفسیر کبیر (۱۷) تفسیر جلالین (۱۸) تفسیر بیضاوی (۱۹) تفسیر در منثور (۲۰) تفسیر سراج المنیر (۲۱) تفسیر بحر المحیط (۲۲) تفسیر مظہری (۲۳) تفسیر مراغی (۲۴) تفسیر کشاف (۲۵) تفسیر احکام القرآن (۲۶) تفسیر ابن کثیر (۲۷) تفسیر لباب التاویل (۲۸) تفسیر کمالین (۲۹) تفسیر جامع البیان (۳۰) مفردات القرآن (۳۱) تفسیر نیشاپوری (۳۲) تفسیر حسینی (۳۳) تفسیر مواہب الرحمٰن (۳۴) تفسیر قادری (۳۵) تفسیر ابن عربی (۳۶) تفسیر جمل (۳۷) تفسیر صاوی (۳۸) تفسیر عمدۃ التفسیر (۳۹) تفسیر فتح القدیر (۴۰) تفسیر حسنات (۴۱) تفسیر ازہری (۴۲) تفسیر درس القرآن (۴۳) تفسیر نعیمی (۴۴) تفسیر تدبر القرآن (۴۵) تفسیر چشتیہ (۴۶) تفسیر مجددی المعروف رؤفی (۴۷) تفسیر عزیز البیان (۴۸) تفسیر نزہۃ الرحمٰن فی تفسیر القرآن (۴۹) تفسیر گوہر بیان (۵۰) تفسیر تبیان القرآن

ان ۵۰ تفاسیر کے علاوہ بھی کئی تفاسیر ہیں جن میں مذکورہ آیت مبارکہ کا ترجمہ وتشریح میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لینے سے جانور حرام ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ حرام قرار دینا نادانی وجہالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

کیا یہ درست ہے؟

اس آیت مبارکہ کے غلط تراجم میں سے دو ترجمے یہ کئے جاتے ہیں۔

۱) وہ جانور حرام ہے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

۲) ہر وہ چیز حرام ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے۔

آپ ذرا دیانت داری سے سوچیں کہ کیا یہ دونوں ترجمے درست ہو سکتے ہیں؟ اگر پہلا ترجمہ درست مان لیا جائے تو قربانی، ولیمہ، مہمان نوازی کیلئے جو جانور بھی ذبح کیا جائے گا وہ حرام قرار پائے گا۔ جہاں جانور پالے جاتے ہیں۔ لوگ ان کے مالک ہوتے ہیں۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔

یہ بھینسیں، گائے، بھیڑ، بکریاں اور مرغیاں وغیرہ کس کی ہیں؟ تو انہیں بتایا جاتا ہے۔ یہ جانور محمد یونس کے ہیں فلاں جانور محمد نواز کے ہیں۔ فلاں بکریاں محمد اسلم کی ہیں۔

اگر پہلا ترجمہ درست مان لیا جائے تو یہ سارے جانور حرام قرار پائیں گے۔

اسی طرح اگر دوسرا ترجمہ درست مانا جائے پھر تو کھانے پینے کی تمام چیزیں، استعمال کی تمام اشیاء اور رشتے ناطے سب حرام قرار پائیں گے۔

یاد رکھیں

یہ تراجم فقط اردو تراجم کرنے والوں نے کئے ہیں۔ اور ان کی تعداد چند افراد کی ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے قرآن کریم کی آیت کا نیا مفہوم اپنانے والے ہیں۔ اور خواہ مخواہ مسلمانوں کی تکفیر کیلئے حیلہ سازی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ان کے مقابل سینکڑوں تفاسیر واحادیث میں وہی وضاحت ملتی ہے جو میں نے پچاس تفاسیر کے حوالہ جات سے پیش کی ہے۔ لہٰذا یہ دونوں قسم کا ترجمہ یقینی طور پہ غلط ہے اور سینکڑوں مفسرین ومحدثین کا ترجمہ وتفسیر ہی درست ہے۔

نذر شرعی اور نذر عرفی

شرعی طور پہ نذر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کی جائز نہیں ہے البتہ عرفی نذر جو ہمارے ہاں مروج ہے وہ بھی ایک ایصال ثواب کی صورت

ہے۔ اس کی مختصر سی وضاحت ضروری ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے۔ کئی لوگ کسی ولی کے نام کی نذر مانتے ہیں۔ کیا اس طرح وہ چیز حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق مختصراً عرض ہے کہ نذر کے دو معنی ہیں۔ شرعی اور عرفی۔

نذر شرعی عبادت ہے اور عبادت کسی غیر اللہ کیلئے جائز نہیں ہے۔ اس لئے شرعی معنی میں تو نذر اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی نذر ماننا شرک ہے۔ لیکن عرف عام میں نذر عبادت کے معنی میں استعمال نہیں ہوتی۔ بلکہ نیاز کے معنی میں استعمال ہوتی ہے اور یہ شرک نہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے فتاویٰ میں یہ عبارت نقل کرتے ہیں وہی عبارت آپ کی خدمت میں بعینہٖ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ امید ہے یہ گتھی بھی سلجھ جائے گی۔

اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ جیسے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے کنویں کا ذکر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔ اس نذر کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اس طعام وغیرہ کا ثواب فلاں ولی کو پہنچے۔ نذر میں ولی کا ذکر اس لئے نہیں کیا جاتا کہ وہ اس نذر کا مصرف ہے۔ اس کا مصرف تو اس ولی کے قریبی رشتہ دار خدام درگاہ اور ہم مشرب لوگ ہوتے ہیں۔ ولی کا نام صرف اس عمل کو متعین کرنے کیلئے لیا جاتا ہے نذر کرنے والوں کا بلاشبہ بس یہی مقصد ہوا کرتا ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ ایسی نذر صحیح ہے اور اس کو پورا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ایسی طاعت ہے جو شرعاً معتبر ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۱۲۱ مطبوعہ دیوبند)

طریقہ فاتحہ اور شاہ اسمٰعیل دہلوی

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے فاتحہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھا

یعنی طالب کو چاہیے کہ وضو کرے اور نماز کے طریقے پر دو زانو ہو کر بیٹھے اور اس طریقہ کے اکابر یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے نام کی فاتحہ پڑھے اور پھر درگاہ الٰہی میں ان بزرگوں کے وسیلہ سے دعا کرے اور انتہائی عجز و نیاز اور کمال تضرع و زاری کے ساتھ اپنے حل مشکل کی دعا کر کے دو ضربی ذکر شروع کرے۔ (صراط مستقیم ص ۱۱۱)

جو لوگ کسی چیز پر بھی غیر اللہ کے نام پکارے جانے کو شرک کہتے ہیں وہ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کو اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔ وہ ذرا غور سے مذکورہ عبارت کو پڑھیں اور سوچیں! کیا شاہ صاحبان شرک کا درس تو نہیں دے گئے اور جو طریقہ انہوں نے بتایا وہ کہیں حرام تو نہیں؟ یہی طریقہ ہمارے ہاں پایا جاتا ہے۔

حلال و حرام کا فیصلہ

وما اهل به لغير الله۔ کی تفسیر و تشریح میں ابھی بہت کچھ باقی ہے مگر میں مختصر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر اپنی اس کاوش کو اختتامی کلمات کی طرف لے جانا چاہوں گا جو انہوں نے سورۃ النحل کی آیت ۱۱۵ کی تفسیر میں اختتامی کلمات ارشاد فرمائے اور وہ اپنی جامعیت کے اعتبار سے بہت اہم بھی ہیں اور ان سے حلت و حرمت کا امتیازی فرق بھی واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ ضیاء ملت فرماتے ہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی اور کا نام لے کر کسی جانور کو ذبح کرے تو وہ ذبیحہ حرام ہوگا اور ذبح کرنے والا مشرک ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ذہن میں ایصال ثواب کا تصور تک نہیں بلکہ کسی ولی یا نبی کیلئے محض اس جانور کا خون بہائے (اراقۃ الدم) کو ہی وہ درجۂ قربت سمجھ کر ذبح کرتا ہے تب بھی وہ جانور حرام ہوگا۔ کیونکہ جان کا مالک وہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے جان کو پیدا فرمایا۔ اس

لئے اس کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کی چیز کو کسی کیلئے قربان کرے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں متعدد بار اس مسئلہ کی تحقیق فرمائی اور ایسے جانور کی حلت وحرمت کا فیصلہ کرنے کیلئے یہی معیار مقرر فرمایا۔ آپ لکھتے ہیں۔

"یعنی اگر کسی جانور کا خون اس لئے بہایا جائے کہ اس خون بہانے سے غیر کا تقرب حاصل ہو تو وہ ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور اگر خون اللہ تعالیٰ کیلئے بہائے اور اس کے کھانے اور اس سے نفع حاصل کرنے سے کسی غیر کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا۔ کیونکہ ذبح کا معنی خون بہانا ہے نہ وہ جانور جسے ذبح کیا گیا ہے۔ اسی لئے ہم نے کہا ہے کہ اگر کسی نے بازار سے گوشت خریدا یا گائے یا بکری ذبح کی تاکہ اسے پکا کر فقیروں کو کھلائے اور اس کا ثواب کسی کی روح کو پہنچائے تو یہ (گوشت' گائے' بکری) بلاشبہ حلال ہوگی۔ (فتاویٰ عزیزی ج ا ص ۵۷)

میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان نہ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے سوا کسی کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور نہ وہ محض ارقۃ الدم (خون بہانے) کو وجہ تقرب سمجھتے ہیں بلکہ ان کے پیش نظر صرف ایصال ثواب ہو سکتا ہے۔ بفرض محال اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو اسے فوراً تائب ہونا چاہیے۔ مبادا اس گمراہی پر اس کی موت آ جائے۔ نیز ان لوگوں کو بھی خدا کا خوف کرنا چاہیے جو ہر مسلمان پر بلا امتیاز شرک و کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں اور اس کو اپنی سستی شہرت کے حصول کا آسان اور موثر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ (تفسیر ضیاء القرآن ج ۲ ص ۶۱۴)

آخری گذارش

جو لوگ فاتحہ وغیرہ کو بے دھڑک حرام قرار دے دیتے ہیں اور اس کیلئے مذکورہ آیت مقدسہ کا حوالہ دیتے ہیں وہ خدا کا خوف کریں۔ کیونکہ ایسی تفسیر اہل اسلام میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ ایسا تفسیر کرنا تفسیر بالرائے کہلاتا ہے جو کہ حرام ہے اور اللہ

تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ پہ بہتان باندھنا ہے جو کہ باعث لعنت بھی ہے اور باعث عذاب بھی ہے۔ لہٰذا اس سے توبہ لازمی کرنی چاہیے اور حقیقی تفسیر وتشریح محدثین ومفسرین کی تفاسیر کی روشنی میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور یقیناً صحیح وہی ہے جو رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر ہو اور جو اکابرین اسلام نے اتباع صحابہ میں فرمایا ہو۔

میری آپ سے گذارش ہے کہ

آپ اس آیت مبارکہ کو ایک بار نہیں سو بار پڑھیں' بار بار پڑھیں خوب غور سے پڑھیں پھر جائزہ لیں کہ اس آیت میں کہیں گیارہویں شریف کی فاتحہ' میلاد شریف کے سلسلے میں اہتمام ایصال ثواب کیلئے اور کسی بھی بزرگ' والدین' بہن بھائیوں اور مسلمانوں کیلئے فاتحہ دلانے اور دعا مانگنے کو حرام قرار دیا گیا ہے؟

اگر ایسا نہیں اور ہرگز ان چیزوں سے منع نہیں کیا گیا بلکہ ایصال ثواب اور دعا کرنے کے فضائل قرآن واحادیث میں کثرت سے ملتے ہیں تو ہمیں بھی قرآنی تصور کو اپنانا چاہیے احادیث اور محدثین وفقہاء اسلام کی اتباع کرنی چاہیے۔

دعا

ایصال ثواب کی تحقیق اور فضائل ومسائل کے سلسلے میں یہ ادنیٰ سی کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل اسے شرف قبولیت سے نوازے' میرے لئے' میرے اہل خانہ' میری اولاد' میرے اساتذہ' میرے تمام دوست واحباب' تمام رشتہ داروں اور امت مصطفیٰ ﷺ کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین یا رب العالمین۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ
وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ

مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○

فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ○ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَائُكَ اَسْاَلُكَ بِکُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذِھَابَ ھَمِّیْ ○ اَللّٰھُمَّ شَرِّفْنِیْ بِاِتِّبَاعِ نَبِیِّكَ الْمُصْطَفٰی وَرَسُوْلِكَ الْمُرْتَضٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ○ اَللّٰھُمَّ کُنْ لِیْ وَلِیًّا مُرْشِدًا فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِیْ وَاجْعَلْ سِرِّیْ اَحْسَنَ وَاَزْکٰی وَطَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ الْحِقْدِ وَالْحَسَدِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَالنِّفَاقِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکِذْبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَةِ اِنَّكَ تَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْیُنِ ○ اَللّٰھُمَّ اشْرَحْ صَدْرِیْ بِالْعُلُوْمِ اللَّدُنِّیَةِ وَامْلَاءْ قَلْبِیْ بِالْمَعَارِفِ الرَّبَّانِیَّةِ وَاَسْعِدْنِیْ بِخِدْمَةِ دِیْنِكَ الْحَنِیْفِ ○ آمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِبَرْکَةِ اَسْمَائِكَ الْحُسْنٰی وَبِبَرْکَةِ نَبِیِّكَ الْمُرْتَضٰی ○

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْجَمِیْلِ وَالطَّرْفِ الْکَحِیْلِ وَالْخَدِّ الْاَسِیْلِ وَعَلٰی آلِهٖ بُدُوْرِ الدُّجٰی وَاَصْحَابِهٖ نُجُوْمِ الْھُدٰی وَمَنْ تَبِعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ○

راقم الحروف محمد رفیق قادری رندھاوا

صدر بزم منہاج الاسلام۔ چیئرمین محدث اعظم پاکستان اکیڈمی

و پرنسپل جامعہ فیض الاسلام بالمقابل پاکستان منٹ گیٹ شالامار ٹاؤن لاہور

7 مارچ 2010ء بروز اتوار بعد صلوٰۃ عشاء